www.KitaboSunnat.com

اسلام میں حلال و حرام

خیالی

مصنف : علامہ یوسف القرضاوی

مترجم : شمس پیرزادہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ مطبوعات الدار السلفیہ نمبر (۷)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اسلام میں حلال و حرام

تالیف

علامہ یوسف القرضاوی

استاذ کلیۃ التربیۃ دوحہ قطر

ترجمہ

شمس پیرزادہ

تقدیم

مختار احمد ندوی

ادارہ اشاعت الاسلام

اردو بازار کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب ________ اسلام میں حلال و حرام

مصنف ________ علامہ یوسف القرضاوی

مترجم ________ شمس پیرزادہ

تقدیم ________ مختار احمد ندوی

مطبع ________ اے این پرنٹرز کراچی

ہدیہ ________ روپے صرف

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دستورِ الٰہی سے

"اے محمدؐ! اِن سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصۃً انھیں کے لئے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھنے والے ہیں"۔

"اے محمدؐ! اِن سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں، وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام — خواہ کھلے ہوں یا چھپے — اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک کرو جس کے لئے اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے"۔

(الاعراف ۳۲-۳۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كلمة الناشر

علامہ یوسف القرضاوی کی مایۂ ناز کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" کا یہ اردو ایڈیشن اردو والوں کے لئے ایک بیش بہا علمی ہدیہ ہے اور اردو زبان کے ذخیرے میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

کتاب کا موضوع فقہِ اسلامی کا سب سے اہم ترین حصہ ہے۔ جن مسائل پر بحث و تحقیق کی گئی ہے وہ انتہائی اہم مفید اور جدید ہیں۔ مصنف اپنے طرزِ نگارش، قوتِ استدلال اور تبحرِ علمی میں منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ ترجمہ کی زبان بھی نہایت سادہ، عام فہم لیکن ادب و انشاء کی چاشنی سے بھرپور ہے۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ کتاب کی اعلیٰ طباعت کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا۔ اُمید ہے اس کتاب کا علمی دنیا میں خیر مقدم کیا جائے گا۔

علامہ یوسف القرضاوی —— جامعۂ ازہر مصر کے فیض یافتہ، عصرِ حاضر کے نامور اور ممتاز عالمِ دین ہیں۔ فقہِ اسلامی پر ان کی نظر بڑی وسیع اور دقیق ہے۔ "الحلال والحرام" کے علاوہ ان کی کتابوں میں "فقہ الزکوٰۃ" جیسی ضخیم اور علمی کتاب آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ موصوف بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں جو سب کی سب علمی دنیا میں معروف و مقبول ہیں۔

علامہ قرضاوی پہلے المعہد الدینی، دوحہ، قطر کے پرنسپل تھے اور اب ٹریننگ کالج دوحہ کے سینیئر استاذ ہیں۔ موصوف عالمِ اسلام کے مشہور داعی اور دعوت الی اللہ کے زبردست نقیب اور مجاہد ہیں۔ خطابت کا خاص ملکہ اللہ نے ان کو عطا کیا ہے۔ ان کی تقریریں بڑی پُرجوش اور مؤثر ہوتی ہیں۔ صورت و سیرت دونوں اعتبار سے سلفی اور سلف صالحین کا نمونہ ہیں، بڑے ملنسار، مخلص اور علم دوست ہیں۔

کتاب کی اہمیت :۔ اپنے موضوع پر یہ ایک نہایت جامع اور بے نظیر کتاب ہے اور مصنف کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ حلال و حرام کے موضوع پر اسلامی لٹریچر میں یہ کتاب اوّلین اضافہ ہے۔ بحث کے مختلف اجزاء فقہ کی کتابوں میں منتشر و متفرق تھے جنہیں ایک موضوع کے تحت پوری جامعیت، منطقی استدلال اور جدید طرزِ تحقیق کے ساتھ اکٹھا کر کے ایک صحیفہ کی شکل میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب اہم ترین مسائلِ اسلامیہ کا انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ کتاب کو علمی دنیا میں قبولِ عام حاصل ہوا اور اس کے دسیوں ایڈیشن بڑی تعداد میں چھپ کر ساری دنیا میں پھیل گئے۔ اس سے قبل اس کے ترکی اور انگریزی ایڈیشن بھی نکل چکے ہیں۔

موضوع کی اہمیت :۔ کتاب کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب اس کا اچھوتا موضوع ہے۔ "حلال وحرام" کا علم دین کے فرائض میں شامل ہے۔ نیز دورِ رسالت کے ساتھ ساتھ حلال وحرام کا مسئلہ بھی جملہ شریعتوں میں یکساں طور پر بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ حلال وحرام کی تمیز کے بغیر نہ اسلام معتبر ہے نہ کوئی عبادت مقبول۔ بلکہ انسانیت کی تکمیل بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ مصنّف نے کمالِ جامعیت کے ساتھ اس موضوع کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا اور زندگی کے تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

ماکولات ومشروبات کے تحت غیر مسلم کا ذبیحہ، الکٹرک شاک کا ذبیحہ، بند ڈبوں کے گوشت کا حکم، شراب و دیگر نشہ آور چیزوں اور دواؤں کے حکم وحقیقت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

لباس وزینت، گھریلو استعمال کی چیزوں، کتا پالنے، فوٹو گرافی، کسب ومعاش کے مختلف ذرائع، زراعت، صنعت، تجارت، ملازمت کے علاوہ رقص وقحبہ گری، نیز خاندانی زندگی کے سلسلے میں ستر، تبرج، کتابیہ سے نکاح، مُتعہ، تعدّدِ ازدواج، فیملی پلاننگ، طلاق، حمل ٹھہرانے کے مصنوعی طریقے، قتلِ اولاد، نیز اَوہام وخرافات، جادو، تعویذ، بدشگونی، نوحہ، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکٹنگ، سود، بیمہ، لاٹری، جُوا، فلم، خودکشی، رشوت اور اس جیسے سینکڑوں مسائل پر بڑی محقّقانہ بحث کی ہے۔

یہ وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں آج کل عموماً تمام اسلامی مراکز پر غور وفکر کیا جا رہا ہے علماء اسلام نے ان پر بہت کچھ لکھا بھی ہے لیکن تحقیق واجتہاد کا جو طرز فاضل مؤلف نے اختیار کیا ہے وہ انتہائی عادلانہ اور حق وانصاف پر مبنی ہے

اس کے باوجود مجتہد سے خطا وصواب دونوں ہی کا احتمال ہے، چنانچہ مؤلف موصوف پر بھی بعض علمی حلقوں کی طرف سے بعض مسائل کے بارے میں اعتراضات کئے گئے ہیں، جن کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مؤلف نے جا بجا جواب بھی دے دیا ہے۔ ہمارے لئے خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کو محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین الالبانی نے بغور مطالعہ فرمایا اور اُس کی تمام احادیث کی فنی تخریج کی ہے، جو ہم سب کے لئے ایک طرح سے سند توثیق و تائید بھی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ میں فاضل مترجم کا بھی شکر گذار ہوں کہ انھوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ بعض مفید حواشی اور تبصرے بھی کئے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

اردو زبان میں یہ کتاب ایک بیش بہا اضافہ ہے اور میں اپنے تمام محسنوں اور مخلص دوستوں کا شکر گذار ہوں جن کی مساعی سے یہ کتاب اعلیٰ طباعت سے مزین ہو کر، اہل علم کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

آخر میں ہم اپنے جملہ معاونین اور ہمدردوں کے شکر گذار ہیں جن کی سرپرستی، اور خصوصی تعاون کے ذریعہ یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے افادۂ عام کا ذریعہ اور مغفرت و نجات کا وسیلہ بنائے آمین

مختار احمد ندوی

مُدیرُ الدَّارُ السَّلفیۃ

۱۳ محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی ۳

شوال سنہ ۱۴۰۱ھ

اگست سنہ ۱۹۸۱ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحلال والحرام فی الاسلام" کے اُردو ایڈیشن کی اشاعت کیلئے کتاب کے مصنف علّامہ یوسف القرضاوی کا خصوصی اجازت نامہ

ان الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیّأت اعمالنا، من یھد اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضلل فلا ھادی لہٗ، واشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد انّ محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ امّا بعد،

أخی المحترم مولانا مختار احمد الندوی السلفی نے مجھ سے میری کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" کے اُردو ترجمہ اور "الدار السلفیہ"، بمبئی کے زیرِ اہتمام اس کی اشاعت کی مجھ سے اجازت مانگی، تاکہ ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائی بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ مجھے موصوف کو اس کی اجازت دے کر ان کے اس شوق ورغبت کو پورا کرنے میں ذرا بھی تأمّل نہیں ہوا کیونکہ ہندوستانی مسلمانوں کا ہم پر یہ حق تھا، اس لئے بھی کہ ہم عرب مسلمانوں نے علماءِ ہند کے قلمی ثمرات اور علومِ اسلامیہ خصوصًا سُنّتِ نبویہ کی خدمت میں ان کی کوششوں سے بھرپور فائدہ اُٹھایا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے کہ اس سے غفلت برتی جائے، بلکہ وہ تو اس وقت دنیا میں دوسری بڑی اسلامی سوسائٹی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے اور ان کے درمیان زبان کا حجاب حائل نہیں ہونا چاہیے۔ علماء ومفکرینِ اسلام کا فرض ہے کہ وطن اور زبان کے اختلاف کو افکار ونظریات کے تبادلہ میں حائل نہ ہونے دیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاص طور پر اب جبکہ ملکوں اور حکومتوں کے فاصلے سمٹ گئے ہیں بلکہ ایک معاصر مفکر کے بقول "ہماری موجودہ دنیا ایک بڑی بستی بن گئی ہے"؟

جب ساری دنیا کا یہ حال ہو گیا ہے تو عالم اسلام اور خاص طور پر مسلمانوں کے حالات کیوں نہ بدلیں، نیز اللہ کی منشا بھی یہی ہے کہ مسلمان "ایک اُمت" بن کر رہیں اور فکر و شعور میں متحد ہوں۔

آخر میں اپنے بھائی شیخ مختار احمد ندوی اور ان کے تمام اخوان کا بھی میں شکرگذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ اور اشاعت میں تعاون کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو استفادہ کی توفیق بخشے، اور سب کو جزائے خیر عطا کرے اور یہ کتاب میری مغفرت اور رضاءِ الٰہی کا ذریعہ بنے۔

تمام ہندوستانی مسلم بھائیوں کو میری دعائیں اور نیک تمنائیں پہنچیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

الفقیرُ الی اللہ

یوسفُ القرضاوی

الدوحہ

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ

۲۸ فروری ۱۹۷۷ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس کتاب کے مؤلف یوسف القرضاوی قطر کے جید عالم، دنیائے عرب کے ممتاز مصنف و محقق اور عالم اسلام کی مشہور شخصیت ہیں۔ موصوف نے الحلال والحرام فی الاسلام اور فقہ الزکوٰۃ جیسی گراں قدر، بلند پایہ اور محققانہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

زیرِنظر کتاب موصوف کی تالیف الحلال والحرام فی الاسلام کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے بڑی عمدگی سے اور نہایت مدلل طریقہ پر حِلّت و حُرمت کے مسائل پر بحث کی ہے اور شرعی احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں کو اُجاگر کیا ہے نیز جن جدید مسائل سے مسلمانوں کو واسطہ پڑتا ہے اور ان کے سلسلہ میں جواز و عدمِ جواز کا سوال پیدا ہوتا ہے ان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کی افادیت کا صحیح اندازہ تو اس کے مطالعہ ہی سے ہوگا تاہم اس سلسلہ میں چند مشہور علماء کی رائیں پیش کی جاتی ہیں:۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں: "اس کتاب کو میں اپنے کتب خانہ کے لئے ایک اہم اضافہ تصور کرتا ہوں"۔

فقہ کے زبردست عالم استاذ مصطفےٰ زرقا فرماتے ہیں: "اس کتاب کو حاصل کرنا ہر مسلمان خاندان کے لئے ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مؤلف نے اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کر دیا ہے"۔

شام کے ادیب استاذ علی طنطاوی نے اس کتاب کو مکہ مکرمہ کے کلیہ شرعیہ میں داخل کرایا۔

دمشق کے کلیۂ شرعیہ کے پرنسپل استاذ محمد المبارک نے اس پر تقریظ لکھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لاہور کی پنجاب یونیورسٹی نے ایم، اے کے نصاب میں اس کتاب کو شامل کر لیا۔

اس کتاب میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان کے حوالہ جات مرتب کرنے کی خدمت شام کے مشہور محدّث شیخ ناصر الدین البانی نے انجام دی۔

فاضل مؤلف نے کتاب کے دیباچہ میں اپنا نقطۂ نظر وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

"موجودہ زمانہ میں اسلام کے بارے میں بحث و گفتگو کرنے والے دو گروہوں میں منقسم ہیں:- ایک گروہ وہ ہے جس کی آنکھیں مغربی تہذیب کی جگمگاہٹ سے خیرہ ہو گئی ہیں یہ لوگ اس بت کے آگے سرِ نیاز جھکائے قربانیاں اور نذرانے گذارنے کے لئے ادب سے کھڑے ہیں۔ وہ مغرب کے اصولوں اور اس کی تقلید پر اس قدر مطمئن ہیں کہ ان کے نزدیک اس مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر اتفاق سے مغربی تہذیب کی کوئی ایسی بات سامنے آجائے جس کی تائید اسلام بھی کرتا ہو تو وہ تہلیل و تکبیر کرنے لگتے ہیں، اور اگر وہ بات اسلام کے خلاف پڑتی ہو تو وہ تاویل و تحریف سے کام لینے لگتے ہیں۔ گویا یہ بات طے شدہ ہے کہ مغربی تہذیب کے آگے سرنگوں ہونا ہے۔ ان کی نظر میں حلال وہ ہے جسے مغرب نے حلال قرار دیا ہو اور حرام وہ ہے جسے مغرب نے حرام قرار دیا ہو۔ یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اسلام اللہ کا کلمہ ہے اور اللہ کا کلمہ ہمیشہ بلند رہتا ہے اور وہی لائق اتباع ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو حلال و حرام کے مسائل میں ایک متعین رائے پر جامد ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ لوگ نصوص کے صرف الفاظ اور اس کی عبارتوں کے متبع ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اصل اسلام یہی ہے۔ وہ اپنی رائے سے بال برابر ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور نہ اپنی رائے اور مسلک کو دلائل کے ذریعہ پرکھنے اور دوسروں کے دلائل سے موازنہ کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس کے بعد جو حق نکھر کر سامنے آئے اسے قبول کر لیں۔ وہ آسانی سے بہت سی چیزوں پر حرام کا حکم لگاتے ہیں اور سلف صالحین کا یہ طریقہ بھول جاتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر حرام کا اطلاق نہیں کرتے تھے بجز ان چیزوں کے جن کی حرمت قطعی ہو۔ ان کے علاوہ دوسری چیزوں کے بارے میں وہ مکروہ، ناپسندیدہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے کوشش کی ہے کہ ان میں سے کسی گروہ میں شامل نہ ہو جاؤں۔ میں مغرب کو اپنا معبود نہیں بنانا چاہتا جبکہ میں نے اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کیا ہے اور نہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ فقہی مسائل میں خطا و صواب سے قطع نظر کر کے کسی متعین مسلک کی تقلید کروں۔ تقلید تو بقول ابن جوزی غور و فکر اور تدبّر کی صلاحیت ہی کو ختم کر دیتی ہے اور اس کی مثال اس شخص سے بھی زیادہ بُری ہے جس کو روشنی حاصل کرنے کے لئے چراغ دیا گیا لیکن اس نے اسے بُجھا دیا اور تاریکی میں چل پڑا۔

یہ صحیح ہے کہ میں نے اپنے کو مروّجہ فقہی مسالک میں سے کسی خاص مسلک کے ساتھ باندھ نہیں دیا ہے۔ ان مذاہب کے اماموں نے بھی اپنے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ امام مالکؒ کہتے ہیں: "کوئی شخص ایسا نہیں جس کی تمام باتیں لینے کے قابل ہوں سوائے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے" اور امام شافعیؒ کہتے ہیں: میری رائے درست ہے لیکن خطا کا احتمال ہے اور دوسرے شخص کی رائے غلط ہے لیکن اس کے درست ہونے کا امکان ہے۔ کسی مسلمان عالم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ موازنہ کرنے اور ترجیح دینے کے وسائل رکھنے کے باوجود کسی ایک مسلک کا اسیر اور کسی مخصوص فقہی رائے کا پابند ہو کر رہ جائے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف دلیل و حجّت کی پابندی قبول کرے اور دلیل سے جو بات بھی صحیح ثابت ہو جائے اس کی اتباع کرے اور جس کی سند ضعیف اور دلیل بودی ہو اس کو رد کر دے خواہ وہ کسی کا قول ہو۔"

درحقیقت اسی وسیع النظری کے بغیر نہ تحقیق کا حق ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ موجودہ زمانہ کے پُرپیچ مسائل کا متوازن حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ بنا بریں فاضل مؤلف کی مساعی نہایت قابلِ قدر ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کی تحقیق کو حرفِ آخر سمجھا جائے اور ان کی ہر رائے سے اتفاق کیا جائے۔ راقم الحروف نے بھی ترجمہ کرتے ہوئے جہاں ناگزیر سمجھا ہے اختلافی یا تشریحی نوٹ دیدیا ہے۔

ہمارے ملک میں قوتِ اجتہاد کی کمی، فقہی مسائل میں تنگ نظری اور تقلید کی جکڑبندیوں کی وجہ سے شرعی مسائل میں تحقیق اور ریسیرچ کا کام آگے نہیں بڑھ رہا ہے جس سے ملّتِ اسلامیہ کی مشکلات میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے حالانکہ کتنے ہی قدیم اور بے شمار جدید مسائل فکر و اجتہاد کی دعوت دے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ غنیمت ہے کہ ان جدید عربی کتب کا اُردو ترجمہ شائع ہو جائے جو تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہیں۔ اس طرح غور و فکر کے لئے کافی قیمتی مواد سامنے آئے گا اور نظروں میں وسعت پیدا ہو سکے گی۔

مؤلف کا منشا اس کتاب میں حلال و حرام کا استقصاء کرنا نہیں ہے بلکہ خاص طور سے ان مسائل کی حلت و حرمت کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں واضح کرنا ہے جو نہایت اہم ہیں یا جن سے واقفیت ناگزیر ہے مگر عام طور سے لوگ ان سے غفلت برتتے ہیں۔

کتاب کا عربی سے اُردو ترجمہ کرنے میں راقم الحروف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ترجمہ بامحاورہ ہو اور طوالت سے بچنے کے لئے کہیں کہیں اختصار سے بھی کام لیا ہے۔

قابلِ مبارکباد ہیں ہمارے مخلص دوست مولانا مختار احمد صاحب ندوی جنہوں نے ایک اہم تحقیقی کتاب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا جبکہ ٹھوس دینی کتابوں کی اشاعت کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کی افادیت کو عام کرے اور مؤلف کی خدمات کو قبولیت سے نوازے۔

شمس پیرزادہ

بمبئی، ۵ جولائی ۱۹۷۶ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

باب اوّل

۱۔ تعریف ۲۸

۲۔ تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں ۳۰

۳۔ تحلیل و تحریم اللہ ہی کا حق ہے ۳۵

۴۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے ۳۹

۵۔ حرام چیزیں باعث مضرت ہیں ۴۲

۶۔ حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے ۴۴

۷۔ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے ۴۶

۸۔ حرام کے لئے حیلے کرنا بھی حرام ہے ۴۶

۹۔ نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی ۴۸

۱۰۔ حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشے سے مشتبہات سے بچنا ۵۱

۱۱۔ حرام سب کے لئے حرام ہے ۵۲

۱۲۔ ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں ۵۴

باب دوم

۱۳۔ حلال و حرام مسلمانوں کی انفرادی زندگی میں ۵۶

۱۴۔ ماکولات و مشروبات ۵۷

۱۵۔ برہمنوں کے نزدیک جانوروں کو ذبح کرنے اور کھانے کا مسئلہ ۵۷

۱۶۔ حرام جانور یہود و نصاریٰ کے نزدیک ۵۸

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔	جاہلیت میں عربوں کے نزدیک	۵۹
۱۸۔	اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا	۵۹
۱۹۔	مُردار کی تحریم اور اس کی مصلحتیں	۶۱
۲۰۔	بہائے ہوئے خون کی حُرمت	۶۳
۲۱۔	سوّر کا گوشت	۶۳
۲۲۔	غیر اللہ کے لئے نامزد کردہ جانور	۶۳
۲۳۔	مُردار کی قسمیں	۶۴
۲۴۔	مُردار کی ان قسموں کو حرام کرنے کی مصلحتیں	۶۵
۲۵۔	استھان کا ذبیحہ	۶۶
۲۶۔	مچھلی اور ٹڈی مُردار کے حکم سے مستثنیٰ ہے	۶۷
۲۷۔	مُردار کی کھال، ہڈّی اور بال سے فائدہ اٹھانا	۶۸
۲۸۔	مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے	۶۹
۲۹۔	علاج کی مجبوری	۷۱
۳۰۔	فرد کی مجبوری اس صورت میں باقی نہیں رہتی جبکہ معاشرہ میں اس کی ضرورت پوری کرنے کا سامان موجود ہو	۷۲

ذبح کرنے کا شرعی طریقہ

۳۱۔	بحری جانور سب حلال ہیں	۷۳
۳۲۔	حرام بری جانور	۷۴
۳۳۔	مانوس جانوروں کی اباحت کے لئے ذبح کرنے کی شرط	۷۵
۳۴۔	شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے شرائط	۷۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۵۔ ذبح کرنے کے اِس طریقہ کی حکمت و مصلحت ۷۸

۳۶۔ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی مصلحت ۸۰

۳۷۔ اہلِ کتاب کا ذبیحہ ۸۰

۳۸۔ جو کنیساؤں اور تہواروں کے لئے ذبح کیا جائے ۸۲

۳۹۔ الکٹرک شاک کا ذبیحہ اور بند ڈبوں کے گوشت کا حکم ۸۳

۴۰۔ مجوسیوں وغیرہ کا ذبیحہ ۸۵

۴۱۔ قاعدہ۔ جو چیز نظروں سے غائب ہے اس کی تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے ۸۶

شکار

۴۲۔ وہ شرائط جو شکار کرنے والے سے متعلق ہیں ۸۷

۴۳۔ جس کا شکار کیا جائے اس سے متعلق شرائط ۸۹

۴۴۔ شکار کے ذرائع ۸۹

۴۵۔ شکار کرنے کیلئے زخمی کرنے والا ہتھیار اور بندوق کے شکار کا حکم ۹۰

۴۶۔ کتوں کے ذریعہ شکار ۹۱

۴۷۔ تیر چلانے کے بعد اگر شکار مردہ حالت میں مل جائے ۹۳

شراب

۴۸۔ خمر ۹۵

۴۹۔ ہر نشہ آور چیز خمر ہے ۹۷

۵۰۔ نشہ آور چیز حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ۹۸

۵۱۔ شراب کی تجارت ۹۸

۵۲۔ مسلمان شراب کا ہدیہ نہیں دے سکتا ۹۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۳.	شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ	۱۰۰
۵۴.	شراب دوا نہیں بیماری ہے	۱۰۰
۵۵.	مُخدرات (عقل کو بے حس کرنے والی چیزیں)	۱۰۳
۵۶.	جو چیز بھی ضرر رساں ہو اس کا کھانا پینا حرام ہے	۱۰۵
	لباس اور زینت	۱۰۶
۵۷.	نظافت اور جمال والا دین	۱۰۷
۵۸.	سونا اور خالص ریشم مردوں پر حرام ہے	۱۰۹
۵۹.	مردوں پر ریشم کو حرام کرنے کی مصلحت	۱۱۲
۶۰	عورتوں کے لئے مباح ہونے کی مصلحت	۱۱۳
۶۱	مسلمان خاتون کا لباس	۱۱۵
۶۲	عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا	۱۱۵
۶۳	شہرت اور تکبر کا لباس	۱۱۶
۶۴	زینت میں غلو کے لئے خلق اللہ میں تغیر	۱۱۷
۶۵	گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لئے آپریشن کرانا	۱۱۸
۶۶	بھویں باریک کرنا	۱۲۰
۶۷	بال جوڑنا	۱۲۱
۶۸	خضاب لگانا	۱۲۳
۶۹	ڈاڑھی بڑھانا	۱۲۵
	گھر	۱۲۹
۷۰	تعیش اور بت پرستی کے مظاہر	۱۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۱- سونے چاندی کے برتن	۱۲۱
۷۲- اسلام میں مجسموں کی حرمت	۱۲۴
۷۳- مجسموں کو حرام قرار دینے کی مصلحت	۱۲۵
۷۴- اسلام میں شخصیتوں کی یادگار کا طریقہ	۱۲۷
۷۵- بچوں کے کھلونے جائز ہیں	۱۳۹
۷۶- ناقص اور مسخ شدہ مجسمے	۱۴۱
۷۷- غیر مجسم تصویریں	۱۴۲
۷۸- تصویر کی بے وقعتی اسے جائز کر دیتی ہے	۱۵۴
۷۹- فوٹو گرافی کی تصویریں	۱۵۵
۸۰- تصویر کا مقصد	۱۵۶
۸۱- تصویر اور مصوّر سے متعلق احکام کا خلاصہ	۱۵۹
۸۲- بلا ضرورت کتے پالنا	۱۶۱
۸۳- شکار اور حفاظت کے لئے کتوں کا جواز	۱۶۲
۸۴- کتا پالنا علمِ جدید کی رُو سے	۱۶۳
کسب اور پیشہ	۱۶۷
۸۵- جو شخص کام کر سکتا ہو اس کا بیٹھے رہنا حرام ہے	۱۶۷
۸۶- سوال کرنا کب جائز ہے	۱۶۸
۸۷- کام کرنا باعثِ عزت ہے	۱۷۰
۸۸- زراعت کے ذریعہ روزی کمانا	۱۷۰
۸۹- حرام کاشت کاری	۱۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۰۔	صنعت وحرفت	۱۷۴
۹۱۔	ممنوع کام اور پیشے	۱۷۸
۹۲۔	قحبہ گری	۱۷۹
۹۳۔	رقص اور جنسی فنون	۱۸۰
۹۴۔	مجسموں اور صلیب وغیرہ کی صنعت	۱۸۰
۹۵۔	نشہ آور اور مخدر عقل اشیاء کی صنعت	۱۸۲
۹۶۔	تجارت کے ذریعہ کمانا	۱۸۲
۹۷۔	تجارت کے بارے میں کنیسہ کا موقف	۱۸۷
۹۸۔	حرام تجارت	۱۸۷
۹۹۔	ملازمت	۱۹۰
۱۰۰۔	حرام ملازمتیں	۱۹۲
۱۰۱۔	مسائلِ کسب کے سلسلے میں عام اصول	۱۹۳
	بابِ سوم	۱۹۵
	شادی بیاہ اور خاندانی زندگی میں حلال وحرام	۱۹۵
۱۰۲۔	فطری خواہشات کا دائرۂ عمل	۱۹۶
۱۰۳۔	جنسی داعیہ کے تعلق سے انسان کا موقف	۱۹۶
۱۰۴۔	زنا کے قریب نہ پھٹکو	۱۹۸
۱۰۵۔	اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے	۱۹۸
۱۰۶۔	جنسِ مقابل کو بنظرِ شہوت دیکھنا	۲۰۱
۱۰۷۔	ستر پر نظر ڈالنے کی حرمت	۲۰۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۸۔ مرد یا عورت کو دیکھنے کے جواز کے حدود ۲۰۵

۱۰۹۔ عورت کیلئے اظہارِ زینت کس حد تک جائز اور کس حد تک ناجائز ہے ۲۰۶

۱۱۰۔ عورتوں کا ستر ۲۱۱

۱۱۱۔ عام حماموں میں عورت کا داخل ہونا ۲۱۵

۱۱۲۔ تبرّج کی حُرمت ۲۱۶

۱۱۳۔ تبرّج کا اطلاق کس صورت میں نہیں ہوگا ۲۱۸

۱۱۴۔ عورت، شوہر کے مہمانوں کی خدمت کر سکتی ہے ۲۲۲

۱۱۵۔ خلافِ فطرت فعل کبائر میں سے ہے ۲۲۴

۱۱۶۔ اِستمنار (ہاتھ سے منی خارج کرنا) کا حکم ۲۲۶

شادی بیاہ

۱۱۷۔ اسلام میں رُہبانیت نہیں ہے ۲۲۸

۱۱۸۔ جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا ہو اُس پر نظر ڈالنا ۲۳۱

۱۱۹۔ پیغام دینے کی حرام صورتیں ۲۳۴

۱۲۰۔ کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے اور جبر نہ کیا جائے ۲۳۵

۱۲۱۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ۲۳۶

۱۲۲۔ اِن رشتوں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں ۲۳۷

۱۲۳۔ رضاعت کی بنا پر حرام رشتے ۲۳۹

۱۲۴۔ مصاہرت سے رشتوں کی حُرمت ۲۴۰

۱۲۵۔ دو بہنوں کو جمع کرنا ۲۴۰

۱۲۶۔ شادی شدہ عورتیں ۲۴۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۲۷۔	مشرک عورتیں	۲۴۳
۱۲۸۔	کتابیہ سے نکاح	۲۴۴
۱۲۹۔	مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح	۲۴۶
۱۳۰۔	زانیہ عورتیں	۲۴۸
۱۳۱۔	نکاحِ متعہ	۲۵۰
۱۳۲۔	تعددِ ازدواج	۲۵۲
۱۳۳۔	تعددِ ازدواج کے جواز کے لئے عدل کی شرط	۲۵۴
۱۳۴۔	تعددِ ازدواج کے جواز کی مصلحت	۲۵۵
	زوجین کے باہمی تعلقات	
۱۳۵۔	دُبر سے اجتناب	۲۵۹
۱۳۶۔	زن و شوئی کے رازوں کی حفاظت	۲۶۱
	خاندانی منصوبہ بندی	
۱۳۷۔	خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کی صورتیں	۲۶۴
۱۳۸۔	اسقاطِ حمل	۲۶۸
۱۳۹۔	زوجین کے معاشرتی حقوق	۲۷۰
۱۴۰۔	میاں بیوی کو ایک دوسرے کے مقابلے میں صبر کرنا چاہیے	۲۷۲
۱۴۱۔	نافرمانی اور نزاع کی صورت میں	۲۷۳
۱۴۲۔	صرف ایسی صورت میں طلاق جائز ہو جاتی ہے	۲۷۵
۱۴۳۔	اسلام سے قبل طلاق کا طریقہ	۲۷۶
۱۴۴۔	یہودی مذہب میں طلاق	۲۷۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۴۵۔ مسیحی مذہب میں طلاق ۲۷۷

۱۴۶۔ طلاق کے مسئلے میں مسیحی مذہب کا اختلاف ۲۷۸

۱۴۷۔ طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کی ان پابندیوں کا نتیجہ ۲۷۹

۱۴۸۔ طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کا منفرد رویّہ ۲۸۰

۱۴۹۔ مسیحیت وقتی علاج تھا، نہ کہ شریعتِ عامّہ ۲۸۱

۱۵۰۔ طلاق کے سلسلے میں اسلام کی قیود ۲۸۲

۱۵۱۔ حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے ۲۸۳

۱۵۲۔ طلاق کی قسم کھانا حرام ہے ۲۸۴

۱۵۳۔ مطلّقہ کو اپنے گھر میں عدّت گذارنا چاہیے ۲۸۵

۱۵۴۔ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ طلاق ۲۸۶

۱۵۵۔ معروف طریقہ پر روکے رکھنا یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ۲۸۷

۱۵۶۔ مطلّقہ کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے سے روکا نہ جائے ۲۸۹

۱۵۷۔ عورت کا حق جبکہ شوہر اسے پسند نہ ہو ۲۸۹

۱۵۸۔ بیوی کو ستانا حرام ہے ۲۹۱

۱۵۹۔ بیوی کو چھوڑنے کی قسم کھانا حرام ہے ۲۹۱

والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات

۱۶۰۔ تحفّظِ نسب ۲۹۴

۱۶۱۔ اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں ۲۹۴

۱۶۲۔ تبنّیت (لے پالک بنانا) اسلام میں حرام ہے ۲۹۵

۱۶۳۔ عملی شہادت کے ذریعہ تبنّیت کا اِبطال ۲۹۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۶۴۔ تبنیت بمعنی تربیت ۲۹۸

۱۶۵۔ حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ ۲۹۹

۱۶۶۔ باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرنا موجبِ لعنت ہے ۳۰۰

۱۶۷۔ اولاد کو قتل نہ کرو ۳۰۱

۱۶۸۔ بخشش کے معاملہ میں مساویانہ سلوک ۳۰۳

۱۶۹۔ میراث کے معاملے میں قانونِ الٰہی کی پابندی ۳۰۵

۱۷۰۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی گناہِ کبیرہ ہے ۳۰۶

۱۷۱۔ والدین کو گالیاں کھلانا کبائر میں سے ہے ۳۰۸

۱۷۲۔ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے جانا جائز نہیں جبکہ جہاد فرضِ عین نہ ہو ۳۰۹

۱۷۳۔ مشرک والدین ۳۱۰

بابِ چہارم

اعتقاد اور تقلید

۱۷۴۔ سُننِ الٰہی کا احترام ۳۱۲

۱۷۵۔ اوہام و خرافات کے خلافِ جنگ ۳۱۳

۱۷۶۔ کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے ۳۱۴

۱۷۷۔ پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا ۳۱۵

۱۷۸۔ جادو ۳۱۶

۱۷۹۔ تعویذ باندھنا ۳۱۸

۱۸۰۔ بدشگونی ۳۲۱

۱۸۱۔ جاہلیت کی تقلید کے خلاف جہاد ۳۲۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۸۲- اسلام میں عصبیت نہیں ۲۲۳

۱۸۳- رنگ ونسب کی کوئی اہمیت نہیں ۲۲۵

۱۸۴- نوحہ کرنا ۲۲۷

معاملات ۲۲۹

۱۸۵- حرام چیزوں کی بیع حرام ہے ۲۲۹

۱۸۶- دھوکہ کی بیع ممنوع ہے ۲۳۰

۱۸۷- قیمتوں سے کھیلنا ۲۳۱

۱۸۸- ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے ۲۳۳

۱۸۹- بازار کی آزادی میں مصنوعی مداخلت ۲۳۵

۱۹۰- دلالی جائز ہے ۲۳۶

۱۹۱- نفع اندوزی اور دھوکہ دہی حرام ہے ۲۳۶

۱۹۲- جس نے دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ۲۳۷

۱۹۳- بہ کثرت قسمیں کھانا ۲۳۸

۱۹۴- ناپ تول میں کمی کرنا ۲۳۹

۱۹۵- چوری کا مال خریدنا چور کے ساتھ مشارکت ہے ۲۴۰

۱۹۶- سُود کی حُرمت ۲۴۱

۱۹۷- حُرمتِ سُود کی مصلحت ۲۴۲

۱۹۸- سُود دینے والا اور لکھنے والا ۲۴۴

۱۹۹- آنحضورؐ قرض سے پناہ مانگتے تھے ۲۴۵

۲۰۰- زیادہ قیمت پر اُدھار بیع ۲۴۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۰۱- بیع سلم	۲۴۸
۲۰۲- محنت اور سرمایہ کا تعاون	۲۴۹
۲۰۳- سرمایہ لگانے والوں کا اشتراک	۲۵۱
۲۰۴- بیمہ کمپنیاں	۲۵۲
۲۰۵- کیا بیمہ کمپنیاں امداد باہمی کے ادارے ہیں	۲۵۴
۲۰۶- اصلاحات	۲۵۵
۲۰۷- اسلام کا انشورنش سسٹم	۲۵۵
۲۰۸- زراعتی زمین سے فائدہ اُٹھانا	۲۵۶
۲۰۹- زمین سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے	۲۵۷
۲۱۰- مزارعت	۲۵۸
۲۱۱- فاسد مزارعت	۲۵۹
۲۱۲- زمین کو نقد کرایہ پر دینا	۲۶۰
۲۱۳- زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر نہیں دینا چاہیے	۲۶۲
۲۱۴- جانوروں کے پالنے میں شرکت	۲۶۵
کھیل اور تفریح ————	۲۶۸
۲۱۵- ہر وقت یکساں کیفیت نہیں رہتی	۲۶۸
۲۱۶- رسول انسان تھے	۲۶۹
۲۱۷- دل اُکتا جاتے ہیں	۲۷۰
۲۱۸- جائز کھیل کی قسمیں	۲۷۱
۲۱۹- دوڑ میں مقابلہ	۲۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۲۰۔ کشتی لڑنا	۳۷۲
۲۲۱۔ تیر اندازی	۳۷۲
۲۲۲۔ نیزہ چلانا	۳۷۴
۲۲۳۔ گھوڑے سواری	۳۷۴
۲۲۴۔ شکار کرنا	۳۷۶
۲۲۵۔ چوسر کا کھیل	۳۷۶
۲۲۶۔ شطرنج کا کھیل	۳۷۷
۲۲۷۔ گانا اور موسیقی	۳۷۸
۲۲۸۔ جُوا شراب کا ساتھی ہے	۳۸۳
۲۲۹۔ لاٹری، ایک قسم کا جُوا ہے	۳۸۶
۲۳۰۔ سینما بینی	۳۸۶
اجتماعی روابط	
۲۳۱۔ کسی مسلمان سے ترکِ تعلق جائز نہیں	۳۹۰
۲۳۲۔ باہم صلح وصفائی	۳۹۳
۲۳۳۔ دوسروں کا مذاق نہ اُڑایا جائے	۳۹۴
۲۳۴۔ طعن وتشنیع کرنا	۳۹۵
۲۳۵۔ بُرے لقب سے پکارنا	۳۹۶
۲۳۶۔ بدگمانی	۳۹۶
۲۳۷۔ تجسّس	۳۹۷
۲۳۸۔ غیبت	۳۹۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۳۹۔	غیبت کے سلسلے میں رُخصت کے حُدود	۴۰۱
۲۴۰۔	چُغلخوری	۴۰۳
۲۴۱۔	عزّت کی حُرمت	۴۰۵
۲۴۲۔	خون کی حُرمت	۴۰۶
۲۴۳۔	قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے	۴۰۸
۲۴۴۔	معاہد اور ذمّی کے خون کی حُرمت	۴۰۹
۲۴۵۔	خون کی حُرمت کب زائل ہوتی ہے	۴۱۰
۲۴۶۔	خودکشی	۴۱۱
۲۴۷۔	مال کی حُرمت	۴۱۳
۲۴۸۔	رشوت، حرام ہے	۴۱۴
۲۴۹۔	حُکّام کے آگے ہدیئے پیش کرنا	۴۱۶
۲۵۰۔	رفعِ ظلم کے لئے رشوت	۴۱۷
۲۵۱۔	اپنے مال میں اِسراف کرنا حرام ہے	۴۱۸
	غیر مسلمین سے تعلّقات	
۲۵۲۔	اہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی رعایت	۴۲۲
۲۵۳۔	ذمّی	۴۲۳
۲۵۴۔	غیر مسلمین سے موالات کے تعلّقات اور اس کا مطلب	۴۲۵
۲۵۵۔	اسلام کی رحمتِ عامّہ جانور کو بھی شامل ہے	۴۳۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

- تعریف
- تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں
- تحلیل و تحریم اللہ ہی کا حق ہے
- حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے
- حرام چیزیں باعثِ مضرت ہیں
- حلال، حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے
- جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے
- حرام کے لئے حیلے کرنا بھی حرام ہے
- نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی
- حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشے سے مشتبہات سے بچنا
- حرام، سب کے لئے حرام ہے
- ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعریف

حلال : مباح، غیر ممنوع جس کے کرنے کی شارع نے اجازت دی ہو۔

حرام : وہ جس کی شارع نے قطعی طور پر ممانعت کی ہو اور جس کی خلاف ورزی کرنے والا آخرت میں سزا کا مستحق ہو اور بعض صورتوں میں دنیا میں بھی اس کیلئے سزا ہو۔

مکروہ : وہ جس سے شارع نے روکا ہو لیکن سختی کے ساتھ اس کی ممانعت نہ کی ہو۔ یہ درجہ میں حرام سے کم تر ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا اس سزا کا مستحق نہیں ہوتا جس سزا کا مستحق حرام کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔ البتہ اس کی مسلسل خلاف ورزی اور بے وقعتی کرنے پر حرام کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اہلِ جاہلیت جن بہت سی باتوں میں گمراہی کا شکار ہو گئے تھے اُن میں سے ایک حلال وحرام کا معاملہ بھی تھا جس میں وہ اِس طرح اُلجھ گئے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھے۔ مشرکین اور اہلِ کتاب دونوں کا طرزِ عمل یکساں تھا۔ یہ گمراہی دو انتہاؤں پر تھی۔ ایک انتہا، وہ جس پر ہندوستانی برہمنیت، مسیحی رُہبانیت اور وہ مذہبیت تھی جس کے نزدیک جسم کو اذیت دینا روا تھا اور جس نے اچھے رزق اور زینت کی چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض راہبوں کے نزدیک تو پاؤں دھونا اور حمام میں داخل ہونا بھی باعثِ گناہ تھا۔

دوسری انتہا، پر فارس کا مزدک مذہب تھا جس نے مکمل اباحیت کا نعرہ بلند کیا۔ اس مذہب میں ہر چیز جائز تھی، یہاں تک کہ عزت و حرمت بھی جس کو انسان فطرۃً مقدس مانتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں نے حلت و حرمت کا بالکل غلط معیار قائم کر رکھا تھا چنانچہ اُن کے نزدیک شراب نوشی، سُود خواری، عورتوں سے بدسلوکی اور قتلِ اولاد جیسی چیزیں بالکل جائز تھیں۔ انھوں نے قتلِ اولاد جیسے شنیع فعل کو خوشنما بنانے کے لئے کچھ باتیں گھڑلی تھیں جن کو وجہِ جواز بنا کر پیش کرتے تھے۔ مثلاً فقر و فاقہ کا اندیشہ، لڑکی کی پیدائش کا باعثِ عار ہونا اور اپنے معبودوں کے تقرب کے لئے اولاد کو بھینٹ چڑھانا وغیرہ۔ عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف انھوں نے اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنا یا زندہ درگور کرنا بالکل جائز کر لیا تھا اور دوسری طرف انھوں نے کھیت اور چوپائے جیسی بہت سی پاکیزہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں اور طرفہ تماشا یہ کہ اس حلت و حرمت کو انھوں نے اللہ کی طرف منسوب کر کے دینی حیثیت دے دی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی ان افترا پردازیوں کو یکسر باطل قرار دیا:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ "وہ کہتے ہیں یہ چوپائے اور یہ کھیت ممنوع ہے۔ اِن کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ، سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (الانعام-۱۳۸)

صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھلانا چاہیں اپنے زعم کے مطابق — اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کر دی گئی ہیں اور کچھ چوپایوں پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے اس پر افتراء کرتے ہوئے۔ اللہ عنقریب انھیں اس افتراء پردازی کا بدلہ دے گا۔"

اسلام آیا تو یہ گمراہی اور حلال وحرام کے معاملہ میں یہ بے راہ روی موجود تھی۔ اس نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ تشریع کے اصول مقرر کئے اور ان کو حلت و حرمت کی اساس بنایا جس کے نتیجہ میں اعتدال و توازن پیدا ہوا اور عدل کا صحیح معیار قائم ہوا، نیز اس کی بدولت اُمّتِ مسلمہ گمراہی اور انحراف کی راہ اختیار کرنے والے — دائیں اور بائیں — گروہوں کے درمیان اُمّتِ وسط (اعتدال پر قائم رہنے والی اُمّت) قرار پائی جسے اللہ تعالیٰ نے خیرِ اُمّت کے لقب سے نوازا۔

۱۔ تمام اشیاء اصلاً مُباح ہیں

اسلام نے جو پہلا اُصول مقرر کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلاً حلال اور مُباح ہیں۔ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کی حُرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نص وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر صحیح نص موجود نہ ہو — بلکہ ضعیف ہو — یا حُرمت پر صریح طور سے دلالت نہ کرتی ہو تو اصل اِباحت برقرار رہے گی۔

علمائے اسلام اِس بات کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء اور منفعتیں اصلاً مباح اور جائز ہیں۔ اُن کا استدلال قرآن کی درجِ ذیل آیات سے ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ-۲۹) "وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کر دیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۔

(الجاثیہ - ۱۳)

"اُس نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اپنی طرف سے مسخر کر دیں۔"

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۔

(لقمان - ۲۰)

"تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اِتمام کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو انسان کے لئے مسخر کر کے اس پر احسان فرمایا ہے، لہٰذا یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا کر ان کے استفادہ سے انھیں محروم کرے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے صرف چند چیزوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی کسی خاص سبب یا مصلحت کی بنا پر جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ گویا اسلامی شریعت میں محرّمات کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ برعکس اس کے حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حُرمت کے احکام پر مشتمل نصوص جو صحیح بھی ہوں اور صریح بھی، بہت کم ہیں اور باقی تمام چیزیں جن کی حلّت یا حُرمت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے مباح الاصل ہیں اور ان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ۔ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يَنْسٰى شَيْئًا۔ وَتَلَا (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ مریم - ۶۴)

(الحاکم والبزار)

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا ہے، وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا ہے، وہ حرام ہے اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس فیاضی کو قبول کرو، کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپؐ نے سورۂ مریم کی آیت (اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی) تلاوت فرمائی۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمَنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا لَكُمْ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر اور گورخر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے، اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے۔ رہیں وہ چیزیں جن سے سکوت اختیار فرمایا ہے تو وہ معاف ہیں"۔

(الترمذی، وابن ماجۃ)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جزئیات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ ایک ایسا قاعدہ بیان فرمایا کہ جس سے حلال و حرام میں بآسانی تمیز کی جا سکتی ہے۔ اس کے پیشِ نظر یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ نے کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ جو چیزیں ان کے ماسوا ہیں وہ آپ ہی حلال و طیب قرار پاتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً بِكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا۔ (الدارقطنی)

"اللہ نے فرائض کو لازم کیا ہے لہٰذا انھیں ضائع نہ کرو اور حدود مقرر کر دیئے ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ جن چیزوں کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن چیزوں کے بارے میں اس نے دانستہ سکوت اختیار فرمایا ہے تو یہ سکوت تمہارے لئے باعثِ رحمت ہے لہٰذا ایسی چیزوں کے بارے میں بحث میں نہ پڑو"۔

یہاں یہ واضح کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مباح الاصل ہونے کا دائرہ اشیاء و اعیان تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں وہ افعال و تصرفات بھی شامل ہیں جو عبادات کے قبیل سے نہیں ہیں، اور جن کو اصطلاحاً عادات و معاملات کہا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ "اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام ٹھہرائی ہیں" (الانعام - ۱۱۹)

اشیاء اور افعال دونوں کو شامل ہے۔ البتہ عبادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان دینی اُمور کا علم وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور ان ہی اُمور کے متعلق حدیث میں آیا ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ "جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے جو اس سے متعلق نہیں ہے وہ قابلِ رد ہے" (متفق علیہ)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دین دو حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور دوسرے یہ کہ اللہ کی عبادت اُسی طریقہ پر کی جائے جو اللہ نے مشروع فرمایا ہے، لہٰذا جو شخص بھی اپنی جانب سے عبادت کا نیا طریقہ نکالے ــــ خواہ وہ کوئی شخص ہو ــــ وہ لازماً گمراہی اور ضلالت ہے جسے رد کیا جانا چاہئے۔ حقیقۃً عبادت کے طور طریقے جو تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں، مقرر کرنے کا حق شارع اور صرف شارع کو پہنچتا ہے۔

البتہ عادات و معاملات کی نوعیت اس سے مختلف ہے۔ ان طور طریقوں کو شارع نے نہیں بلکہ لوگوں نے قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ عمل درآمد کرتے رہتے ہیں۔ شریعت تو ان کی تصحیح و تہذیب اور ان میں اعتدال و توازن پیدا کرنے کا کام انجام دیتی رہی ہے۔ اور جن باتوں میں کوئی خرابی اور ضرر نہیں تھا ان کو اس نے برقرار رکھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اقوال و افعال میں بندوں کے تصرف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم عبادات کی ہے جن سے دینی حالت درست ہوتی ہے اور دوسری قسم عادات کی ہے جن کی ضرورت دُنیوی معاملات میں ہوتی ہے۔ شریعت کے اصولوں کا مطالعہ کرنے سے یہ قاعدہ کلیہ اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ عبادات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن کو اللہ نے واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے اُن کی یہ حیثیت شریعت ہی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ رہیں عادات تو دنیا کے معاملات میں لوگ ضرورۃً ان کے عادی ہوتے ہیں اور وہ اصلاً غیر ممنوع ہیں اس لئے جن چیزوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے اُن کے علاوہ کسی اور چیز کو ممنوع نہیں قرار دیا جا سکتا۔ امر و نہی کا معاملہ درحقیقت قانونِ الٰہی سے متعلق ہے اور عبادت کا معاملہ بھی سراسر اسی کے حکم پر موقوف ہے، لہٰذا جس بات کا حکم اس کی طرف سے نہیں ملا اُس کی ممانعت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

اسی لئے امام احمد اور دیگر فقہائے اہلِ حدیث اس بات کے قائل ہیں کہ عبادات اصلاً توقیفی (جن کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے) ہیں لہٰذا مشروع وہ ہے جسے اللہ نے مشروع کیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہم پر صادق آئے گا کہ

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ۔ (الشوریٰ۔ ۲۱)

"کیا اُن کے ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے دین کے وہ طریقے مقرر کئے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی"

البتہ عادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اصلاً مباح ہیں، اس لئے اس قبیل کی صرف ان چیزوں سے روکنا چاہئے جن کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہم پر صادق آئے گا:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔

"کہو! تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لئے نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی کو تم نے حرام اور کسی کو حلال ٹھہرایا؟"

(یونس۔ ۵۹)

یہ نہایت ہی اہم اور مفید اصول ہے اور اس اصول کے پیشِ نظر ہم کہتے ہیں کہ بیع، ہبہ، اجارہ وغیرہ عادات کے قبیل سے ہیں جن کے لوگ روزمرہ کی زندگی میں ضرورت مند ہوتے ہیں مثلاً کھانا، پینا اور لباس۔ شریعت نے ان عادات کو آدابِ حسنہ سے سنوارا ہے۔ جن عادات میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرابی تھی ان کو حرام ٹھہرایا اور جو ضرورت کے قبیل سے تھیں اُن کو لازم کر دیا۔ اسی طرح جو عادات نامناسب تھیں اُن کو ناپسندیدہ ٹھہرایا اور جن باتوں میں مصلحت کا پہلو غالب تھا اُن کو مستحب قرار دیا۔

اِس حقیقت کے پیشِ نظر لوگ اپنی مرضی کے مطابق لین دین اور اُجرت پر معاملہ کرنے کے لئے آزاد ہیں جب تک کہ شریعت سے کسی چیز کی حُرمت ثابت نہ ہو جائے۔ اس کی مثال خورد و نوش ہے کہ لوگ محرّمات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق کھا پی سکتے ہیں ــــ اگرچہ کہ بعض چیزیں استحباب اور بعض چیزیں کراہت کے درجہ میں ہوتی ہیں ــــ لیکن جب تک شریعت پابندی عائد نہ کرے وہ اپنی اصل اطلاقی حالت پر باقی رہتی ہیں۔" (القواعد النورانیۃ الفقہیۃ ـ تالیف ابن تیمیہ ص ۱۱۲، ۱۱۳)

اس اصول کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے:

كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ، فَلَوْ كَانَ شَيْئٌ يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْآنُ.

"ہم عزل کیا کرتے تھے درآنحالیکہ قرآن نازل ہو رہا ہوتا۔ اگر کوئی بات ایسی ہوتی جس کی ممانعت کی جانی چاہئے تھی تو قرآن اس سے منع کرتا۔"

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں وحی نے سکوت اختیار کیا ہے وہ نہ حرام ہے اور نہ اس سے روکا گیا ہے۔ ایسی تمام چیزیں لوگوں کے لئے جائز ہیں جب تک کہ ممانعت پر دلالت کرنے والی کوئی نص سامنے نہ آجائے۔ اس معاملہ میں صحابہؓ کا فہم ان کے کمالِ تفقہ کی علامت ہے۔

الغرض اس سے اسلام کے اس مہتم بالشان اصول کا تعین ہو جاتا ہے کہ عبادت وہی مشروع ہے جسے اللہ نے مشروع کیا ہے اور عادات سے متعلق کوئی چیز اللہ کی تحریم کے بغیر حرام نہیں ہوتی۔

۲۔ تحلیل و تحریم اللہ ہی کا حق ہے

اسلام نے دوسرا اصول یہ مقرر کیا کہ اقتدارِ جو تحلیل و تحریم کے اختیارات کا اصل سرچشمہ ہے، مخلوق کا نہیں بلکہ صرف خالق کا حق ہے۔ عالم ہوں یا درویش، بادشاہ ہوں یا،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکمران کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بندگانِ خدا پر کسی چیز کو حرام ٹھہرائے۔ جو شخص بھی اس کی جسارت کرے گا وہ حد سے تجاوز کرنے اور اللہ کے تشریعی حقوق میں زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ اس کی اتباع کرنا اور اپنے عمل سے اس پر اظہارِ رضامندی کرنا شرک کے مترادف ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔ (الشوریٰ-۲۱)

"کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کے وہ طریقے مقرر کئے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی"؟

یہود و نصاریٰ نے تحلیل و تحریم کے اختیارات اَحبار و رُہبان کو دے رکھے تھے جس پر قرآن نے سخت نکیر فرمائی:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ-۳۱)

"انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رُہبان کو اپنا رب بنا لیا اور مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں ایک الٰہ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پاک ہے وہ اُن کی اِن مشرکانہ باتوں سے"۔

حدیث میں ہے:

وَقَدْ جَاءَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — وَكَانَ دَانَ بِالنَّصْرَانِيَّةِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ — فَلَمَّا سَمِعَ النَّبِيَّ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْهُمْ. فَقَالَ: بَلٰى، اِنَّهُمْ حَرَّمُوْا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ وَاَحَلُّوْا لَهُمُ الْحَرَامَ فَاتَّبَعُوْهُمْ، فَذٰلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاهُمْ. (الترمذی)

"عدی بن حاتم جنہوں نے اسلام سے پہلے نصرانیت قبول کر لی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو عرض کیا، یا رسول اللہ! ان لوگوں نے احبار و رُہبان کی عبادت تو نہیں کی۔ آپؐ نے فرمایا، کیوں نہیں؟ انہوں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا تھا اور ان لوگوں نے اُن کی اتباع کی۔ احبار و رُہبان کی عبادت کا یہی مطلب ہے"۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

اَمَا اَنَّھُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْبُدُوْنَھُمْ وَلٰکِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَھُمْ شَیْئًا اِسْتَحَلُّوْہُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَیْھِمْ شَیْئًا حَرَّمُوْہُ۔	"یہ لوگ احبار و رہبان کی پرستش نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور ان کے حرام کئے ہوئے کو حرام کر لیتے تھے۔"

نصاریٰ اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ مسیح علیہ السلام نے آسمان پر جاتے ہوئے اپنے شاگردوں کو یہ اختیار تفویض فرمایا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں حلال و حرام ٹھہرائیں۔ چنانچہ انجیل متی میں ہے:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ جو کچھ تم زمین پر باندھو گے وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تم زمین پر کھولو گے وہ آسمان پر کھلے گا۔" (متی ۱۸:۱۸)

اسی طرح قرآن نے تحلیل و تحریم کے معاملہ میں مشرکین کے طرز عمل کو بھی غلط قرار دیا:

قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ۔ (یونس-۵۹)	"کہو تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لئے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرا لیا؟ کہو اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افتراء کر رہے ہو؟"

نیز فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ○ (النحل-۱۱۶)	"یہ جو تمہاری زبانیں اللہ پر افتراء کرتے ہوئے جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تو ایسی باتیں نہ کرو۔ جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔"

ان روشن آیات اور واضح احادیث سے فقہائے اسلام نے قطعی طور پر جان لیا کہ حلت و حرمت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا اختیار اللہ وحدہٗ ہی کو ہے اور وہ اپنی کتاب یا رسول کی زبانی لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کرتا ہے۔ اور فقہاء کا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ اس حلت و حرمت کو بیان کریں۔ شریعت سازی ان کا کام نہیں۔ یہ فقہاء اجتہاد و امامت کی صلاحیت رکھنے کے باوجود فتویٰ دینے سے احتراز کرتے تھے اور یہ کام دوسروں کے سپرد کرتے تھے، اس اندیشہ سے کہ غلطی سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کر بیٹھیں۔

امام شافعیؒ نے "کتاب الام" میں قاضی ابو یوسف سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

"میں نے بہت سے اہلِ علم مشائخ کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینا پسند نہیں کرتے اور کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے کے بجائے کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے بلا تفسیر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن سائب جو ممتاز تابعی ہیں، کہتے ہیں کہ اس بات سے بچو کہ تمہارا حال اُس شخص کا سا ہو جائے جو کہتا ہے کہ اللہ نے فلاں چیز حلال کی ہے یا اُسے پسند ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہ میں نے اس کو حلال کیا تھا اور نہ مجھے پسند تھی۔ اسی طرح تمہارا حال اس شخص کا سا بھی نہ ہو جائے جو کہتا ہے کہ فلاں چیز اللہ نے حرام کر دی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ میں نے نہ اسے حرام کیا تھا اور نہ اس سے روکا تھا۔ ابراہیم نخعی سے جو کوفہ کے ممتاز فقہائے تابعین میں سے ہیں، منقول ہے کہ جب ان کے اصحاب فتویٰ دیتے تو یہ مکروہ ہے یا اس میں کوئی حرج نہیں کے الفاظ استعمال کرتے، کیونکہ کسی چیز پر حلت و حرمت کا حکم لگانے سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ بات اور کیا ہو سکتی ہے"۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ سے منقول ہے کہ سلفِ صالحین حرام کا اطلاق اسی چیز پر کرتے تھے جس کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہوتی۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سوال کے جواب میں فرماتے "میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں یا اچھا نہیں سمجھتا یا یہ پسندیدہ نہیں ہے"۔ یہی امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور دیگر تمام ائمہ سے منقول ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے

اسلام نے اُن لوگوں کی مذمت کی ہے جو تحلیل و تحریم کے مختار بن جاتے ہیں۔ خاص طور سے اُس نے حلال کو حرام کرنے والوں پر شدید گرفت کی ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان بلاوجہ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تعمق پسندانہ مذہبیت کا رُجحان پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمق و تشدد کے رُجحان کو سختی سے دبایا اور اس قسم کا رویہ اختیار کرنے والوں کی سخت مذمت کی۔ آپؐ نے فرمایا،

اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ، "آگاہ ہو جاؤ! کہ دین میں تعمق و تشدد پیدا کرنیوالے ہلاک ہو گئے،
اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ، آگاہ ہو جاؤ کہ دین میں تعمق و تشدد پیدا کرنیوالے ہلاک ہو گئے،
اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ دین میں تعمق و تشدد پیدا کرنیوالے ہلاک ہو گئے"

(مسلم، احمد، ابوداؤد)

اور رسالتِ محمدیؐ کی خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ:

بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ ۔ (احمد) "میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو حنیف بھی ہے اور فراخ بھی ہے"

چنانچہ یہ دین عقیدہ و توحید کے معاملہ میں حنیف اور شریعت و اعمال کے معاملہ میں فراخ ہے۔

شرک اور حلال کو حرام کرنے کا فعل اس کی بالکل ضد ہے۔ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ وَ اِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَ اَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِیْ مَا لَمْ اُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا ۔ (مسلم)

"میں نے اپنے بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کیا ہے لیکن شیطانوں نے انہیں بہکایا اور اُن پر اُن چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ اُن کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریکِ خدا ہونے کی میں نے ہرگز سند نازل نہیں کی"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے واضح ہے کہ حلال کو حرام کرنا شرک کے قبیل سے ہے۔ اسی لئے قرآن نے مشرکین عرب کے شرک، بُت پرستی اور کھیتی اور چوپایوں جیسی پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے پر سخت نکیر کی۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ان ہی کے حرام کردہ چوپائے تھے۔ چنانچہ جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی اور آخری بچہ نر ہوتا تو یہ مشرکین اس اونٹنی کے کان کاٹ ڈالتے اور اس پر سواری کو ممنوع قرار دے کر اسے اپنے معبودوں کے لئے چھوڑ دیتے۔ پھر اس کو ذبح کرنا اور اس پر بار برداری کرنا سب حرام ہو جاتا۔ اس کو پانی کے گھاٹ یا چراگاہ سے ہٹایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا نام انہوں نے بحیرہ یعنی کان کٹی ہوئی اونٹنی رکھا تھا۔ اسی طرح سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو کوئی شخص اپنے سفر سے واپس آجانے یا مرض سے شفایاب ہو جانے پر اپنے معبودوں کے نام چھوڑ دیتا۔ بکری اگر مادہ جنتی تو اس کو اپنا حق سمجھتے اور اگر نر جنتی تو وہ ان کے معبودوں کا حق ہوتا۔ اور اگر نر و مادہ دونوں جنتی تو نر کو اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرنے کے بجائے اسے آزاد چھوڑ دیتے اور اس کا نام وصیلہ رکھتے اسی طرح اُس اونٹ کو جس کے بچّے کا بچّہ بار برداری کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے اونٹ پر سواری اور بار برداری کو ممنوع قرار دیتے اور اس کا نام حام رکھتے۔

قرآن نے اس تحریم کو منکر قرار دیا اور اس قسم کی گمراہیوں میں اپنے آباء کی تقلید کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ فرمایا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ، وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ،	"اللہ نے نہ بحیرہ مقرر کیا ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ جب انھیں دعوت دی جاتی ہے کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے اُتاری ہے اور اُس کے رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ○ (المائدہ۔ ۱۰۴،۱۰۳)

کیا یہ اُس صورت میں بھی اپنے باپ دادا کی تقلید کریں گے جبکہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ ہدایت پر رہے ہوں؟

سورۂ اعراف میں اصل حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ (الاعراف۔ ۳۲)

"کہو، کس نے حرام ٹھہرایا ہے اللہ کی اُس زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو؟"

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا، وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ (الاعراف۔ ۳۳)

"کہو، میرے رب نے تو جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ یہ ہیں: بے حیائی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے، گناہ، ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی سند اللہ نے نہیں نازل کی۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف منسوب کر کے کوئی ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں۔"

تحلیل و تحریم کی یہ بحث مکی سورتوں میں آئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی نظر میں یہ مسئلہ فروعات و جزئیات کا نہیں بلکہ اصول و کلیات کا ہے۔

مدینہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جن کے اندر شدت پسندی اور طیبات کو اپنے نفس پر حرام کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے محکم آیات نازل فرما کر ان کو حدود اللہ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا، إِنَّ اللَّهَ

"اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○

(المائدہ - ۸۷، ۸۸)

اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو حلال و طیب رزق اللہ نے تم کو بخشا ہے اُسے کھاؤ اور اُس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

۴۔ حرام چیزیں باعثِ مضرت ہیں

اللہ تعالیٰ انسانوں کا خالق ہے اور ان پر اُس کے بے شمار احسانات ہیں، اس لئے یہ اُسی کا حق ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے انسان کے لئے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام ٹھہرائے۔ اس پر اعتراض کرنے یا اس کی نافرمانی کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ اُس کی ربوبیت کا حق اور اُس کی بندگی کا صریح تقاضا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال معقول وجوہ ہی کی بنا پر ٹھہرایا ہے اور انسان کا حقیقی مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ اللہ نے پاکیزہ چیزوں ہی کو حلال اور ناپاک چیزوں ہی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

البتہ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے بعض اچھی چیزیں بھی حرام کر دی تھیں جو اُن کی سرکشی کی وجہ سے سزا کے طور پر تھیں، لیکن جب اس نے اپنے آخری نبیؐ کو دائمی دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تو اُس کی رحمت اِس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس بوجھ کو ہلکا کر دیا جائے۔ گناہوں کے کفارہ کے لئے بھی اسلام نے طیبات کو حرام نہیں کیا بلکہ کفارہ کی ادائیگی کی دوسری شکلیں متعین کر دیں چنانچہ خالص توبہ گناہوں کو اس طرح صاف کرتی ہے جس طرح پانی گندگی کو۔ اسی طرح نیکیاں بُرائیوں کو دُور کرتی ہیں اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ علاوہ ازیں مصائب و آلام میں گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں جس طرح موسمِ خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔ اسی لئے اسلام کی یہ حقیقت معروف ہو گئی کہ اس نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ خرابی و مضرت کا باعث ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ جو چیز خالص مضرت کی تھی اس کو حرام کر دیا اور جو چیز خالص منفعت کی تھی اس کو حلال کر دیا۔ اسی طرح جس کی مضرت منفعت سے زیادہ تھی اس کو حرام اور جس کی منفعت زیادہ تھی اس کو حلال قرار دیا۔ اس کی صراحت قرآن نے شراب اور جوئے کے معاملہ میں کی ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔

"وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔"

(البقرۃ — ۲۱۹)

ایک مسلمان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ان خباثتوں اور مضرتوں کو جان لے جن کی وجہ سے اسلام نے کسی چیز کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اس کا علم کم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی خباثت ابھی ظاہر نہ ہوئی ہو اور کسی دوسرے زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ مومن کا کام تو ہمیشہ سمع و طاعت ہے۔

خنزیر (سُوّر) ہی کی مثال لیجئے۔ اللہ نے اس کا گوشت حرام کیا، لیکن اس وقت اس کی علّت مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آئی سوائے اس کے کہ یہ نجس جانور ہے، لیکن زمانہ کی ترقی نے یہ انکشاف کیا کہ اس میں مہلک جراثیم اور کیڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ انکشاف نہ ہوا ہوتا، یا آئندہ مزید انکشافات ہو جائیں تب بھی ایک مسلمان اپنے اس عقیدہ پر قائم رہے گا کہ سُوّر کا گوشت حرام ہے۔

دوسری مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے واضح ہے:

اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ: اَلْبِرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَالظِّلِّ۔

"تین باتوں سے بچو جو موجبِ لعنت ہیں: پانی پینے کی جگہوں، وسطِ راہ اور سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا۔"

(ابوداؤد، ابن ماجہ، الحاکم والبیہقی)

اس حدیث کا مطلب قرونِ اُولیٰ میں صرف اس حد تک سمجھا گیا کہ یہ بُری باتیں ہیں جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقلِ سلیم اور شائستگی کے خلاف ہیں، لیکن علمی انکشافات کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ چیزیں عام صحت کے لئے سخت مُضر ہیں، کیونکہ ان سے خطرناک قسم کے متعدی امراض پھیلتے ہیں۔

اس طرح علم کی روشنی جتنی پھیلے گی اور انکشافات کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا اسلام کی وہ مصلحتیں بھی واضح ہوتی چلی جائیں گی جو اس کے حلال و حرام میں بلکہ پورے تشریعی نظام میں پوشیدہ ہیں۔ اور مصلحتیں کیسے نہیں ہوں گی جبکہ یہ شریعت اس ہستی کی طرف سے ہے جو علیم و حکیم ہونے کے ساتھ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ، وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (البقرۃ - ۲۲۰)	"اللہ بگاڑ پیدا کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور بھلائی کرنے والے کو بھی۔ اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی"

۵۔ حلال حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے

اسلام کمال درجہ کی خوبیوں کا دین ہے اور اس نے لوگوں کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اُس نے جس چیز کو ہم پر حرام ٹھہرایا ہے اس کا نعم البدل ضرور عطا کیا ہے۔ ایسا نعم البدل جس سے لوگوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور وہ حرام سے بے نیاز بھی ہو جائیں۔ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے اس پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

اسلام نے پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کو حرام ٹھہرایا اور اس کے بدل کے طور پر دعائے استخارہ عطا فرمائی۔

سُود کو حرام کیا تو اُس کے عوض نفع بخش تجارت کو جائز کیا۔

جُوئے کو حرام کر دیا اور اُس کی بجائے اس مال کا کھانا جائز کر دیا جو گھوڑے، اونٹ اور تیروں کے اُن مقابلوں کے ذریعہ حاصل ہو جو شرعاً مفید خیال کئے گئے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ریشم مردوں پر حرام کیا لیکن اُس کے عوض اُون، کتان اور رُوئی کے انواع واقسام کے لباس فاخرہ سے نوازا۔

زنا اور لواطت کو حرام ٹھہرایا اور ان کی بجائے نکاح کو حلال ٹھہرایا۔

منشیات کو حرام کیا لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر لذیذ مشروبات عطا کئے جو رُوح اور بدن دونوں کے لئے مفید ہیں۔

کھانے کی چیزوں میں جہاں ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا وہاں پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔

اگر ہم اسلام کے جملہ احکام کا تتبّع کریں تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اگر ایک جانب سے تنگی پیدا کی ہے تو دوسری جانب سے وسعت کا دروازہ بھی کھول دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مشقت اور سختی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا بلکہ اُن کے لئے آسانی پیدا کرنا اور اُن کو خیر، ہدایت اور رحمت سے نوازنا چاہتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۝

(النساء - ۲۶ تا ۲۸)

" اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنے احکام واضح کر دے اور تمہیں اُن لوگوں کے طریقوں کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے بھٹک کر دُور نکل جاؤ، اللہ تم پر سے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶- جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے

اسلام کا اصول یہ ہے کہ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔ اس طرح اسلام نے حرام کے ذرائع کا بھی سدِّباب کیا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے زنا کو حرام کیا تو اس کے مقدمات و محرّکات کو بھی حرام کر دیا۔ مثلاً تبرّجِ جاہلیہ، گناہ آمیز خلوت، بے جا اختلاط، برہنہ تصاویر، عُریاں لٹریچر اور فحش گانے وغیرہ۔ اسی بنا پر فقہاء نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ "جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے"۔

یہ قاعدہ اسلام کے اس اصول کے عین مطابق ہے کہ گنہگار صرف وہ شخص نہیں ہے جو حرام کا مرتکب ہوا ہے، بلکہ اس گناہ میں وہ تمام لوگ شریک ہیں جو اس کام میں کسی نہ کسی حیثیت سے معاون رہے ہیں۔ خواہ تعاون کی نوعیت مادّی رہی ہو یا لٹریری۔ حرام کے معاملہ میں جس قدر وہ تعاون کرتے رہے ہیں اسی قدر ان کا گناہ میں حصّہ ہے۔ چنانچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہ صرف شراب پینے والے پر لعنت فرمائی ہے، بلکہ نچوڑنے والے، اُٹھا کر لے جانے والے اور جس کے لئے اُٹھا کر لے جائی جائے ان سب پر نیز اس کی قیمت کھا جانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ اسی طرح سُود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی دستاویز لکھنے والے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا جو چیز حرام میں معاونت کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے اور جو شخص حرام میں معاونت کرے گا وہ گناہ میں شریک ہو گا۔

۷- حرام کے لئے حیلے کرنا بھی حرام ہے

اسلام نے جہاں ان ظاہری وسائل کو حرام کیا جو محرّمات کا باعث ہوں وہاں اُس نے اُن خُفیہ ذرائع اور شیطانی حیلوں کو بھی حرام قرار دیا جن کے پسِ پردہ حرام کو حلال کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے لئے جو حیلہ بازیاں کی تھیں اُن کی اسلام نے سخت مذمت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَ الْيَهُوْدُ وَ تَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِاَدْنَى الْحِيَلِ۔ (اغاثۃ اللھفان۔ج ا ص ۳۴۸)

"یہودیوں نے جس کا ارتکاب کیا اُس کا تم ارتکاب نہ کرو کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ حیلوں کے ذریعہ حلال کرنے لگو"

یہودیوں پر اللہ نے سبت (سنیچر) کے دن شکار کرنا حرام کر دیا تھا، لیکن انہوں نے حیلہ کر کے حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ وہ جمعہ کے دن خندقیں کھودتے تا کہ سبت (سنیچر) کے دن مچھلیاں اس میں آ کر جمع ہو جائیں اور اتوار کے دن وہ اُن کو پکڑ سکیں۔ ان حیلہ بازوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز تھا، لیکن فقہائے اسلام کے نزدیک حرام ہے، کیونکہ یہ بات حکمِ خداوندی کے خلاف ہے جس کا منشا ہی یہ تھا کہ وہ شکار سے رُک جائیں۔ خواہ شکار براہِ راست ہو یا بالواسطہ۔

کسی حرام چیز کا نام یا اس کی صورت بدل دینا جبکہ اس کی اصل حقیقت اپنی جگہ برقرار ہو ناجائز قسم کا حیلہ ہی ہے۔ محض نام یا صورت کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر لوگ نئی نئی صورتیں ایجاد کرنے لگیں اور سُود جیسی ناپاک چیز کے لئے حیلہ بازی پر اُتر آئیں یا شراب کا کوئی خوبصورت نام رکھ کر پینا جائز کر لیں تو ایسی صورت میں ان کی حُرمت اور گناہ میں کوئی فرق واقع نہ ہو گا۔ حدیث میں یہ پیشگی انتباہ موجود ہے کہ:

لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا۔ (احمد)

"میری اُمت کا ایک گروہ شراب کا نام بدل کر اس کو حلال کر لے گا"

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الرِّبَا بِاِسْمِ الْبَيْعِ۔

"ایک زمانہ آئے گا جب لوگ سُود کو بیع کے نام سے حلال کر لیں گے"

(اغاثۃ اللھفان۔ج ا ص ۳۵۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ زمانہ کی نیرنگیاں ہیں کہ لوگوں نے اخلاق سوز رقص کا نام "فن" رکھ دیا ہے اور شراب کو "مشروباتِ روحیہ" اور سود کو "فائدہ" کے نام سے موسوم کر بیٹھے ہیں۔

۸- نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی

یہ بات صحیح ہے کہ اسلام نے شرعی معاملات میں نیک ارادہ اور نیک نیتی کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى۔ (البخاری)

"اعمال میں اعتبار نیت کا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اُس نے نیت کی۔"

نیک نیتی کی بنا پر مباح اور عادات کے قبیل کے کام طاعت و تقرب کے کام بن جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اس نیت سے کھانا کھاتا ہے کہ بقائے حیات اور تقویتِ بدن کے اس ذریعہ سے وہ اپنے رب کے عائد کردہ فرائض اور اپنی ملّی ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا تو اُس کا کھانا اور پینا سب عبادت و تقرب ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی بیوی سے اولاد کے لئے یا پاکدامنی کی خاطر مباشرت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت ہی ہے جس پر وہ اجر کا مستحق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ أَلَيْسَ إِنْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي حَلَالٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ۔ (متفق علیہ)

"تم میں سے کسی کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرے گا اور اُسے اجر بھی ملے گا؟ فرمایا، اگر وہ حرام مباشرت کا مرتکب ہوتا تو کیا وہ گنہگار نہ ہوتا؟ اسی طرح وہ جائز مباشرت کرنے پر اجر کا مستحق ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز حدیث میں آیا ہے:

وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَسَعْيًا عَلَى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ (الطبرانی)

"جو شخص دنیا کی جائز چیزوں کا طلب گار ہو اپنی خودداری کو باقی رکھنے، اپنے اہل و عیال کا نفقہ ادا کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربان ہونے کی غرض سے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔"

اس طرح ہر جائز کام جو مومن انجام دیتا ہے حُسنِ نیت کی بنا پر عبادت بن جاتا ہے۔ برعکس اس کے حرام حرام ہی رہتا ہے خواہ اس کا ارتکاب کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ کیوں نہ کیا جائے اور کتنا ہی اعلیٰ مقصد کیوں نہ پیشِ نظر ہو۔ اسلام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ حرام کو بنایا جائے۔

اسلام میں مقصد کا اعلیٰ ہونا اور اس کے حصول کے ذرائع کا پاکیزہ ہونا دونوں ہی مطلوب ہیں۔ اسلامی شریعت اس قاعدہ کو ہرگز تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ "مقصد ہر قسم کے ذریعہ کو جائز کر دیتا ہے" اور نہ اُس کے نزدیک یہ اصول ہی قابلِ قبول ہے کہ "صحیح مقصد کے حصول کے لئے بہ کثرت غلط طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں"۔ برخلاف اس کے اسلام یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ صحیح مقصد کے لئے صحیح طریقے ہی اختیار کئے جائیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اس غرض سے سُود، رشوت، حرام کھیل، جُوا اور دیگر محظورات کے ذریعہ روپیہ کماتا ہے کہ وہ مسجد تعمیر کرے گا یا رفاہی خدمت انجام دے گا تو مقصد کی یہ پاکیزگی حُرمت کو رفع نہیں کرتی۔ کیوں کہ اسلام میں مقاصد اور نیتیں حرام پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ الْمُرْسَلِينَ

"اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اہلِ ایمان کو اُس نے اُس بات کا حکم دیا جس کا حکم کہ اس نے اپنے رسولوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ" (سورۃ المومنون-۵۱) وَقَالَ "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" (سورۃ البقرۃ-۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ" وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟ - (مسلم والترمذی)

دیا۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا: "اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے"۔ نیز فرمایا: "اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ"۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شخص طویل سفر طے کرتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ بال پریشان ہیں، پاؤں غبار آلود ہیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے "اے رب، اے رب" لیکن اس کا کھانا حرام، پینا حرام، پوشش حرام اور حرام کھا کر ہی وہ پلا ہے، تو ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟"

اور فرمایا:

مَنْ جَمَعَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فِيْهِ أَجْرٌ، وَكَانَ إِصْرُهٗ عَلَيْهِ
(ابن خزیمہ وابن حبان والحاکم)

"جس نے حرام مال جمع کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے بلکہ اس پر (حرام کمائی کے) گناہ کا بار ہے"

نیز فرمایا:

لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا حَرَامًا فَيَتَصَدَّقُ بِهٖ فَيُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْهِ، وَلَا يَتْرُكُهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ إِلَّا كَانَ زَادَهٗ إِلَى النَّارِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ، وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ

"بندہ حرام مال کما کر جو صدقہ کرتا ہے وہ قبول نہیں ہوتا۔ اس میں سے جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے اس میں برکت بھی نہیں ہوتی اور جو اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ جہنم کے لئے زادِ راہ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا، بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ ۔ گندگی گندگی کو نہیں مٹاتی ۔"

(احمد)

۹۔ حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے مشتبہات سے بچنا

اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ اُس نے حلال و حرام کا معاملہ لوگوں پر مُبہم نہیں رکھا بلکہ حلال کو واضح کر دیا اور حرام کی تفصیل بیان کر دی ۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ۔ "اُس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام کر دی ہیں"

(الانعام - ۱۱۹)

لہٰذا جو چیز واضح طور پر حلال ہے اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو چیز واضح طور پر حرام ہے اُس کو غیر اضطراری حالت میں اختیار کرنے کی رُخصت نہیں ہے ۔ علاوہ ازیں ایک دائرہ واضح حلال اور واضح حرام کے درمیان مشتبہات کا بھی ہے ۔ ایسے اُمور میں لوگ اِلتباس محسوس کرنے لگتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کبھی تو دلائل ہی غیر واضح ہوتے ہیں اور کبھی نص کو پیش آمدہ واقعہ پر منطبق کرنا سخت اُلجھن کا باعث بن جاتا ہے ۔ اس قسم کے مشتبہ اُمور سے بچنے کا نام اسلام میں توَرُّع ہے ۔ یہ توَرُّع سدِّ ذریعہ کا کام دیتا ہے اور انسان کی صحیح ڈھنگ پر تربیت کرتا ہے، ورنہ اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی مشتبہات میں پڑ کر حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے ۔ یہ اصول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر مبنی ہے :

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذٰلِكَ اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ ، لَا يَدْرِىْ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَمِنَ الْحَلَالِ هِىَ اَمِ الْحَرَامِ ، فَمَنْ تَرَكَهَا اِسْتِبْرَاءً لِّدِيْنِهٖ

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کو نہیں معلوم کہ آیا یہ حلال ہیں یا حرام ۔ تو جو شخص اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچانے کے لئے ان سے احتراز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَعِرْضِهٖ فَقَدْ سَلِمَ، وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِنْهَا يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَ الْحَرَامَ كَمَا اَنَّ مَنْ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ۔ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ۔

(البخاری ومسلم والترمذی)

کرے گا وہ سلامتی میں رہے گا۔ لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوگا تو اس کا حرام میں مبتلا ہونا بعید نہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنے جانور ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے تو ان کے اندر داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ سنو! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور سنو! اللہ کی ممنوعہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں"۔

۱۰۔ حرام سب کے لئے حرام ہے

اسلامی شریعت میں حرام کا حکم عام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز عجمی کے لئے تو حرام ہو اور عربی کے لئے حلال، کالے کے لئے ممنوع ہو اور گورے کے لئے مباح، اور نہ ہی کسی چیز کا جواز یا رُخصت کسی مخصوص طبقہ یا گروہ کے لئے ہے کہ کاہن، احبار، بادشاہ یا شرفاء نام کا فائدہ اُٹھا کر اپنی نفس پرستی کا سامان کرتے رہیں۔ اصل میں مسلمان کی بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ ایک چیز مسلمان کے لئے حلال ہو اور دوسروں کے لئے حرام۔ نہیں، بلکہ جس طرح اللہ تمام انسانوں کا رب ہے اسی طرح اس کی شریعت بھی سب کی رہنما ہے، لہٰذا اس نے اپنی شریعت میں جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ تمام انسانوں کے لئے حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک سب ہی کے لئے حرام ہے۔ مثال کے طور پر چوری کرنا حرام ہے، خواہ مسلمان چوری کرے یا غیر مسلم، اور خواہ چرائی ہوئی چیز مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔ اسی طرح چور کے لئے سزا لازمی ہے، خواہ اس کا نسب کچھ ہو اور اس کی وابستگی کسی سے بھی ہو۔ یہ وہ اصول ہے جس پر خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عمل درآمد فرمایا اور اس کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (البخاری)

"اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عہدِ رسالت میں چوری کا ایک واقعہ پیش آیا تھا جس میں ایک یہودی اور ایک مسلمان پر شبہ ہوا۔ مسلمان کے رشتہ دار بعض قرائن کی بنا پر یہودی پر الزام رکھنے لگے، حالانکہ درحقیقت مسلمان نے چوری کی تھی۔ اس موقع پر وحیِ الٰہی نے بے لاگ انصاف سے کام لیتے ہوئے یہودی کو بَری قرار دیا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝

"یہ کتاب ہم نے حق کے ساتھ تمہاری طرف اُتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دِکھایا ہے، تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو اور اللہ سے استغفار کرو یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔ اور اُن لوگوں کی وکالت نہ کرو جو اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں جو خیانت کار اور معصیت کوش ہوں"

(النساء - ۱۰۵، ۱۰۶)

یہودی جنہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی اس خیال میں مبتلا تھے کہ سُود ایک یہودی پر صرف اس صورت میں حرام ہے جبکہ وہ اپنے یہودی بھائی کو قرض دے۔ کسی غیر یہودی کو سُود پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "سِفرِ تثنیۃ الاستنزاع" میں ہے:

"کسی اجنبی کو سُود پر قرض دے، لیکن اپنے بھائی کو سُود پر قرض نہ دے" (۲۳ : ۲۰)

قرآن نے بھی ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ دوسری ملّت والوں کے ساتھ خیانت کرنے میں کوئی حرج یا گناہ محسوس نہیں کرتے:

وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِۦٓ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا۟ لَيْسَ عَلَيْنَا فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ

"اور اُن میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی اُن کی امانت میں دو تو وہ اس کو ادا نہیں کریں گے جب تک کہ تم ان کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمّیوں (غیر یہودیوں)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سَبِيْلٌ ، وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران - ۷۵)

کے معاملہ میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے، اور یہ بات وہ جانتے بوجھتے اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے "

بے شک انھوں نے اللہ پر یہ جھوٹ ہی باندھا تھا کیونکہ حقیقۃً اللہ کی شریعت قوموں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتی۔ اللہ نے خیانت کو تو تمام انبیاء کی زبانی حرام قرار دیا ہے۔

۱۱۔ ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں

اسلام نے حرام کے معاملہ میں سخت احکام دیئے ہیں، لیکن اس نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کی طرف سے بے اعتنائی نہیں برتی ہے اور انسانی کمزوری کا بھی اس نے پورا لحاظ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اُس نے اِس بات کو جائز کر دیا ہے کہ ایک مسلمان شدید ضرورت کے پیش آجانے پر اپنی جان بچانے کے لئے بقدرِ ضرورت حرام چیز کھالے۔ اللہ تعالیٰ نے مُردار، خون اور سُوّر کے گوشت کی حُرمت کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرۃ - ۱۷۳)

"تو جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ اس کا خواہش مند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"

یہ حکم دیگر چار سُورتوں میں بھی آیا ہے جس کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری آیتوں کے پیشِ نظر فقہائے اسلام نے یہ اہم اصول اخذ کیا ہے کہ "ضرورتیں محظورات کو جائز کر دیتی ہیں" لیکن خیال رہے کہ اِن آیات نے مُضطر کے لئے غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کی قید لگائی ہے جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حالتِ مجبوری میں حرام سے فائدہ اُٹھانے والا حرام شئے کی لذت کا طالب نہ ہو اور نہ ہی فائدہ اُٹھانے کے معاملہ میں حدِّ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ اس شرط سے فقہاء نے ایک اور اصول اخذ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "ضرورت اپنا دائرہ خود متعین کرتی ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان کو اگرچہ کہ مجبوری کے آگے جھکنا پڑتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے کو پوری طرح مجبوری کے حوالہ کر دے اور اپنے نفس کی زِمام اس کے ہاتھ میں دے بیٹھے۔ اسے لازماً اصل حلال سے وابستہ رہنا چاہئے اور اسی کی تلاش میں رہنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز دفعِ ضرورت کے لئے وقتی طور پر حلال ہو گئی تھی اُسے سہل خیال کیا جانے لگے اور اس سے لذت حاصل کی جانے لگے۔

اسلام نے ضرورت کے موقعوں پر محظورات کو مباح کر کے اپنی عام اسپرٹ اور قواعدِ کُلّیہ کے مطابق بڑی آسانی پیدا کر دی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ :

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ - ۱۸۵) "اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بابِ دُوم

حلال و حرام

مسلمان کی انفرادی زندگی میں

- ماکولات و مشروبات
- لباس اور زینت
- گھر
- کسب اور پیشہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماکولات و مشروبات

خورد و نوش اور خاص طور سے حیوانی غذاؤں کے بارے میں اقوام و ملل کا یہ اختلاف قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے کہ کیا چیزیں جائز ہیں اور کیا چیزیں ناجائز۔

جہاں تک نباتاتی غذاؤں اور مشروبات کا تعلق ہے' اختلافات کا دائرہ وسیع نہیں ہے اور اسلام نے تو شراب کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ انگور سے بنائی گئی ہو یا کھجور یا جَو یا کسی بھی اور چیز سے۔ اسی طرح اس نے اُن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جو عقل میں فتور یا بے حسی کی کیفیت پیدا کرتی ہوں، نیز وہ چیزیں جو مضرِ صحت ہوں۔

رہیں حیوانی غذائیں تو اس معاملہ میں قوموں اور ملّتوں کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے۔

برہمنوں کے نزدیک جانور کو ذبح کرنے اور کھانے کا مسئلہ

برہمنوں جیسے اہلِ مذاہب اور بعض اہلِ تفلسف نے جانور کا ذبح کرنا اور اس کا کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ ان کا گذارہ سبزی خوری پر ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جانور کو ذبح کرنا بڑا سنگدلانہ کام ہے۔

لیکن جب ہم کائنات پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان حیوانات کی تخلیق بجائے خود مقصود نہیں ہے، کیونکہ ان کو عقل و ارادہ کی قوت عطا نہیں ہوئی ہے اور ان کی طبعی ساخت ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان کی خدمت کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ انسان جس طرح ان کی تسخیر سے فائدہ اُٹھاتا ہے اسی طرح اگر ذبح کرکے ان کے گوشت سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ہم اس سُنّتِ الٰہی کو بھی جانتے ہیں کہ ادنیٰ نوع کی مخلوق کو اعلیٰ نوع کی مخلوق کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ سبز نباتات حیوان کے چارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے کاٹ ڈالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جانور کو انسان کی غذا کے لئے ذبح کیا جاتا ہے، بلکہ انسانی فرد کو بھی اجتماعی مصالح کی خاطر لڑنا اور مرنا پڑتا ہے۔

پھر انسان اگر جانور کو ذبح کرنے سے رُک بھی جائے تو اسے موت یا ہلاکت سے بچایا نہیں جا سکتا۔ ایسی صورت میں یا تو دوسرے جانور اسے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے یا وہ اپنی موت مر جائے گا۔ اور یہ صورت بعض مرتبہ جانور کے لئے اس کے گلے پر چھری چلائے جانے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

حرام جانور یہود و نصاریٰ کے نزدیک

کتاب رکھنے والے مذاہب میں سے یہود پر اللہ نے خشکی و تری کے بہت سے جانور حرام کر دیئے تھے جس کی تفصیل توریت کی "سفر لاویین" کی گیارھویں فصل میں بیان ہوئی ہے۔

یہود پر اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں سے بعض کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور ان کی تحریم کا سبب اُن کے ظلم و معصیت کو قرار دیا ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝

"اور جو یہودی ہوئے اُن پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اس کے جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا کسی ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے اُن کو اُن کی سرکشی کی سزا دی تھی اور ہم بالکل سچے ہیں۔"

(الانعام - ۱۴۶)

یہ ہے یہود کا معاملہ۔ اور نصاریٰ ان کے تابع ہی ہیں، چنانچہ انجیل کا بیان ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسیح علیہ السلام ناموس (شریعت) کو ختم کرنے کے لیے نہیں آئے تھے، بلکہ اس کو مکمل کرنے کے لیے آئے تھے، لیکن نصاریٰ نے خود ناموس کو ختم کیا اور توراۃ کی حرام کردہ چیزوں میں سے جن کو انجیل نے منسوخ نہیں کیا تھا ان کو وہ خود جائز قرار دے بیٹھے۔ اسی طرح خورد و نوش کے معاملہ میں انھوں نے مقدس پولس کے احکام کی پیروی اختیار کی اور صرف اُس جانور کو حرام قرار دیا جو بُتوں کے لئے ذبح کر دیا گیا ہو۔ پولس نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ "پاک لوگوں کے لئے ہر چیز پاک ہے اور جو چیز مُنھ کے اندر جاتی ہے وہ نجس نہیں کرتی، بلکہ جو کچھ مُنھ سے نکلتا ہے وہ نجس کر دیتا ہے۔"

اِس دلیل سے انھوں نے سُوّر کا گوشت بھی جائز کر لیا حالانکہ توراۃ میں صریح حکم موجود ہے جس سے آج تک اُن پر یہ چیز حرام چلی آ رہی ہے۔

جاہلیت میں عربوں کے نزدیک

رہے عرب تو انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بعض جانوروں کو نجس سمجھ کر اور بعض کو بر بنائے وہم بُتوں کے تقرب کے لئے حرام قرار دیا تھا، مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جن کی وضاحت اس سے پہلے کی جا چکی ہے، اور اس کے مقابلہ میں انہوں نے مُردار اور بہتا ہوا خون جیسی بہت سی ناپاک چیزیں جائز کر لی تھیں۔

اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا

اسلام جب آیا تو لوگ حیوانی غذا کے معاملہ میں اس قسم کی اِفراط و تفریط میں مبتلا تھے۔ لہٰذا اسلام نے تمام انسانوں سے خطاب کر کے کہا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ "لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاک ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

اُن کو کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

(البقرۃ - ۱۶۸)

گویا اسلام نے دعوتِ عام دی کہ لوگ آئیں اور اس وسیع دسترخوان (زمین) سے پاک چیزیں نوش کریں اور شیطان کی راہوں پر چل نہ پڑیں۔ بالفاظِ دیگر اللہ نے جس کو حلال ٹھہرایا ہے اس کو حرام ٹھہرا کر گمراہی کے گڑھے میں نہ جا گریں۔ اس کے بعد مومنوں سے خصوصی خطاب کر کے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

"اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اُس کی بندگی کرنے والے ہو۔ اُس نے تو بس تم پر مُردار، خون اور سُوّر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام کر دیا ہے۔ البتہ جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ اس کا نہ خواہش مند ہو اور نہ حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

(البقرۃ - ۱۷۲، ۱۷۳)

اس خصوصی خطاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ وہ پاک چیزیں کھائیں اور اپنے محسن کے شکر گذار بن کر اس کی نعمتوں کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ آیت میں جن چار اصناف کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا

"کہو، جو وحی میرے پاس آئی ہے اُس میں تو میں کوئی ایسی چیز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(الانعام - ۱۴۵)

کسی کھانے والے پر حرام نہیں پاتا بجز اس کے کہ وہ مُردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سُوّر کا گوشت ہو کہ یہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں کچھ کھا لے بغیر اس کے کہ وہ اس کا خواہش مند ہو، یا حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو تو یقیناً تمہارا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

سورۂ مائدہ میں اِن محرّمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۔

(المائدۃ ـ ۳)

"تم پر حرام کیا گیا مُردار، خون، سُوّر کا گوشت، وہ جانور جسے غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھُٹ کر مرا ہو، جو چوٹ کھا کر مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو بجز اس کے جسے تم نے ذبح کر لیا ہو اور وہ جو کسی استھان پر ذبح کیا گیا ہو۔"

اس آیت میں دس محرّمات بیان کئے گئے ہیں اور اس سے پہلے والی آیت میں صرف چار محرّمات۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر ہے کیونکہ منخنقہ، موقوذہ، متردیہ، نطیحہ اور درندوں کا پھاڑ کھایا ہوا جانور یہ سب مُردار ہی کے حکم میں ہیں اور اسی کی یہ تفصیل ہے۔ استھانوں پر ذبح کیا ہوا جانور بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کے حکم میں شامل ہے۔ اس طرح محرّمات اجمالاً چار ہیں اور تفصیلاً دس۔

مُردار کی تحریم اور اس کی مصلحتیں

قرآن کی آیات میں جہاں حرام کھانوں کا بیان ہوا ہے وہاں سب سے پہلے مُردار کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذکر کیا گیا ہے، یعنی وہ حیوان یا پرندہ جو طبعی موت مرا ہو۔ اس کی موت ذبح یا شکار کے ذریعہ واقع نہ ہوئی ہو۔

عصرِ حاضر کا ذہن سوال کرتا ہے کہ مُردار کو حرام قرار دینے اور کھانے کے کام میں لانے کے بجائے رائیگاں جانے دینے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟ جواب میں ہم عرض کریں گے کہ مُردار کی تحریم گوناگوں مصلحتوں پر مبنی ہے:

(ا) طبعِ سلیم مُردار سے نفرت کرتی ہے۔ عام طور سے اہلِ دانش مُردار کھانا باعثِ احتقار سمجھتے ہیں اور اسے انسان کے شایانِ شان خیال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتابی مذاہب مُردار کو حرام قرار دیتے ہیں اور ذبح شدہ جانور ہی کو کھانا پسند کرتے ہیں، گو کہ ذبح کرنے کا طریقہ مختلف ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ آدمی کوئی ایسی چیز کھائے جس کے حصول کا اُس نے قصد و ارادہ نہ کیا ہو۔ مُردار کا معاملہ ایسا ہی ہے، البتہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے یا جس کا شکار کر لیا جاتا ہے اس میں انسان کے قصد اور اس کی سعی و عمل کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

(ج) جو جانور اپنی موت مرا ہو اس کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ اس کی موت دائم المریض ہونے یا کسی حادثہ کا شکار ہونے یا زہریلی نباتات کھانے سے واقع ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں ضرر کا اندیشہ ہے اور یہ اندیشہ اس صورت میں بھی ہوتا ہے جب کہ شدتِ ضعف یا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

(د) اللہ تعالیٰ نے مُردار کو حرام قرار دے کر چرند و پرند کے لئے اپنی رحمت سے غذا مہیا کر دی ہے، کیونکہ وہ بھی ہماری طرح ایک اُمّت ہیں۔

(ھ) ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مملوکہ جانوروں کو مرض کا شکار ہونے یا کمزور ہو کر تلف ہو جانے کے لئے نہ چھوڑ دے، بلکہ یا تو علاج کے لئے جلدی کرے یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آرام پہنچانے (ذبح کرنے) میں جلدی کرے۔

بہائے ہوئے خون کی حرمت

۲۔ محرّمات میں سے دوسری چیز "دَمِ مسفوح" ہے یعنی بہنے والا خون۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ "تلّی کا کیا حکم ہے"؟ فرمایا، "کھا سکتے ہو"۔ لوگوں نے کہا، "وہ تو خون ہے"۔ فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے بہتے والے خون کو حرام کیا ہے"۔ اس کی وجہ اس کا نجس ہونا ہے۔ انسان کی پاکیزہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور اس میں مُردار کی طرح مضرّتوں کا بھی احتمال ہے۔

اہلِ جاہلیّت کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی شخص کو بھوک محسوس ہوتی تو ہڈّی یا کوئی تیز چیز اونٹ وغیرہ کے جسم میں بھونک دیتا اور جو خون نکل پڑتا اس کو وہ پی لیتا۔ اس سے جانور کو بڑی تکلیف ہوتی اور وہ کمزور ہو جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہائے ہوئے خون کو حرام قرار دیا۔

سُوّر کا گوشت

۳۔ تیسری چیز سُوّر کا گوشت ہے جو طبعِ سلیم کے نزدیک نجس ہے اور اس سے اسے نفرت ہے کیونکہ خنزیر کی مرغوب غذا نجاست اور کوڑا کرکٹ ہے۔ طبِ جدید کی رُو سے اس کا کھانا ہر خطّہ میں اور خاص طور سے گرم ممالک میں سخت مُضر ہے، اور سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے کہ سوّر کا گوشت کھانے سے خاص قسم کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو بڑے مہلک ہوتے ہیں، اور معلوم نہیں آئندہ مزید کیا کیا اَسرار منکشف ہوں گے!

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ سوّر کا گوشت ہمیشہ کھاتے رہنے سے غیرت کم ہو جاتی ہے۔

غیرُ اللہ کے لئے نامزد کردہ جانور

۴۔ محرّمات میں سے چوتھی چیز وہ جانور ہے جو غیرُ اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو یعنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو بُتوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ بُت پرست اپنے ذبیحہ پر لات، عُزّیٰ وغیرہ بُتوں کے نام لیا کرتے تھے۔ یہ غیر اللہ کے لئے تعبُّد و تقرّب تھا۔ اس کی تحریم کا سبب دینی ہے اور اس سے مقصود توحید کا تحفّظ، عقائد کی تطہیر اور شرک و بُت پرستی کے مظاہر کی مخالفت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی، اُس کے لئے زمین کی ساری چیزیں مسخّر کر دیں اور جانور کو بھی اس کے تابع کر دیا۔ نیز انسان کے فائدے کے لئے اس کی جان لینا بھی جائز کر دیا بشرطیکہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ گویا اللہ کا نام لینا اِس بات کا اظہار کرنا ہے کہ ایک جاندار مخلوق کو ذبح کرنے کا کام وہ اللہ ہی کی اجازت سے کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتا ہے تو اس اجازت کو عملاً باطل کر دیتا ہے، اس لئے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس ذبیحہ کے استفادہ سے اسے محروم کر دیا جائے۔

مُردار کی قسمیں

اجمالاً یہ چار چیزیں ہیں جن کا بیان اوپر گذر چکا، حرام ہیں۔ اِن کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت میں بیان ہوئی جس کی رُو سے محرّمات دس ہیں:

۵۔ مُنخنقہ یعنی وہ جو گلا گھٹ جاتے سے مر گیا ہو۔

٦۔ مَوقوذہ یعنی وہ جو لاٹھی وغیرہ کی مار کھانے سے مر گیا ہو۔

۷۔ مُتردّیہ یعنی وہ جو اوپر سے گر کر مر گیا ہو۔ مثلاً جو کنویں میں گر کر مر جائے۔

۸۔ نَطیحہ یعنی وہ جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

۹۔ وہ جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ یعنی کسی درندے نے جانور کو پھاڑ کر اُس کا کوئی جُز کھایا ہو اور اس کی وجہ سے وہ مر گیا ہو۔

اِن پانچ اقسام کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یعنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے کسی جانور کو تم نے زندہ پاکر ذبح کر دیا ہو تو وہ حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ ایسی صورت میں ذبح کرنے کے لئے رمق بھر زندگی کا ہونا کافی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا قول ہے:

"اگر تم موقوذہ، متردیہ اور نطیحہ کو ذبح کرتے وقت اس حال میں پاؤ کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے تو اسے کھاؤ۔"

اور ضحاک کا قول ہے:

"اہلِ جاہلیت ان جانوروں کو ذبح کئے بغیر کھاتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ان کو حرام ٹھہرایا، البتہ ان میں سے جس کو ذبح کر لیا گیا ہو اس کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا۔ لہٰذا جو جانور اس حال میں پایا جائے کہ اس کے پاؤں یا دُم یا آنکھیں حرکت کر رہی ہوں اور اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔"

البتہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں قرار پذیر زندگی کا ہونا ضروری ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ خون بہنے لگے اور ہاتھ پاؤں سخت حرکت کرنے لگیں۔

مُردار کی اِن قسموں کو حرام کرنے کی مصلحتیں

مُردار کی ان قسموں کی حُرمت میں وہی مصلحتیں ہیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے مُردار کی حُرمت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور خاص طور سے مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جانوروں پر مہربان ہونے اور اُن کی محافظت کا احساس پیدا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ جانوروں کو بے پرواہی کے ساتھ چھوڑ دیں کہ کوئی گلا گھٹ کر مر جائے اور کوئی اونچائی سے گر کر۔ اور نہ انھیں لڑنے کے لئے چھوڑ دیں کہ سینگ مار کر ایک دوسرے کو ہلاک کریں۔ جانور کو اتنا مارنا بھی جائز نہیں ہے کہ وہ مر جائے جس طرح بعض سنگدل چرواہے مارتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں کو جو لڑایا جاتا ہے، مثلاً دو بیلوں کو سینگ مارنے کے لئے اُکسایا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہی درندے کے پھاڑ کھائے ہوئے جانور کی حُرمت تو اس معاملہ میں انسان کی بزرگی ملحوظ رہی ہے اور اسے درندے کے پس خوردہ سے پاک رکھا گیا ہے۔ اہلِ جاہلیت درندوں کے پھاڑ کھائے ہوئے اُونٹ، گائے وغیرہ کو کھا لیا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا پس خوردہ مومنوں پر حرام کر دیا۔

استھان کا ذبیحہ

۱۰ - ان محرّمات میں سے دسویں چیز نُصُب یعنی استھان کا ذبیحہ ہے۔ استھان وہ بُت یا پتھر ہے جو طاغوت کے نشان کے طور پر قائم کر دیا گیا ہو، یعنی جس سے غیرُ اللہ کی پرستش مقصود ہو۔ خانۂ کعبہ کے اطراف میں استھان بنائے گئے تھے اور اہلِ جاہلیت اپنے معبودوں اور بُتوں کے تقرب کے لئے ان پر جانور ذبح کرتے تھے۔ یہ "استھان کا ذبیحہ"، "غیرُ اللہ کا ذبیحہ" کے قبیل ہی کی چیز ہے، کیونکہ دونوں ہی میں طاغوت کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ "غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور" کے اطلاق کے لئے ضروری نہیں کہ ذبح کرتے وقت بُت سامنے موجود ہو بلکہ بُت کے نام پر ذبح کرنا کافی ہے، لیکن استھان کا ذبیحہ استھان ہی پر کیا جاتا ہے خواہ غیرُ اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ گویا پہلی صورت میں مقام متعیّن نہیں ہوتا، لیکن دوسری صورت میں مقام متعیّن ہوتا ہے۔

خانۂ کعبہ کے اطراف میں استھان موجود تھے اور گمان کرنے والا یہ گمان کر سکتا تھا کہ ان استھانوں پر ذبح کرنے سے بیتُ اللہ کی تعظیم ہوگی، اس لئے قرآن نے اس توہّم کا ازالہ کر دیا اور اس فعل کو صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا ورنہ "غیرُ اللہ کے ذبیحہ" کے مفہوم میں "استھان کا ذبیحہ" شامل ہی ہے۔

❁

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مچھلی اور ٹڈی مُردار کے حکم سے مستثنیٰ ہے

اسلامی شریعت نے مچھلی جیسے آبی جانوروں کو حرام کردہ مُردار سے مستثنیٰ کر دیا ہے، چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ "سمندر کا پانی طہور ہے اور اس کا مُردار حلال ہے"

(احمد و اصحابُ السّنن)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ. "تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے"

(المائدۃ - ۹۶)

حضرت عمرؓ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: "سمندر کے شکار کا مطلب یہ ہے کہ جو سمندر سے شکار کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور سمندر کے کھانے سے مُراد یہ ہے کہ جس کو سمندر خود پھینک دے"۔ اسی کے مثل حضرت ابنِ عباسؓ کا قول ہے کہ "سمندر کے کھانے سے مُراد سمندر کا مُردار ہے"

صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَوَجَدُوْا حُوْتًا كَبِيْرًا قَدْ جَزَرَ عَنْهُ الْبَحْرُ - اَىْ مَيْتًا - فَاَكَلُوْا مِنْهُ بِضْعَةً وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ قَدِمُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَاَخْبَرُوا الرَّسُوْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: كُلُوْا رِزْقًا

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا ایک دستہ کسی مہم پر روانہ کیا۔ اُن کے ہاتھ ایک بڑی مچھلی لگی جسے سمندر نے پھینک دیا تھا — یعنی وہ مُردار تھی — اسے وہ بیسؔ سے زیادہ دنوں تک کھاتے رہے، پھر جب مدینہ لوٹے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نکالا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ، فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ بِشَيْءٍ فَأَكَلَهُ۔ (البخاری)

اسے کھاؤ۔ اگر اس مچھلی میں سے تمہارے پاس کچھ موجود ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ بعض حضرات نے اس مچھلی کے کچھ اجزاء آپؐ کی خدمت میں پیش کئے تو آپؐ نے اسے تناول فرمایا۔"

سمندر کے مُردار ہی کی طرح ٹڈیوں کا حکم ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردہ ٹڈیاں کھانے کی اجازت دی ہے، کیونکہ ان کو ذبح کرنا ممکن ہی نہیں۔ ابنِ ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں:

غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ۔ (سبنے روایت کیا ہے سوائے ابنِ ماجہ کے)

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہے اور آپؐ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے رہے۔"

مُردار کی کھال، ہڈی اور بال سے فائدہ اُٹھانا

مُردار کے حرام ہونے کا مطلب اس کا کھانا حرام ہے۔ اس کی کھال، سینگ، ہڈی یا بال سے فائدہ اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ مطلوب ہے، کیونکہ ایک قابلِ استفادہ چیز کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ:

تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُوْنَةَ۔ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، بِشَاةٍ فَمَاتَتْ، فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ؟ فَقَالُوْا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ! فَقَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا۔ (سبنے روایت کیا ہے سوائے ابنِ ماجہ کے)

"اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کی لونڈی کو صدقہ میں بکری ملی جو مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اُس طرف سے ہوا تو فرمایا: اس کی کھال تم نے نہیں لی کہ اُس کو دباغت کر کے اپنے کام میں لاتے؟ لوگوں نے کہا: وہ مُردار ہے۔ فرمایا: مُردار کا بس کھانا ہی تو حرام کر دیا گیا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردار کی کھال کو پاک کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے، یعنی دباغت کرنا۔ آپؐ نے فرمایا:

دِبَاغُ الْاَدِيْمِ ذَكَاتُهٗ ۔ (ابوداؤد والنسائی)

"کھال کو دباغت کے ذریعہ پاک کرنا جانور کو ذبح کرنے کے مترادف ہے"

ایک اور روایت میں ہے:

دِبَاغُهٗ يَذْهَبُ بِخُبْثِهٖ (الحاکم)

"دباغت، نجاست کو زائل کرتی ہے"

اور صحیح مسلم وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ۔

"جس کھال کی بھی دباغت کی گئی وہ پاک ہو گئی"

یہ حکم عام ہے جس کا اطلاق تمام کھالوں پر ہوتا ہے، خواہ وہ کُتّے کی ہو یا خنزیر کی۔ یہ اہلِ ظاہر کا قول ہے، امام ابویوسف سے بھی یہی منقول ہے اور امام شوکانی اسے ترجیح دیتے ہیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت سودہؓ فرماتی ہیں کہ "ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کی کھال کی دباغت کی، اس کے بعد ہم برابر اُس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پُرانا مشکیزہ بن گئی"۔ (البخاری)

مجبوری کی حالت مُستثنیٰ ہے

یہ تمام محرّمات اختیاری حالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالتِ مجبوری کے احکام اس سے مختلف ہیں جس کا ذکر اس سے پہلے ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۔

"اُس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو تم پر حرام کر دی ہیں اس استثنار کے ساتھ جس کے لئے تم مجبور ہو جاؤ"

(الانعام ۔ ۱۱۹)

اسی طرح مُردار اور خون کی حُرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"تو جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ اس کا خواہشمند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(البقرۃ ۔ ۱۷۳)

جس مجبوری پر سب کا اتفاق ہے وہ کھانے کی ایسی مجبوری ہے کہ بھوک کاٹ رہی ہو۔ بعض فقہاء نے اس کی تحدید اس طرح کی ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایک شب و روز گذر جائے اور سوائے حرام غذا کے کوئی چیز کھانے کے لئے نہ ملے۔ ایسی صورت میں مجبور شخص، حرام غذا اس حد تک کھا سکتا ہے کہ مجبوری ختم ہو جائے اور ہلاکت سے وہ بچ جائے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ پیٹ بھر کھالے اور ضرورت کے بقدر سفر کے لئے ساتھ لے لے یہاں تک کہ کوئی جائز چیز کھانے کے لئے مل جائے۔ دیگر فقہاء کا قول یہ ہے کہ حرام میں سے سدِّ رمق سے زیادہ نہ کھائے اور غالباً اللہ تعالیٰ کے ارشاد غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

بھوک کی مجبوری کا حقیقۃً مجبوری ہونا قرآن کی نص سے واضح ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"پس جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر بغیر گناہ کی طرف مائل ہوئے کوئی حرام چیز کھالے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(المائدہ ۔ ۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علاج کی مجبوری

رہی علاج کی مجبوری یعنی شفاء حاصل کرنے کے لئے کسی حرام چیز کا کھانا ناگزیر ہوجائے تو فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے اس مجبوری کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ۔ (البخاری) "اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی ہے۔"

لیکن دوسرے گروہ نے علاج کی مجبوری کا لحاظ کیا ہے اور علاج کو غذا کی طرح ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ دونوں ہی چیزیں زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ اس گروہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی حالانکہ ریشم پہننا ممنوع ہے اور اس پر وعید آئی ہے۔

غالباً یہ قول اسلام کی اسپرٹ سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اسلام نے تمام تشریعی اُمور میں انسانی زندگی کی محافظت کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔ لیکن جو دوا حرام چیز سے بنائی گئی ہو اس کو استعمال کرنے کی اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

۱۔ اس کو استعمال نہ کرنے کی صورت میں صحت کو واقعی خطرہ لاحق ہو۔

۲۔ کوئی ایسی جائز دوا نہ مل سکے جو اس دوا کا بدل ہو یا جو اس سے بے نیاز کردے۔

۳۔ یہ دوا کسی مسلمان طبیب نے تجویز کی ہو جو دینی لحاظ سے بھی قابلِ اعتماد ہو اور اپنی معلومات اور تجربہ کے لحاظ سے بھی۔

ہم اس پر اپنی معلومات اور قابلِ اعتماد ڈاکٹروں کے بیانات کی روشنی میں اس بات کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان محرمات میں سے کسی چیز کو علاج کے لئے استعمال کرنا ناگزیر ہو ایسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی طبّی ضرورت واقعی موجود نہیں ہے۔ پھر بھی اصولی طور پر ایسی ضرورت کو ہم احتیاطاً تسلیم کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی مسلمان کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں اسے محرّمات کے سوا کوئی دوسری چیز نہ مل سکے۔

فرد کی مجبوری اس صورت میں باقی نہیں رہتی جبکہ معاشرہ میں اس کی ضرورت کو پورا کرنے کا سامان موجود ہو

آدمی کے پاس اگر ذاتی طور سے خورد و نوش کی اشیاء موجود نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر طرح مجبور ہو گیا ہے جبکہ معاشرہ کے دیگر افراد کے پاس خواہ وہ مسلم ہوں یا ذمّی کھانے پینے کی چیزیں فاضل مقدار میں موجود ہوں۔ ایسی صورت میں اس مجبور شخص کی ضرورت ان فاضل چیزوں سے پوری کی جاسکتی ہے اور اسے حرام چیزیں کھانے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تکمیل درحقیقت ایک دوسرے سے مل کر ہوتی ہے اور وہ باہم ایک دوسرے کے کفیل ہوتے ہیں۔ گویا اسلامی معاشرہ کے افراد جسدِ واحد کے اجزاء ہیں یا یوں کہئے کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں جس کے اجزاء ایک دوسرے کو مستحکم کرتے ہیں۔

اجتماعی کفالت کے بارے میں امام ابنِ حزم کی یہ گراں قدر رائے فقہائے اسلام کے لئے مشعلِ راہ ہے:

> "ایک مسلمان کے لئے حالتِ اضطرار میں مُردار یا سُوّر کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے جبکہ اس کے مسلم یا ذمّی ساتھی کے پاس خورد و نوش کی فاضل اشیاء موجود ہوں، کیونکہ جس کے پاس کھانے کی فاضل چیزیں موجود ہوں اس پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض ہے۔ ایسی صورت میں یہ مُضطر شخص مُردار یا خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ اس کو اپنے ساتھی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھانے پینے کی فاضل چیزیں حاصل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اس غرض کے لئے اگر اسے لڑنا پڑے اور اس میں وہ مارا جائے تو قاتل کے ذمّہ قصاص ہوگا اور اگر مجبوراً رد کرنے والے شخص کو قتل کرنا پڑا تو اس مقتول پر اللہ کی لعنت ہے، کیونکہ اس مقتول نے ایک مجبور شخص کو اپنا حق حاصل کرنے سے روکا۔ بنا بریں اس کا شمار باغی گروہ میں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے:

فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ۔ (الحجرات۔ ۹)

"پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔"

دراصل اپنے بھائی کو رد کرنے والا شخص باغی ہے۔ اسی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔"

(المحلی لابنِ حزم۔ ج ۶ ص ۱۵۹)

ذبح کرنے کا شرعی طریقہ

بحری جانور سب حلال ہیں

اپنے مسکن و مستقر کے لحاظ سے جانوروں کی دو قسمیں ہیں۔ **بحری** اور **بری**

بحری جانور جو پانی کے اندر رہتے ہیں اور پانی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں سب حلال ہیں جس حالت میں بھی پائے جائیں۔ خواہ وہ پانی سے زندہ نکالے گئے ہوں یا مردہ، سطحِ آب پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیرتے ہوئے پائے جائیں یا اس کے بغیر، مچھلی ہو یا سمندری کتا، سمندری خنزیر ہو یا کوئی اور جانور، سب یکساں طور پر جائز ہیں اور اس سلسلہ میں اس بات کا بھی اعتبار نہیں کہ ان کو پکڑنے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ سمندر اور دریا کے تمام جانوروں کو مباح کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑی وسعت فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا۔ (النحل - ۱۴)

"اسی نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔"

نیز فرمایا:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ۔ (المائدہ - ۹۶)

"تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔ یہ تمہارے فائدے کے لئے ہے اور قافلہ والوں کے لئے (زادِ راہ) بھی۔"

حرام بری جانور

جہاں تک بری جانوروں کا تعلق ہے قرآن نے صراحت کے ساتھ مگر اجمالاً چار چیزوں کو اور تفصیل کے ساتھ دس چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جن کا بیان اس سے پہلے گذر چکا لیکن قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بھی بیان فرمائی ہے کہ:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔ (الاعراف - ۱۵۷)

"یہ رسول ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔"

خبیث وہ چیزیں ہیں جن کو بحیثیتِ مجموعی لوگ عام ذوق کے لحاظ سے گندہ خیال کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ کچھ افراد ان کو پسند کرتے ہوں۔

اس قبیل کی ایک چیز پالتو گدھے کا گوشت ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نَهٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ یَوْمَ خَیْبَرَ۔ (البخاری) ۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خیبر کے دن پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا :

اور اسی سے متعلق صحیحین کی یہ حدیث ہے :

نَھٰی عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَکُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ۔ ۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کچلی والے درندوں اور پنجہ سے کھانے والے پرندوں کو کھانے کی ممانعت فرمائی ہے :

سباع (درندہ) سے مراد زبردستی پھاڑ کھانے والا جانور ہے، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ اور پنجہ والے پرندوں سے مراد وہ پرندے ہیں جو ناخن سے شکار کرتے ہوں۔ جیسے گدھ، باز، شکرہ، چیل وغیرہ۔

ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ قرآن میں جو چار چیزیں مذکور ہیں ان کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ غالباً اُن کے نزدیک درندوں وغیرہ کی ممانعت والی احادیث سے کراہت کا حکم نکلتا ہے نہ کہ حرمت کا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن تک یہ حدیثیں نہ پہنچی ہوں۔ بہر حال ابن عباسؓ کی رائے میں سورۂ انعام کی آیت قُلْ لَآ اَجِدُ کے پیش نظر پالتو گدھے کا گوشت حلال ہے۔ امام مالکؒ کا رجحان بھی ابن عباسؓ ہی کے مسلک کی طرف ہے۔

مانوس جانوروں کی اباحت کے لئے ذبح کرنے کی شرط

خشکی کے جن جانوروں کا کھانا جائز ہے اُن کی دو قسمیں ہیں :۔

ایک قسم تو اُن جانوروں کی ہے جو انسان کے قابو میں ہوں۔ مثلاً اونٹ، گائے، بکری جیسے چوپائے اور وہ پرندے جو پالے جاتے ہیں۔

دوسری قسم اُن جانوروں کی ہے جو انسان کے قابو میں نہ ہوں۔

پہلی قسم کے جانوروں کے جواز کے لئے اسلام نے یہ شرط عائد کی ہے کہ انہیں شرعی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طریقہ پر ذبح کر دیا جائے۔

شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے شرائط

ذبح کرنے کے شرعی طریقہ کی تکمیل کے شرائط درج ذیل ہیں:-

۱- جانور کو کسی تیز آلہ سے ذبح کیا جائے جس سے خون نکل پڑے اور رگیں کٹ جائیں، خواہ وہ آلہ پتھر کا ہو یا لکڑی کا۔ حضرت عدی بن حاتم الطائی فرماتے ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّا نَصِيْدُ الصَّيْدَ فَلَا نَجِدُ سِكِّيْنًا إِلَّا الظِّرَارَ وَ شِقَّةَ الْعَصَا، فَقَالَ أَمِرَّ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ۔

"میں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم شکار کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی سوائے دھار والے پتھر اور بانس کے ٹکڑے کے۔ فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو۔"

(احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ و الحاکم و ابن حبان)

۲- حلق پر چھری چلائی جائے یا لَبَّہ (گلے کے نچلے حصہ) میں چھرا گھونپ دیا جائے جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو۔

اور ذبح کرنے کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ حلق، کھانے کی نالی اور گلے کے اندر کی دو بڑی رگیں کاٹ دی جائیں۔

بعض فقہاء نے مزید شرائط عائد کی ہیں، لیکن ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان شرائط پر کوئی صریح نص وارد نہیں ہوئی ہے اور ذبح کرنا ایک ایسا فعل ہے جو فطری طور پر معروف ہے اور لوگ عادۃً اس کو جانتے ہیں، لہٰذا تعمق و تشدد کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ یہ چیزیں پوری طرح کٹ جانی چاہئیں یا ان کے اکثر حصہ کا کٹ جانا کافی ہے؟ اور کیا یہ بھی شرط ہے کہ ذبح کرنے کا کام مکمل ہو جانے سے پہلے ہاتھ نہ اُٹھایا جائے؟ وغیرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حلق پر چھری چلانے کی شرط اس صورت میں ساقط ہو جاتی ہے جبکہ ذبح کرنے کا موقع نہ ہو، مثلاً جانور کنوئیں میں سر کے بل گر گیا ہو اور اس کا حلق ہاتھ نہ آئے یا وہ بھڑ جائے۔ ایسی صورت میں اس کے ساتھ شکار کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ لہٰذا کسی بھی تیز چیز سے اُس کے کسی حصہ کو زخمی کر دینا کافی ہوگا۔ صحیحین میں رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ ۞ فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوا بِهِ هٰكَذَا۔

"ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ایک اونٹ قابو سے باہر ہو گیا۔ لوگوں کے ساتھ گھوڑے نہیں تھے (کہ آگے جا کر پکڑ لیں) ایک شخص نے تیر چلا کر اونٹ کو روک لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان چوپایوں کی خصلت وحشی جانوروں کی طرح ہوتی ہے، لہٰذا جب کوئی چوپایہ ایسی حرکت کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو۔"

۳- اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کیونکہ اہل جاہلیت اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے لئے جانوروں کو ذبح کرتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی کہ ذبح کرتے وقت ان کا نام لیتے یا استھانوں پر ذبح کرتے۔ قرآن نے ان تمام صورتوں کو حرام قرار دیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

۴- ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا جائے، جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہے۔ قرآن میں ہے:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝

"اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اُس کو کھاؤ۔"

(الانعام - ۱۱۸)

اور فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۔

"جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ کہ یہ فسق ہے۔"

(الانعام - ۱۲۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا اُنْهِرَ الدَّمُ وَ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْا ۔ (البخاری)

"جس جانور کا خون بہایا گیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ۔"

اس شرط کی تائید اُن احادیث سے ہوتی ہے جن میں شکار کے لئے تیر چلاتے وقت یا سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں اللہ کا نام لینا تو ضروری ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ذبح کے وقت ہی نام لیا جائے بلکہ کھاتے وقت نام لینا بھی کافی ہے، کیونکہ جو شخص کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے اس پر یہ بات منطبق نہیں ہوتی کہ وہ ایسی چیز کھا رہا ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ قَوْمًا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ قَوْمًا يَاْتُوْنَنَا بِاللُّحْمَانِ لَا نَدْرِيْ اَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَمْ لَمْ يَذْكُرُوْا، اَنَاْكُلُ مِنْهَا اَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا ۔

"کچھ لوگوں نے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں۔ نہیں معلوم کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں۔ ایسی صورت میں ہم اسے کھائیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔"

ذبح کرنے کے اس طریقہ کی حکمت و مصلحت

اس طریقۂ ذبح میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ جانور کی جان ایسے طریقہ سے نکال لی جائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ اُسے کم سے کم تکلیف ہو۔ اسی لئے آلہ کے تیز ہونے اور حلق کو ذبح کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ ساتھ ہی دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان چیزوں سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور گلا گھٹنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کو تیز کرنے اور ذبیحہ کو آرام پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ۔	"اللہ نے ہر ایک کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو۔ چھری کو تیز کر دو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔"

(مسلم)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور پھر چھری تیز کرنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَتُرِيْدُ اَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ؟ هَلَّا اَحْدَدْتَ شَفْرَتَكَ قَبْلَ اَنْ تُضْجِعَهَا؟	"اس بکری کو تم کتنی مرتبہ مارنا چاہتے ہو؟ اسے لٹا دینے سے پہلے چھری کیوں نہ تیز کر لی؟"

(الحاکم)

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کو ذبح کرنے کے لئے اپنے پاؤں سے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "تم پر افسوس! اسے اچھے طریقہ سے موت کی طرف لے چلو۔"

اس طرح اسلام نے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے اور ممکن حد تک اُن کو تکلیف سے بچانے کا سامان کیا ہے۔ اہلِ جاہلیت زندہ اُونٹ کا کوہان اور دُنبہ کی چکیتاں کاٹ لیا کرتے تھے جس سے اُن کو بڑی تکلیف ہوتی، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ جانور کے اجزاء سے فائدہ اُٹھانے کو حرام قرار دیا۔ فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهُوَ مَيْتَةٌ۔ "زندہ جانور کا جو جزء کاٹ لیا جائے وہ مُردار کے حکم میں ہے"

(احمد وابوداؤد والترمذی والحاکم)

ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی مصلحت

اسلام نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری قرار دیا ہے۔ اس میں جو لطیف نکتہ پوشیدہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

بُت پرست اور اہلِ جاہلیت ذبح کرتے وقت اپنے معبودوں کا نام لیا کرتے تھے۔ اس کے بجائے اللہ کا نام لینے کا طریقہ رائج کر دیا گیا، کیونکہ جب ایک مشرک ذبح کرتے وقت اپنے بُت کا نام لیتا ہے تو ایک مومن اپنے رب کا نام کیسے نہ لے؟

دوسری بات یہ ہے کہ جانور بھی انسان کی طرح اللہ کی جاندار مخلوق ہیں۔ انسان کو ان کی جان اللہ کی اجازت ہی سے لینا چاہئے اور اللہ کا نام لینا اِذنِ الٰہی کا اعلان کرنے کے مترادف ہے۔ گویا انسان کہتا ہے، میں یہ کام ان کو کمزور پاکر یا ظلم وزیادتی کی بناپر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ اللہ کی اجازت سے اس کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں اور اس کا نام لے کر شکار کرتا ہوں اور اس کا نام لے کر کھاتا ہوں۔

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

اہلِ کتاب اصلاً توحید کے قائل ہیں، لیکن چونکہ ان کے اندر شرک داخل ہو گیا تھا اس لئے مسلمان یہ گمان کر سکتے تھے کہ ان کے ساتھ بھی بُت پرستوں ہی کی طرح کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کھانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ (المائدہ - ۵)

"آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے"

مختصراً اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آج کے دن تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں، لہٰذا نہ کوئی بحیرہ ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔ اور اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا کھانا تمہارے لئے اصلاً حلال ہے، اس کو ہرگز حرام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح تمہارا کھانا بھی اُن کے لئے حلال ہے، لہٰذا تم ان کے ذبیحہ یا شکار کا گوشت کھا سکتے ہو اور اپنے ذبیحہ اور شکار کا گوشت اُن کو کھلا سکتے ہو۔

اسلام نے کھانے کے معاملہ میں مشرکینِ عرب کے ساتھ سخت رویّہ اختیار کیا، لیکن اہلِ کتاب کے ساتھ نرمی برتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب وحی، نبوّت اور فی الجملہ اصولِ دین کو مانتے ہیں۔ اس بنا پر وہ اہلِ ایمان سے قریب تر ہیں۔ ان کے کھانے میں شرکت، اُن کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کو مشروع قرار دیکر ان کو یہ موقع فراہم کر دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کو اس کے گھر میں علم و عمل اور اخلاق و معاملات میں اپنی اصل شکل میں دیکھ لیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو اعلیٰ حقائق، اکمل صورت اور پاکیزہ صحیفوں پر مشتمل ہے اور شرک و بدعت اور لغو باتوں سے بالکل پاک ہے۔

آیت کے الفاظ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ (اہلِ کتاب کا کھانا) عام ہیں جو اُن کے تمام کھانوں کو شامل ہیں۔ ان کا ذبیحہ، اناج وغیرہ سب چیزیں ہمارے لئے حلال ہیں جب تک کہ کوئی چیز فی نفسہٖ حرام نہ ہو۔ مثلاً مُردار، بہایا ہوا خون اور سور کا گوشت۔ اِن چیزوں کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے، خواہ وہ اہلِ کتاب کا کھانا ہو یا کسی مسلمان کا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو کنیساؤں اور تہواروں کے لئے ذبح کیا جائے

۱۔ کسی کتابی شخص کے بارے میں یہ بات سُننے میں نہ آئی ہو کہ اُس نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام مثلاً مسیح یا عزیر کا نام لیا تھا تو اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے۔ البتہ جب سُننے میں آیا ہو کہ اُس نے غیر اللہ کا نام لیا تھا تو بعض فقہاء اس ذبیحہ کو حرام کہتے ہیں، کیونکہ یہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کے حکم میں شامل ہے۔ اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کا کھانا ہمارے لئے مباح ٹھہرایا ہے اور اُسے معلوم ہے کہ یہ لوگ ذبح کرتے وقت کیا کہتے ہیں[1]۔

ابو درداءؓ سے کنیسہ کے لئے ذبح کئے ہوئے مینڈھے کے بارے میں جسے "جرجس" کہا جاتا تھا پُوچھا گیا کہ کیا کنیسہ کے اس نذرانہ سے ہم کھا سکتے ہیں؟ آپ نے سائل کو جواب دیا۔ "یہ اہلِ کتاب ہیں۔ ان کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے اور ہمارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ پھر اُن سے کہا کھا سکتے ہو" (الطبری)

اسی طرح امام مالکؒ سے اہلِ کتاب کے اس ذبیحہ کے بارے میں پُوچھا گیا جس کا نذرانہ وہ اپنے تہوار کے موقع پر اور کنیساؤں کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں، حرام نہیں سمجھتا"۔ ان کا مکروہ خیال کرنا تورّع ہے اور حرام نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک

---

[1] "مغنی" میں ہے کہ اگر کتابی اللہ کا نام لینا دانستہ طور پر ترک کر دے یا غیر اللہ کا نام لے تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ سے یہی منقول ہے اور امام شافعی، نخعی، حماد، اسحٰق اور اصحاب الرّائی کا یہی قول ہے۔ اہلِ کتاب کا کھانا حلال ہونے سے متعلق آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کا وہ ذبیحہ حلال ہے جس میں مقررہ شرائط کی تکمیل کی گئی ہو جس طرح کہ مسلمان کو کرنا پڑتی ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، یا غیر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ جائز کر دیا ہے، درانحالیکہ اسے معلوم ہے کہ ہم ہر ذبح کرنے والے کے حال سے واقف نہیں ہو سکتے۔ (المغنی ج ۸ ص ۵۷۱) ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا مفہوم اہلِ کتاب کی نسبت سے یہ ہے کہ جسے انہوں نے اپنے معبودوں کے تقرب کے لئے ذبح کیا ہو اور اسے وہ خود کھاتے نہ ہوں (بلکہ اس کا نذرانہ پیش کرتے ہوں) لیکن جسے ذبح کر کے خود کھاتے ہوں تو اس کا شمار اُن کے کھانے میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :
وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔)"

الکٹرک شاک کا ذبیحہ اور بند ڈبوں کے گوشت کا حکم

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ اہلِ کتاب کے ذبح کرنے کا طریقہ ہمارے طریقہ کے مطابق ہو: یعنی حلق کو کسی تیز چیز سے کاٹ دیا جائے؟ اکثر علماء اسے ضروری سمجھتے ہیں، لیکن مالکیہ کے ایک گروہ کا فتویٰ ہے کہ یہ ضروری نہیں۔ قاضی ابن العربی سورۂ مائدہ کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کا شکار اور کھانا ان پاک چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ نے جائز ٹھہرایا ہے۔ یہ مطلقاً حلال ہے اور اس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے تاکہ شکوک رفع ہوں اور غلط خیالات کا ازالہ ہو جائے۔ میرے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا کہ نصرانی مُرغی کی گردن مروڑ دیتے ہیں اور پھر اسے پکا لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں یا ان کا کھانا کھایا جا سکتا ہے؟ میں نے کہا کھایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ نصاریٰ اور اُن کے احبار و رُہبان کا کھانا ہے۔ اگرچہ کہ ہمارے نزدیک ذبح کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا ہمارے لئے مطلقاً جائز کر دیا ہے اور ہر وہ کھانا جس کو وہ اپنے دین

لہ یہ بات کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ ہمارے لئے مطلقاً جائز ہے ایک شاذ قول ہے جو محتاجِ دلیل ہے۔ قرآن نے اُن کے جس ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے وہ مشروع ذبیحہ ہے نہ کہ غیر مشروع۔ جس سیاق میں اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ جس جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو اسی کا کھانا جائز ہے۔ البتہ ذبح کرنے والا اہلِ کتاب میں سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مشروع طریقہ پر ذبح کرنے کی شرط معہود ہے، اس لئے اس کو نظر انداز کر کے اہلِ کتاب کے ہر ذبیحہ کو جائز سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اس بنا پر گردن مروڑی ہوئی مرغی ہمارے لئے حلال نہیں ہے ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جائز سمجھتے ہوں وہ ہمارے لئے حلال ہے سوائے ان کھانوں کے جن کے بارے میں اللہ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے۔ ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ یہ اہلِ کتاب اپنی عورتیں ہماری زوجیت میں دے دیتے ہیں جن کے ساتھ مباشرت جائز ہے پھر ہم ان کا ذبیحہ کیوں نہ کھائیں، حِلّت و حُرمت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کھانا مباشرت سے کم درجہ کی چیز ہے۔"

موصوف دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"یہ لوگ ذبح نہیں کرتے بلکہ گلا گھونٹ کر یا سر کچل کر ہلاک کر دیتے ہیں اور پھر اسے کھاتے ہیں اس لئے یہ حرام مُردار ہے لیکن (یہ عدمِ جواز کی صورت اور اوپر جواز کی جو صورت مذکور ہوئی ان) دو باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ اہلِ کتاب جس کے بارے میں یہ سمجھتے ہوں کہ یہ درست ذبیحہ ہے اس کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے، اگرچہ کہ ہمارے نزدیک ان کے ذبح کرنے کا طریقہ درست نہ ہو، لیکن جس کے بارے میں وہ خود بھی یہ سمجھتے ہوں کہ یہ ذبیحہ درست نہیں ہے وہ ہمارے لئے بھی حلال نہیں ہے۔ ذبح کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ جانور کی جان نکالنے کا قصد اس کا کھانا حلال کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو۔"

یہ مسلک مالکیہ کے ایک گروہ کا ہے۔

اِن باتوں کی روشنی میں ہم محفوظ کئے ہوئے (بند ڈبوں کے) گوشت کا حکم سمجھ سکتے ہیں جسے اہلِ کتاب کے یہاں سے درآمد کیا جاتا ہے۔ مثلاً مرغی کا محفوظ کیا ہوا گوشت جو بعض اوقات الکٹرک شاک کے ذبیحہ کا ہوتا ہے، لیکن جب تک وہ اسے حلال ذبیحہ سمجھتے ہیں آیت کے عموم کے مطابق ہمارے لئے حلال ہے۔[سلہ]

[سلہ] جب یہ معلوم ہے کہ عام طور سے بند ڈبہ کا گوشت غیر شرعی طریقہ پر ذبح کئے ہوئے جانور کا ہوتا ہے، مثلاً جھٹکا کیا ہوا یا جس کو ذبح کرتے وقت دانستہ اللہ کا نام نہیں لیا گیا تو ایسا گوشت محض اہلِ کتاب کی طرف منسوب ہو جانے سے ہمارے لئے کس طرح جائز ہوگا؟ کسی چیز کا حکم عام طریقہ کو دیکھ کر ہی لگایا جاتا ہے۔ اور جو جانور غیر مشروع طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو اس کا کھانا جائز نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا عیسائی ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہا وہ گوشت جو کمیونسٹ ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے تو ان کا کھانا ہمارے لئے کسی طرح جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ تمام اَدیان نیز خدا اور رسالت سب کے مُنکر ہیں اس لئے ان کا شمار اہلِ کتاب میں ہرگز نہیں ہے۔

مجوسیوں وغیرہ کا ذبیحہ

مجوسیوں[1] کے ذبیحہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ دیگر علماء کہتے ہیں کہ حلال ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ "اُن کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا طریقہ اختیار کرو"

(رواہ مالک والشافعی)

اور یہ واقعہ ہے کہ "ھجر" کے مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا تھا۔ (بخاری)

---

[1] جمہور علماء کے نزدیک مجوسی کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ مثلاً حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت جابرؓ، امام مالکؒ، امام زہریؒ، امام ثوریؒ، امام شافعیؒ، اصحاب الرائے اور امام احمدؒ وغیرہ۔ ابنِ قدامہ کے نزدیک سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ (ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا معاملہ کرو) کا تعلق جزیہ سے ہے۔ ذبائح اور اُن کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو المغنی ج ۸ ص ۵۷۰

علّامہ جصّاص فرماتے ہیں:۔ مجوس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ وہ اہلِ کتاب نہیں ہیں اور جو اُن کے اہلِ کتاب ہونے کے قائل ہیں وہ شاذ ہیں۔ ان کے اہلِ کتاب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ دو گروہوں کو اہلِ کتاب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا۔ اگر مجوس اہلِ کتاب ہوتے تو ذکر تین گروہ کا ہوتا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مجوس اہلِ کتاب میں سے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ "اُن کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا معاملہ کرو"۔ آپؐ نے یہ بات خاص طور سے جزیہ کے بارے میں فرمائی۔

(ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۴۰۰) ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابنِ حزم اپنی کتاب "المحلی" میں ذبح کے باب میں فرماتے ہیں:

"وہ بھی کتاب رکھتے ہیں اس لئے ان تمام باتوں میں وہ اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں"

(ج ۷ ص ۴۵۶)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صابی بھی اہلِ کتاب ہیں۔

قاعدہ۹: جو چیز نظروں سے غائب ہے اُس کی تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے

ایک مسلمان کے لئے ضروری نہیں کہ جو چیز اُس کی نظروں سے غائب ہو اُس کے بارے میں تفتیش کرے کہ اس کو کس طرح ذبح کیا گیا تھا، ذبح کی شرائط پوری کی گئی تھیں یا نہیں؛ اس پر اللہ کا نام لیا گیا تھا یا نہیں، بلکہ جو ہماری نظروں سے غائب ہو اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو خواہ وہ جاہل ہو یا فاسق، یا وہ اہلِ کتاب میں سے ہو تو اس کا کھانا حلال ہے۔

اِس سے پہلے ہم بخاری کی یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ:

اِنَّ قَوْمًا سَأَلُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ قَوْمًا یَأْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَانَدْرِیْ أُذْکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اَمْ لَا ؟ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: سَمُّوا اللّٰهَ عَلَیْهِ اَنْتُمْ وَکُلُوْا۔

"کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اُس پر اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ"

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث اِس بات کی دلیل ہے کہ افعال و تصرفات کو صحت و سلامت پر محمول کیا جائے گا اِلّا یہ کہ فساد و بُطلان پر کوئی دلیل قائم ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شکار

عرب اور دیگر اقوام کے بہت سے لوگ شکار پر گذارہ کرتے تھے، اس لئے قرآن و سنت نے شکار کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے اور فقہاء نے مستقل ابواب مخصوص کر کے حلال و حرام اور واجب و مستحب کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری ہوئی کہ بہت سے جانور اور پرندے جن کا گوشت پاکیزہ ہے، انسان کے اختیار اور قابو میں نہیں ہوتے، کیونکہ وہ انسان سے غیر مانوس ہوتے ہیں، اس لئے اسلام نے مانوس حیوانات کے حلق اور لبّہ کو ذبح کرنے کی جو شرط رکھی ہے وہ ان غیر مانوس حیوانات کے لئے نہیں رکھی، بلکہ ان کو ذبح کرنے کا آسان طریقہ تجویز کیا۔ یہ انسان کے حق میں تخفیف اور وسعت ہے۔

اسلام نے انسان کی فطری ضرورتوں کا پورا پورا لحاظ کیا ہے اور جو شرائط عائد کی ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ انسان اسلام کے عقیدہ اور اس کے نظام کے آگے جھک جائے اور جس طرح ایک مسلمان کو ہر معاملہ میں اسلام کا رنگ اختیار کرنا چاہئے، اس معاملہ میں بھی وہ اسلام کا رنگ اختیار کرے۔

ان شرائط میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق شکار کرنے والے سے ہے، بعض کا شکار سے اور بعض کا شکار کے فعل سے۔

یہ باتیں بری شکار سے متعلق ہیں، کیونکہ دریائی شکار کے بارے میں اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قید کے سب کو حلال قرار دیا ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ - (المائدہ-۹۶) "دریا کا شکار اور اُس کا کھانا تمہارے لئے جائز کر دیا گیا ہے۔"

وہ شرائط جو شکار کرنے والے سے متعلق ہیں

۱ - خشکی کا شکار کرنے والے کے لئے وہی شرائط ہیں جو ذبح کرنے والے کے لئے ہیں، یعنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا مسلمان یا اہلِ کتاب یا جو اہلِ کتاب کے حکم میں ہیں اُن میں سے ہونا جیسے مجوسی یا صابی۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فضول شکار نہ کیا جائے یعنی شکار نہ کھانے کی غرض سے کیا جائے اور نہ کسی اور قسم کا فائدہ اُٹھانے کی غرض سے۔ اس طرح خواہ مخواہ جان تلف کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ حدیث میں آیا ہے:

مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ، إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِيْ عَبَثًا وَلَمْ يَقْتُلْنِيْ مَنْفَعَةً

(النسائی وابن حبّان)

"جس نے کسی چڑیا کو بے مقصد مار ڈالا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی کہ اے رب! فلاں شخص نے مجھے خواہ مخواہ مار ڈالا تھا۔ یہ کام کسی فائدہ کے لئے نہیں کیا تھا۔"

دوسری حدیث میں ہے:

مَا مِنْ إِنْسَانٍ يَقْتُلُ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا إِلَّا سَأَلَهُ اللّٰهُ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ أَنْ يَذْبَحَهَا فَيَأْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعْ رَأْسَهَا فَيَرْمِيْ بِهٖ۔

(النسائی والحاکم)

"جو شخص کسی چڑیا یا اس سے بھی کمتر کسی جاندار کو ناحق مار ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس سے ضرور باز پُرس کرے گا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اُس کا حق کیا ہے؟ فرمایا، اس کو ذبح کر کے کھانا، اس کا سر کاٹ کر پھینک نہ دینا۔"

علاوہ ازیں ضروری ہے کہ شکار کرنے والا حج یا عُمرہ کے اِحرام میں نہ ہو کیونکہ مسلمان جب اِحرام میں ہوتا ہے تو مکمّل امن و سلامتی کی حالت میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا

(المائدۃ - ۹۶)

"خشکی کا شکار جب تک کہ تم حالتِ اِحرام میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس کا شکار کیا جائے اُس سے متعلق شرائط

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا جائے اس کے حلق یا لبہ کو ذبح کرنے پر انسان قادر نہ ہو۔ اگر اس پر قدرت رکھتا ہو تو پھر لازماً اسی طرح ذبح کرنا ہوگا، کیونکہ ذبح کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے۔

اسی طرح اگر تیر چلا کر یا سدھائے ہوئے کتے کے ذریعہ شکار کیا ہو اور وہ اس حالت میں مل جائے کہ اس میں قرار پذیر زندگی ہو تو معمول کے مطابق حلق کو ذبح کرنا ضروری ہوگا، لیکن اگر ایسی حالت میں مل جائے کہ اس میں قرار پذیر زندگی نہ ہو تو بہتر ہوگا کہ اسے ذبح کر لیا جائے، لیکن اگر اسے اپنے حال پر مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ صحیحین کی حدیث ہے:

وَاِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهٗ حَيًّا فَاذْبَحْهُ۔

"جب تم اپنے کتے کو چھوڑو تو اس پر اللہ کا نام لو پھر اگر وہ شکار کو تمہارے لئے روک رکھے اور تم اسے زندہ پالو تو ذبح کرو۔"

شکار کے ذرائع

وہ چیزیں جن سے شکار کیا جائے دو طرح کے ہیں:

(ا) جارح آلہ جیسے تیر، تلوار، نیزہ۔ جیسا کہ قرآن کی آیت سے مترشح ہے:

تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ

"جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں آجائے۔"

(المائدہ - ۹۴)

(ب) شکاری جانور جسے شکار کی تربیت دی گئی ہو، جیسے کُتا، چیتا، باز اور شِکرہ قرآن میں ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ۔ (المائدہ - ۴)

"کہو، تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو یعنی جن کو اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو۔"

شکار کرنے کیلئے زخمی کرنے والا ہتھیار اور بندوق کے شکار کا حکم

شکار کے آلہ سے متعلق دو شرطیں ہیں:۔

ایک یہ کہ آلہ جسم کے اندر اس طرح نفوذ کر جائے کہ یہ نفوذ اور یہ جرح (زخم) شکار کی موت کا باعث بن جائے۔ آلہ کے بوجھ تلے دب کر موت واقع نہ ہوئی ہو۔ عدی بن حاتم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

اِنِّیْ اَرْمِیْ بِالْمِعْرَاضِ الصَّیْدَ فَاُصِیْبُهٗ قَالَ، اِذَا رَمَیْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَزَقَ فَکُلْ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَلَا تَاْکُلْ۔ (متفق علیہ)

"میں بغیر پھل کے تیر سے شکار کرتا ہوں اور وہ نشانہ پر لگ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم تیر چلاؤ اور وہ شکار کے جسم میں نوک کی طرف سے گھس جائے تو اُسے کھاؤ اور اگر عرض کی طرف سے جا کر لگے تو مت کھاؤ۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتبار نفوذ کرنے کا ہو گا اگرچہ کہ شکار کا قتل کسی بوجھل چیز سے ہوا ہو۔ اس بنا پر بندوق اور ریوالور کی گولی سے کیا ہوا شکار حلال ہے؛ کیونکہ یہ گولی جسم میں تیر، نیزہ اور تلوار سے بھی زیادہ تیزی سے نفوذ کر جاتی ہے۔ رہی امام احمد کی حدیث کہ:

لَا تَاْکُلْ مِنَ الْبُنْدُقَةِ اِلَّا مَا ذَکَّیْتَ۔ "بندقہ سے کیا ہوا شکار نہ کھاؤ الا یہ کہ تم نے اسے ذبح کر لیا ہو۔"

اور بخاری نے ابن عمرؓ کا جو قول نقل کیا ہے کہ بُندقہ کا شکار موقوذہ (چوٹ کھا کر مرا ہوا جانور) ہے تو بُندقہ سے مراد مٹی کا ڈھیلا ہے جس کو پھینک کر شکار کیا جائے۔ یہ بُندقہ موجودہ بندوق سے بالکل مختلف چیز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بُندقہ سے مشابہت رکھنے والی چیز کنکری ہے جس کو پھینکنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے:

إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكَأُ عَدُوًّا وَلٰكِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ.

"کنکری سے نہ شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن زخمی ہوتا ہے، بلکہ دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے"

(متفق علیہ)

دوسرے یہ کہ آلہ پھینکتے یا ہتھیار چلاتے وقت اللہ کا نام لیا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم کو اس کی ہدایت فرمائی تھی اور اس باب میں ان کی حدیثیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

کتوں کے ذریعہ شکار

جب شکار کتے یا باز وغیرہ کے ذریعہ کیا جائے تو اس صورت میں درج ذیل شرائط کو ملحوظ رکھنا ہوگا:۔

ایک یہ کہ جانور کو شکار کی تربیت دی گئی ہو۔

دوسرے یہ کہ سدھایا ہوا جانور اپنے مالک کے لئے شکار کرے اور قرآن کی تعبیر کے مطابق اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے مالک کے لئے روکے رکھے۔

تیسرے یہ کہ اس کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

ان شرائط کی بنیاد درج ذیل آیت ہے:۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ

"تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال کر دی گئی ہیں؟ کہو، تمہارے لئے تمام پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو یعنی جن کو اللہ کے دیئے ہوئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔ (المائدہ ۔ ۴)

علم کی بنا پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس شکار کو تمہارے لئے روک رکھیں اس کو کھاؤ، البتہ اُس پر اللہ کا نام لو"۔

۱ ۔ شکاری جانور کو کس حد تک سدھایا جانا چاہئے، یہ ایک معروف بات ہے۔ اس کے مفہوم میں یہ باتیں شامل ہیں: "اس کا مالک اس پر اپنا حکم چلا سکے، اس کے بلانے پر وہ آجائے، شکار کرنے پر وہ آمادہ کرے تو وہ اس کی تعمیل کرے، اور ڈانٹنے پر متنبہ ہو جائے"۔ اِن میں سے بعض باتوں کے شرط ہونے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سدھانے کا مطلب عرف سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

۲ ۔ مالک کے لئے روک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شکار میں سے خود نہ کھائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

إِذَا أَرْسَلْتَ الْكَلْبَ فَأَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، فَإِذَا أَرْسَلْتَهُ فَقَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى صَاحِبِهِ ۔

"جب تم کُتّے کو شکار کے لئے چھوڑ دو اور وہ شکار میں سے کچھ کھالے تو تم اسے نہ کھاؤ کیونکہ اس نے شکار کو اپنے لئے روکا ہے، اور اگر تمہارے چھوڑ دینے کے بعد وہ شکار کرے اور خود اُس میں سے کچھ نہ کھائے تو اسے تم کھاؤ کیونکہ ایسی صورت میں اس نے اپنے مالک کیلئے شکار کو روک رکھا ہے"

(احمد)

بعض فقہاء نے درندوں میں فرق کیا ہے۔ ایک وہ جو چوپایوں میں سے ہوں مثلاً کُتے، اور دوسرے وہ جو پرندوں میں سے ہوں مثلاً شِکرہ۔ ان کے نزدیک پرندہ کا کھایا ہوا شکار جائز ہے لیکن کتے کا کھایا ہوا شکار جائز نہیں۔

شکاری جانور کو سدھانے اور اپنے مالک کے لئے شکار کو روک رکھنے کی شرطیں درحقیقت انسان کے مرتبہ کی بلندی کے پیشِ نظر اور اسے درندوں کے پس خوردہ سے پاک رکھنے کی غرض سے ہیں کیونکہ جب کتا سدھایا ہوا ہو اور وہ اپنے مالک کے لئے شکار کو روک رکھے تو اس کی حیثیت محض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آلہ کی ہو ہاتی ہے جسے شکاری استعمال کرتا ہے، جیسے تیر اور نیزہ۔

۳۔ شکار کے لئے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا ایسا ہی ہے جیسے تیر چلاتے، نیزہ گھونپتے، یا تلوار سے ضرب لگاتے وقت اللہ کا نام لینا۔ قرآن کی آیت وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ (اُس پر اللہ کا نام لو) میں اس کا حکم موجود ہے اور اس سلسلہ میں صحیح اور متفق علیہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جیسے عدیؓ بن حاتم کی حدیث۔

اِس شرط کے صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس کتے کو شکار کے لئے چھوڑا گیا اس کے ساتھ اگر دوسرا کوئی کتا شریک ہو جائے تو اُن کا شکار جائز نہیں ہوگا، کیونکہ جب حضرت عدیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

اِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي أَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ	"میں اپنا کتا شکار کے لئے چھوڑ دیتا ہوں پھر اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی موجود ہوتا ہے معلوم نہیں کس کتے نے شکار کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا تھا، دوسرے کتے پر نہیں لیا تھا۔"

پھر اگر تیر چلاتے وقت یا کتے کو چھوڑتے وقت خدا کا نام لینا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول چوک کی صورت میں اس اُمت سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اور اس کا تدارک کھاتے وقت خدا کا نام لے کر کیا جائے، جیسا کہ ذبح کے باب میں گذر چکا۔

تیر چلانے کے بعد اگر شکار مُردہ حالت میں مل جائے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شکاری تیر چلاتا ہے اور شکار کو لگ جاتا ہے لیکن وہ بروقت دستیاب نہیں ہوتا بلکہ چند دن بعد مُردہ حالت میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ شکار کیا ہوا جانور حلال ہے بشرطیکہ:-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وہ پانی میں نہ گر پڑا ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَإِنْ وَجَدْتَهُ قَدْ قُتِلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءُ قَتَلَهُ أَمْ سَهْمُكَ۔	"تم تیر چلانے کے بعد شکار کو مُردہ حالت میں پالو تو کھاؤ، لیکن اگر پانی میں گرا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ پانی کی وجہ سے وہ مرگیا ہے یا تمہارا تیر لگ کر۔"

(صحیحین)

۲۔ کسی دوسرے تیر کا نشان اس پر موجود نہ ہو جس سے معلوم ہو کہ شکار کسی اور تیر کے لگ جانے سے مرگیا ہے۔ عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرْمِي الصَّيْدَ فَأَجِدُ فِيهِ سَهْمِي مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهُ وَلَمْ تَرَ فِيهِ أَثَرَ سَبُعٍ فَكُلْ۔	"میں نے کہا، یا رسول اللہ! میں تیر چلاتا ہوں اور دوسرے دن شکار کو پاتا ہوں جس میں میرا تیر لگا ہوا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے ہی تیر نے اسے قتل کیا ہے اور کسی درندے کے کھانے کا کوئی نشان موجود نہ ہو تو اسے کھالو۔"

(الترمذی)

۳۔ شکار میں تعفن نہ پیدا ہوئی ہو، کیونکہ طبع سلیم کے نزدیک متعفن ناپاک ہے اور اسے ایسی چیز سے نفرت ہے، نیز اس میں مضرت کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ثعلبہ سے فرمایا:

إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَغَابَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَدْرَكْتَهُ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ۔	"جب تم تیر چلاؤ اور شکار تین دن کے بعد مل جائے تو اسے کھاؤ بشرطیکہ اس میں تعفن نہ پیدا ہوا ہو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شراب

خمر (شراب) ایک الکوحلی مادّہ ہے جو نشہ پیدا کرتا ہے۔

یہ بات محتاجِ بیان نہیں ہے کہ شراب کے کتنے مُضر اثرات انسان کے عقل و جسم اور اس کے دین و دنیا پر مرتب ہوتے ہیں اور ایک خاندان کے لئے وہ کیا کیا تباہیاں لاتی ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ قوم اور سماج کی مادّی، اخلاقی اور رُوحانی زندگی کے لئے یہ کس قدر خطرناک ہے۔

ایک محقق نے بالکل صحیح کہا ہے کہ انسان کو شراب سے بڑھ کر کسی چیز نے زک نہیں پہنچائی۔ اگر دنیا کے اسپتالوں کا جائزہ لے کر ان لوگوں کے اعداد و شمار جمع کئے جائیں جو شراب کی وجہ سے جنون اور لا علاج امراض کا شکار ہو جاتے ہیں، جو قتل و خون کرنے لگ جاتے ہیں اور جو اعصابی بیماریوں اور پیٹ وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نیز جو اپنی املاک سے ہاتھ دھو کر مفلس اور قلّاش ہو کر رہ جاتے ہیں تو اعداد و شمار ایسی خطرناک حد کو پہنچ جائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں جو نصیحت بھی کی جائے کم ہی محسوس ہو گی۔

عرب زمانۂ جاہلیت میں شراب کے متوالے تھے۔ ان کی زبان میں شراب کے تقریباً ایک سو نام تھے اور ان کی شاعری میں شراب کی اقسام، اس کی خصوصیات اور جام و مینا اور محفلِ سُرور کا ذکر بڑی خوبی سے کیا گیا ہے۔ جب اسلام کی آمد ہوئی تو اس نے تربیت کا نہایت حکیمانہ انداز اختیار کیا اور تدریجاً اسے حرام قرار دیا۔

اس نے سب سے پہلے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی۔ اس کے بعد یہ بات ذہن نشین کرائی کہ شراب کا گناہ اس کے فائدہ سے بڑھ کر ہے اور اخیر میں سورۂ مائدہ کی جامع آیت نازل ہوئی جس نے شراب کا قطعی حکم بیان کر دیا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! شراب، جوا، استھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟"

(المائدہ - ۹۰، ۹۱)

مذکورہ دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کی شدید حرمت بیان کی ہے۔ اسے رجس اور شیطانی عمل سے تعبیر کیا ہے اور اس سے اجتناب کو موجب فلاح قرار دیا ہے۔ اس کے جو اجتماعی نقصانات بیان فرمائے ہیں اُن میں ترکِ صلوٰۃ، بغض و عداوت اور اس کے روحانی نقصانات میں ذکرُ اللہ اور نماز جیسے دینی فرائض سے روکنا شامل ہے۔ اس کے بعد اس سے باز آنے کی ہدایت نہایت بلیغ انداز میں فرمائی ہے:

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ "پھر کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟"

اِس قطعی بیان کے بعد مومنوں کا جواب تھا: "اے رب! ہم اس سے باز آگئے۔ اے رب! ہم باز آگئے"۔

انہوں نے اس آیت کے نازل ہونے پر حیرت انگیز نمونہ پیش فرمایا۔ جو شخص ہاتھ میں جام لئے پی رہا تھا یہ آیت سُنتے ہی اُس نے مُنھ سے جام ہٹا دیا اور اسے زمین پر اُنڈیل دیا۔

بہت سی حکومتوں نے شراب کے نقصانات کو جو افراد، خاندانوں اور ملکوں کو بھگتنا پڑتے ہیں، تسلیم کر لیا ہے اور بعض حکومتوں نے اسے قانون و اقتدار کے بل پر ممنوع قرار دینے کی بھی کوشش کی، چنانچہ امریکہ نے شراب کو قانوناً ممنوع قرار دیا تھا، لیکن اس میں اُسے بُری طرح ناکامی ہوئی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن اسلام اور صرف اسلام شراب کے خلاف جنگ لڑنے اور اس کا خاتمہ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہوگیا۔

اہلِ کنیسہ کے درمیان شراب کے بارے میں مسیحی مذہب کا موقف متعین کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔ انہوں نے اس کا ماخذ انجیل کی اس عبارت کو قرار دیا ہے کہ "قلیل مقدار میں شراب معدہ کے لئے مفید ہے"۔

اگر یہ کلام صحیح ہو اور واقعی وہ معدے کے لئے مفید ہو تب بھی قلیل مقدار سے بچنا ضروری ہوگا، کیونکہ قلیل مقدار میں پیتے پیتے آدمی کثیر مقدار میں پینے لگے گا اور ایک جام دوسرے جام کی خواہش پیدا کرے گا۔ اس طرح وہ شراب کا عادی بن جائے گا۔

ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ شراب کس چیز سے بنائی جاتی ہے، بلکہ اس کے اثر یعنی نشہ کو قابلِ لحاظ سمجھا۔ لہٰذا جس چیز میں نشہ لانے کی قوت ہو وہ خمر (شراب) ہے، خواہ لوگوں نے اس کا کوئی سا نام رکھا ہو اور خواہ وہ کسی چیز سے تیار کی گئی ہو۔ شراب کی اس حقیقت کے پیشِ نظر بیئر (Beer) اور اس کے مماثل چیزیں حرام ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ شہد، مکئی اور جَو سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے تو آپؐ نے اس کے جواب میں بڑی جامع بات ارشاد فرمائی:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ — "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے"۔

(مسلم)

اور حضرت عمرؓ نے منبرِ رسول سے اعلان فرمایا:

اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ (متفق علیہ) — "خمر (شراب) وہ ہے جو عقل کو ڈھانک دے"۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نشہ آور چیز حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر

اسلام نے قطعی طور پر شراب حرام کر دی اور کم یا زیادہ مقدار میں پینے کا کوئی لحاظ نہیں کیا تاکہ اس راہ میں انسان کے قدم ڈگمگا نہ جائیں اور وہ گراوٹ اختیار نہ کرے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔ "جو چیز کثیر مقدار میں نشہ لائے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے"

(احمد و ابوداؤد والترمذی)

نیز فرمایا:

مَا أَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ۔ (احمد و ابوداؤد والترمذی) "جو چیز فرق (ایک ناپ جو سولہ رطل کا ہوتا ہے) کی مقدار میں نشہ آور ہو اس کی چلّو بھر مقدار بھی حرام ہے"

شراب کی تجارت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی یا زیادہ مقدار میں شراب پینے کو ہی حرام نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کی تجارت کو بھی حرام قرار دیا اگرچہ کہ تجارت غیر مسلموں کے ساتھ کی جائے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ شراب کی درآمد و برآمد کا کاروبار کرے یا شراب خانہ کھول کر بیٹھ جائے یا اس میں ملازمت کرنے لگ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلہ میں دس افراد پر لعنت فرمائی ہے:

عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا "شراب نچوڑنے والا، نچڑوا لینے والا، پینے والا، اٹھانے والا، وہ جس کے لئے اٹھا کر لے جائی جائے، پلانے والا، فروخت کرنے والا، اس کی قیمت کھانے والا، خریدنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُشْتَرَاةُ لَهٗ۔ اور وہ جس کے لئے خریدی جائے، ان سب پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔"

(الترمذی وابن ماجہ)

جب سورہ مائدہ کی آیت جس میں شراب کی حرمت بیان ہوئی ہے نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَمَنْ اَدْرَكَتْهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَعِنْدَهٗ مِنْهَا شَيْءٌ فَلَا يَشْرَبْ وَلَا يَبِعْ۔ (مسلم)

"اللہ نے شراب حرام کر دی ہے۔ لہٰذا جس شخص تک یہ حکم پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب موجود ہو تو وہ اسے نہ پیئے اور نہ فروخت کرے۔"

راوی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس شراب موجود تھی اس کو انہوں نے مدینہ کے راستوں پر بہا دیا۔

اسلام نے سدِّ ذریعہ کے طور پر یہ بات بھی حرام کر دی کہ کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ہاتھ انگور فروخت کرے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ان کو نچوڑ کر شراب بنائے گا۔ حدیث میں ہے:

مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ اَيَّامَ الْقِطَافِ حَتّٰى يَبِيْعَهٗ مِنْ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ اَوْ مِمَّنْ يَتَّخِذُهٗ خَمْرًا فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلٰى بَصِيْرَةٍ۔

"جس نے انگور کو فصل کٹنے پر روک رکھا تاکہ وہ کسی یہودی یا نصرانی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے گا جو اس سے شراب بناتا ہو تو وہ جانتے بوجھتے آگ میں گھس پڑا۔"

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

مسلمان شراب کا ہدیہ نہیں دے سکتا

شراب کو فروخت کرنا اور اس کی قیمت کھانا ہی حرام نہیں ہے بلکہ کسی مسلم یا غیر مسلم کو شراب کا ہدیہ دینا بھی حرام ہے۔ مسلمان پاک ہوتا ہے اور پاک چیز ہی کا ہدیہ دینا اور لینا پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ "ایک شخص نے چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شراب ہدیۃً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش کرے۔ آپ نے فرمایا، اللہ نے شراب حرام کر دی ہے۔ اس نے پوچھا پھر اسے فروخت کر دوں؟ فرمایا جس ہستی نے شراب کا پینا حرام کر دیا ہے اس نے اس کا فروخت کرنا بھی حرام کر دیا ہے۔ اُس نے کہا، پھر یہود کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دوں؛ فرمایا، جس ہستی نے اسے حرام کیا ہے اس نے یہود کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنا بھی حرام کیا ہے۔ اس نے کہا، پھر میں اسے کیا کروں؟ فرمایا، بطحاء کے راستوں پر بہا دو۔" (مُسندِ حُمیدی)

شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ

اسی طرح مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ شراب کی مجلسوں کا بائیکاٹ کرے اور شراب پینے والوں کا ہم نشین نہ بنے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقْعُدْ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (احمد)

"جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دَور چل رہا ہو۔"

کیونکہ مسلمان اس بات پر مامور ہے کہ جب کسی مُنکر کو دیکھے تو اسے بدل دے اور اگر اس کا ازالہ نہ کر سکتا ہو تو پھر اس سے دُور ہو جانا چاہیئے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز شراب پینے والوں کے ساتھ اس شخص کو بھی کوڑے لگاتے جو اُن کی مجلس میں شریک ہوتا گو اس نے شراب نہ پی ہو۔

شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے

مذکورہ نصوص سے واضح ہے کہ اسلام نے شراب کے خلاف زبردست جنگ کی، مسلمانوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے یکسر روک دیا اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ اسلام میں نہ تھوڑی سی شراب پینا روا ہے، نہ خرید و فروخت کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، نہ ہدیہ کے طور پر شراب پیش کی جا سکتی ہے اور نہ اس کو بنانا جائز ہے۔ اسی طرح اپنی تجارت گاہ یا اپنے گھر میں شراب رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی جشن وغیرہ کی محفلوں میں پیش کرنے اور غیر مسلم مہمانوں کی اس سے تواضع کرنے اور ماکولات و مشروبات میں اس کی آمیزش کرنے کے لئے کوئی وجہِ جواز ہے۔

رہا دوا کے طور پر شراب کے استعمال کا مسئلہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پوچھنے پر اس سے منع فرمایا:

اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَاءٌ "شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے"

(مسلم وابوداؤد واحمد والترمذی)

نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لَكُمْ دَاءً دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَاتَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔ (ابوداؤد) "اللہ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں نازل کی ہیں اور تمہارے لئے بیماری کا علاج بھی رکھا ہے لہٰذا علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو"

حضرت ابن مسعودؓ نشہ آور چیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔ (البخاری تعلیقاً) "اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی ہے"

علاج معالجہ کے لئے شراب اور دیگر محرمات کو اسلام نے جو حرام قرار دیا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ امام ابنِ قیمؒ کے بقول کسی چیز کی حرمت اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ اس سے بالکل اجتناب اور دُوری اختیار کی جائے۔ اگر بغرضِ علاج اس کو استعمال کرنے کی گنجائش رکھی گئی تو اس سے رغبت اور اختلاط پیدا ہو جائے گا جو شارع کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موصوف مزید فرماتے ہیں: علاج کے لئے اگر شراب کو مباح کر دیا جاتا تو وہ شہوت ولذت کے حصول کا ذریعہ بن سکتی تھی، خصوصاً جبکہ لوگ اسے مفید اور موجب شفار خیال کرتے ہوں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ نے ایک اہم نفسیاتی پہلو کی طرف بھی متوجہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

"دوا سے شفار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قبولیت کے ساتھ استعمال کیا جائے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ مفید ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو شفار رکھی ہے اس کی برکت حاصل ہوگی، لیکن ایک مسلمان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ شراب عین حرام ہے یہ اعتقاد اس کے مفید اور ذریعۂ شفار ہونے کے منافی ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ نہ شراب کے بارے میں اچھا گمان پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ اسے قبولیت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بندہ ایمان میں جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی وہ شراب سے نفرت کرے گا اور اسے بُرا اور ناگوار خیال کرے گا۔ ایسی صورت میں شراب کا استعمال اس کے لئے بیماری کا باعث ہوگا نہ کہ دوا کا۔"

(ملاحظہ ہو زاد المعاد۔ ج ۳، ص ۱۱۵-۱۱۶)

اس کے باوجود شریعت کی نظر میں مجبوری ایک حقیقت ہے جس کی مناسبت سے احکام ہیں۔ فرض کیجئے شراب یا کوئی ایسی چیز جس میں شراب ملائی گئی ہو کسی ایسے مرض کا واحد علاج قرار پائے جس میں انسانی زندگی خطرہ میں پڑ گئی ہو اور کوئی ایسی دوا نہ مل سکتی ہو جو اس سے بے نیاز کر دے ــــــ اور میں نہیں سمجھتا کہ ایسی صورت ممکن ہے ــــــ اور یہ دوا تجویز کرنے والا مسلمان ماہر طبیب ہو جو دین کے معاملہ میں غیرت مند بھی ہو تو ایسی صورت میں شریعت کے اصول جو آسانی پیدا کرنے اور حرج کو رفع کرنے پر مبنی ہیں اس کے استعمال سے نہیں روکتے بشرطیکہ یہ استعمال ممکنہ تنگ دائرہ کے اندر ہو۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

"پھر جو مجبور ہو جائے بغیر اس کے کہ وہ اس کا چاہنے والا ہو، یا حد سے تجاوز کرنے والا تو تمہارا رب غفور و رحیم ہے۔"

(الانعام۔ ۱۴۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُخَدِّرَاتْ (عقل کو بے حس کرنے والی چیزیں)

اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ (خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانک دے) ایک درخشندہ بات ہے جسے حضرت عمرؓ نے برمنبرِ رسولؐ خطبہ دیتے ہوئے بیان فرمایا۔ اس سے خمر کا مفہوم متعیّن ہوجاتا ہے اور کسی شبہ کے لئے گنجائش نہیں رہتی۔ ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈالے اور قوتِ ممیزہ، قوتِ مدرکہ اور قوتِ فیصلہ کو متاثر کردے خمر (شراب) ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے قیامت تک کے لئے حرام ٹھہرایا ہے۔

مخدرات مثلاً گانجا، کوکائین، افیون وغیرہ اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ یہ عقل پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہیں کہ دُور کی چیز قریب اور قریب کی چیز دُور نظر آنے لگتی ہے۔ جو چیز واقعۃً موجود ہے اس کے بارے میں ذہول ہونے لگتا ہے، اور جو چیز واقعۃً موجود نہیں ہے اس کو آدمی موجود خیال کرنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ اوہام و خیالات کے سمندر میں تیرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے نفس، اپنے دین اور اپنی دُنیا سب کو بھول کر محض خیالات کی وادی میں بھٹکنے لگتا ہے۔

علاوہ ازیں اس سے جسم میں فتور اور اعصاب میں بے حسی پیدا ہوجاتی ہے اور صحت کمزور ہوجاتی ہے۔ مزید یہ کہ جو پست ہمتی، اخلاقی گراوٹ، ارادہ کا ڈھیلا پن اور شعور میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے اس کے نتیجہ میں ان زہریلی اشیاء کے عادی معاشرہ کے جسم کا ناسور بن کر رہ جاتے ہیں۔

ان تمام خرابیوں کے علاوہ ضیاعِ مال اور گھروں کی تباہی اس پر مستزاد ہے اور بعض اوقات تو ان منشیات کا عادی اپنے بال بچّوں کی غذا تک کا پیسہ ان پر خرچ کر بیٹھتا ہے اور کبھی دوسرے غیر شریفانہ طریقے اختیار کرتا ہے۔

اسلام کا یہ اُصول ہم بیان کرچکے ہیں کہ حرام چیزیں خبث اور مضرت کا باعث ہیں، اور حقیقۃً یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ صحت کے نقطۂ نظر سے نیز نفسیاتی، اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی لحاظ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ چیزیں سخت مُضر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِن خبائث کی حُرمت پر اُن تمام فقہاء کا اتفاق ہے جن کے زمانہ میں اِن چیزوں کا ظہور ہوا۔ ان کے پیش پیش شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں:

"یہ حشیش (گانجا) حرام ہے، خواہ اس سے مدہوشی طاری ہو یا نہ ہو...... اِس میں سُرور اور نشہ ہوتا ہے، اس لئے اسے فاجر لوگ ہی استعمال کرتے ہیں اور یہ اپنی خصوصیت کی بنا پر نشہ آور شراب ہی کے قبیل کی چیز ہے۔ شراب محرّک ہے اور خصومت کے جذبات پیدا کرتی ہے، اور گانجا عقل میں فتور پیدا کر کے ذلّت کا سامان کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقل و مزاج میں خرابی پیدا کرنے کا باعث ہے، نیز اس سے شہوت کو شہ ملتی ہے اور بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اِن خرابیوں کے پیشِ نظر گانجا نشہ آور شراب سے بھی بدتر چیز ہے۔ لوگوں میں اس کا چلن تتاریوں کے ظہور سے ہوا ہے۔ اس کے پینے پر خواہ تھوڑی مقدار میں پیا جائے یا زیادہ مقدار میں، شراب کی حد یعنی اسّی۸۰ یا چالیس۴۰ کوڑے لگائے جانے چاہئیں۔

جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے گانجا پیا ہے تو اس کی یہ حرکت بمنزلۂ شراب نوشی کے ہے، بلکہ بعض وجوہ سے اس سے بھی بدتر ہے اور وہ شراب نوشی ہی کی طرح کی سزا کا مستحق ہے۔ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ محرّمات میں سے جن چیزوں کی دلوں میں اِشتہاء پیدا ہوتی ہے، جیسے شراب اور زنا، ان پر حد جاری کی جائے گی، لیکن جن چیزوں کی اِشتہاء پیدا نہیں ہوتی، جیسے مُردار، ان پر تعزیر ہے۔ اور گانجا تو پینے والوں کو ایسا مرغوب ہوتا ہے کہ وہ اسے کسی حال میں چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، حالانکہ کتاب و سُنّت کے نصوص اس کے حرام ہونے پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جس طرح کہ دوسری قسم کی شراب کی حُرمت پر دلالت کرتے ہیں۔" (فتاوٰی ابنِ تیمیہؒ۔ ج ۴ ص ۲۶۲ اور السیاسۃ الشرعیۃ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو چیز بھی ضرر رساں ہو اس کا کھانا پینا حرام ہے

اسلامی شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے کسی ایسی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے، مثلاً ہر قسم کا زہر یا اور کوئی مُضر چیز۔ اسی طرح بکثرت کھانا پینا بھی جائز نہیں کہ بسیار خوری کے نتیجہ میں بیمار پڑ جائے۔ مسلمان کی تحویل میں صرف اس کا نفس ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کا دین، اس کی ملّت، اس کی زندگی، اس کی صحت، اس کا مال اور اللہ کی ساری ہی نعمتیں اس کے پاس امانت ہوتی ہیں، لہٰذا ان کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا "اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے" (النساء-۲۹)

اور فرمایا:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (البقرۃ-۱۹۵) "اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (احمد و ابن ماجۃ) "ضرر پہنچانا اپنی تمام صورتوں کے ساتھ ناجائز ہے"۔

اس اصول کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ تنباکو اگر استعمال کرنے والے کیلئے مُضر ثابت ہو رہا ہو تو حرام ہے،* خاص طور سے جبکہ ڈاکٹر کسی خاص شخص کے بارے میں یہ بتلائے کہ تنباکو کا استعمال اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ اگر بالفرض تنباکو مُضرِ صحت نہ ہو تب بھی وہ مال کا ضیاع ہے جس میں نہ دینی فائدہ ہے، نہ دُنیوی۔ حدیث میں ہے:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ۔ (البخاری) "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

اور یہ ممانعت اس صورت میں اور مؤکد ہو جاتی ہے جبکہ آدمی اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کا ضرورت مند ہو۔

---

* تنباکو کا استعمال کراہت سے خالی نہیں لیکن اسے حرام کہنے میں تامّل ہے ـــــ مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لباس اور زینت

اسلام میں یہ بات نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے کہ مسلمان اللہ کی پیدا کردہ زینت، پوشاک اور نفیس لباس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی وضع قطع اور شکل وصورت میں حُسن وجمال پیدا کرے۔

اسلام کی نظر میں لباس سے مقصود دو چیزیں ہیں۔ ایک سترِ عورت اور دوسرے زینت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے لئے پوشش اور زینت کا جو سامان مہیا کیا ہے اس کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے:

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا۔

"اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمہاری ستر پوشی بھی کرتا ہے اور زینت بھی ہے۔"

(الاعراف۔ ۲۶)

لہٰذا ان دو باتوں ــــ ستر پوشی اور تزیین ــــ میں بے اعتدالی اختیار کرنا اسلام کی شاہراہ سے انحراف کرکے شیطان کے راستہ پر جا پڑنا ہے۔ یہ نکتہ اللہ تعالیٰ کی اِن دو نِداؤں (آیتوں) میں مُضمر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی میں عُریانیت اور ترکِ زینت کا طریقہ اختیار نہ کریں:

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا۔

"اے بنی آدم! شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنّت سے نکلوایا تھا اور اُن کے لباس ان پر سے اُتروا دیئے تھے تاکہ اُن کی شرم گاہیں اُن کے سامنے کھول دے۔"

(الاعراف۔ ۲۷)

اور فرمایا:

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

"اے بنی آدم! ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہنو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ اور کھاؤ اور پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔"

(الأعراف - ۳۱)

اسلام نے مسلمان پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے پوشیدہ اعضاء کو جنہیں ایک مہذب انسان فطری طور پر کھولنے میں شرم محسوس کرتا ہے، چھپائے اور ننگے جانوروں سے ممتاز ہو جائے، نیز اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کو چھپائے رکھے تاکہ شرم و حیا انسان کی عادت و خصلت بن جائے۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ فَقَالَ: اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَإِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ؟ قَالَ: فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا يَرَاهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا. فَقُلْتُ فَإِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ: فَاللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيٰى عَنْهُ ۔

"میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے ستر کا کس حد تک خیال رکھیں اور کس حد تک نہیں؟ فرمایا: اپنے ستر کی حفاظت کرو بجز اپنی بیوی اور لونڈی کے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ (سفر وغیرہ میں) ہوں تو؟ فرمایا: جہاں تک ہو سکے ستر پوشی ضرور کرو۔ میں نے کہا، جب ہم میں سے کوئی شخص تخلیہ میں ہو تو؟ فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آدمی اس سے شرمائے۔"

(احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم والبیہقی)

نظافت اور جمال والا دین

اسلام نے زیبائش سے پہلے نظافت کا اہتمام کرنا ضروری قرار دیا ہے کیونکہ نظافت ہر قسم کی زیب و زینت کے لئے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَنَظَّفُوا فَاِنَّ الْاِسْلَامَ نَظِيفٌ ۔ "نظافت اختیار کرو کہ اسلام نظافت والا دین ہے"

(ابن حبان)

اَلنَّظَافَةُ تَدْعُوا اِلَى الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ مَعَ صَاحِبِهٖ فِي الْجَنَّةِ ۔ "نظافت ایمان کی داعی ہے اور ایمان اپنے ساتھی کو لے کر جنت میں جائے گا"

(الطبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدن، لباس، گھر اور راستوں کی صفائی کی ترغیب دی ہے اور خاص طور سے اپنے دانت، ہاتھ اور سر کو صاف ستھرا رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

نظافت کی یہ اہمیت ایک ایسے دین میں تعجب خیز نہیں ہے جس نے طہارت کو نماز جیسی اوّلین عبادت کے لئے کلیدی کی حیثیت دی ہے، چنانچہ ایک مسلمان کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا بدن، کپڑے اور نماز کی جگہ صاف نہ ہو۔ یہ نظافت غسل اور وضوء سے حاصل ہونے والی طہارت کے علاوہ ہے۔

اہل عرب دیہات اور صحرا کے ماحول میں رہتے تھے جس کے زیر اثر اکثر لوگ صفائی اور زیبائش کے معاملہ میں بے اعتنائی برتتے تھے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اندر نظافت کا احساس برابر پیدا کرتے رہے اور ان کی تربیت اس طرح کی کہ وہ ترقی کر کے متمدن قوم بن گئے اور جس گھٹیا اور ابتر حالت میں تھے اس سے نکل گئے اور ان کی حالت میں موزوں قسم کا جمال پیدا ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ آپ نے اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ گویا آپ اسے بال درست کرنے کا حکم دے رہے ہیں، چنانچہ اس نے بال درست کر لئے اور پھر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ ۔ (موطا امام مالک) "یہ بہتر ہے یا تمہارا اس حال میں آنا کہ شیطان کی طرح بال پراگندہ ہوں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال پراگندہ ہیں تو فرمایا:

أَمَا وَجَدَ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ؟ "کیا اسے بالوں کو درست کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی؟

وَرَأَى آخَرَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ آپؐ نے ایک اور شخص کو جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا دیکھا تو فرمایا:

أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ؟ کیا اسے اپنے کپڑے دھونے کے لئے کچھ نہیں ملا؟

(ابو داؤد)

ایک اور شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے جسم پر خراب کپڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ أَعْطَانِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالاً فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتُهُ۔

"تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ فرمایا: کس قسم کا مال ہے؟ اس نے کہا، ہر قسم کا مال جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ فرمایا: جب اللہ نے تمہیں مال سے نوازا ہے تو وہ تم پر اپنی نعمت اور فضل کا اثر بھی دیکھنا چاہتا ہے۔"

(النسائی)

آپؐ نے جمعہ وعیدین جیسے اجتماع کے موقعوں پر نظافت وزیبائش کا اہتمام کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا:

مَا عَلىٰ أَحَدِكُمْ — إِنْ وَجَدَ سَعَةً — أَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ ثَوْبَيْ مِهْنَتِهِ۔ (ابو داؤد)

"اگر ممکن ہو تو کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لئے ایک جوڑی کپڑے مخصوص کر لینے میں کیا مضائقہ ہے؟"

سونا اور خالص ریشم مردوں پر حرام ہے

اسلام نے جہاں زینت کو جائز بلکہ مطلوب ٹھہرایا ہے اور حرام کر لینے کی مذمت کی ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ "کہو، کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو؟"

(الاعراف ۔ ۳۲)

وہاں اس نے مردوں پر زینت کی دو چیزیں حرام کر دی ہیں جبکہ عورتوں کے لئے حلال قرار دی ہیں یعنی سونے کے زیورات اور خالص ریشم پہننا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور سونے کو اپنے بائیں ہاتھ میں رکھ کر فرمایا:

اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ ۔ "یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں"

(احمد والبوداؤد والنسائی وابن حبان وابن ماجہ)

اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سُنا:

لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ فَاِنَّ مَنْ لَبِسَهٗ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ ۔ (البخاری ومسلم) "ریشم کو نہ پہنو، کیونکہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا"

اور ریشم کے ایک جوڑے کے بارے میں فرمایا:

اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ ۔ "یہ اُن لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں"

(البخاری ومسلم)

آپؐ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو نکال کر پھینک دی اور فرمایا:

يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ ۔ "تم چاہتے ہو کہ اپنے ہاتھ میں انگارہ رکھ لو؟"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا کہ انگوٹھی اُٹھا لو اور اپنے کام میں لے آؤ۔ اس شخص نے کہا:

لَا، وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (البخاری) "قسم بخدا، میں اسے نہیں اُٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سونے کی انگوٹھی ہی کی طرح وہ چیزیں ہیں جن کو آج عیش پرست لوگ استعمال کرتے ہیں مثلاً سونے کا قلم، سونے کی گھڑی، سونے کا سگریٹ لائٹر، سونے کی سگریٹ کی ڈبیہ اور سونے کا سگریٹ ہولڈر وغیرہ۔

البتہ چاندی کی انگوٹھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے جائز کردی ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِيْ يَدِ عُثْمَانَ حَتّٰى وَقَعَ بَعْدُ فِيْ بِئْرِ اَرِيْسَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی جو آپؐ کے دستِ مبارک میں تھی۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی اور آخیر میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی یہاں تک کہ اریس نامی کنویں میں گر پڑی۔"

(البخاری)

رہی دوسری دھاتوں کی انگوٹھی مثلاً لوہے وغیرہ کی تو اس کی حرمت کسی صحیح نص سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے مہر کے بارے میں فرمایا:

اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ

"کوئی چیز تلاش کرو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔"

اس سے امام بخاری نے لوہے کی انگوٹھی کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اور ریشم کا کپڑا پہننے کا جواز اس صورت میں ہے جبکہ اس کی واقعی ضرورت ہو، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ کو خارش کی وجہ سے ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مردوں پر ریشم کو حرام کرنے کی مصلحت

ریشم اور سونا مردوں پر جن مصالح کی بنا پر حرام کر دیا گیا ہے وہ نہایت اہم تربیتی اور اخلاقی مصالح ہیں۔ اسلام جو جہاد اور قوت کا دین ہے، مردانگی کا تحفظ چاہتا ہے اُن مظاہر کے مقابلہ میں جو کردار میں کمزوری، ڈھیلاپن اور گراوٹ پیدا کرتے ہیں۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت سے مختلف جسمانی ساخت عطا کی ہے، اس لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ وہ حسین عورتوں کا مقابلہ کرنے لگے، اور زیورات سے آراستہ ہونے اور خوبصورت پوشاک زیب تن کرنے میں ان کی ہمسری کرنے لگے۔ علاوہ ازیں اِس حُرمت کے پیچھے اجتماعی مصلحتیں بھی کارفرما ہیں۔

اسلام نے تعیّش کے خلاف جنگ کا جو پروگرام بنایا اس کا ایک جُزء سونے اور ریشم کی حُرمت بھی ہے۔ قرآن کی نظر میں عیش پرستی وہ اخلاقی گراوٹ ہے جس نے کتنی ہی قوموں کو تباہی کے گھاٹ اُتارا۔ یہ عیش پرستی اجتماعی ظلم کا مظہر ہے، کیونکہ ایک قلیل التعداد طبقہ کثیر التعداد اور مفلوک الحال طبقہ کے بل پر مزے اُڑاتا ہے۔ یہ طبقہ ہمیشہ حق، خیر اور اصلاح کا مخالف رہا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝

(الاسراء - ۱۶)

"اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اُس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اُسے بالکل تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

وَمَآ أَرْسَلْنَا فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَآ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ كَـٰفِرُونَ ۝ (سبأ - ۳۴)

"ہم نے جس بستی میں بھی کوئی خبردار کرنے والا بھیجا تو اس بستی کے عیش پرست لوگوں نے یہی کہا کہ تم جو پیغام لے کر آئے ہو اُس سے ہم انکاری ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی اس اسپرٹ کے پیشِ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی زندگی میں تعیّش کے جملہ مظاہر کو حرام قرار دیا۔ جس طرح سونا اور ریشم مردوں کے لئے حرام کیا اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لئے حرام ٹھہرایا۔

ان تمام مصالح کے علاوہ اقتصادی لحاظ سے بھی اس میں کافی وزن ہے، کیونکہ سونا نقدی کے لئے بین الاقوامی طور پر محفوظ سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا استعمال مرد کے زیور یا برتن جیسی چیزوں کے لئے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

عورتوں کے لئے مُباح ہونے کی مصلحت

اس حکم سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ استثناء عورت کے حق میں رعایت بھی ہے اور نسوانیت کا تقاضا بھی، نیز یہ ان کی زینت پسند فطرت کے عین مطابق ہے، بشرطیکہ اس سے مقصود مردوں کو راغب کرنا اور شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنا نہ ہو۔ حدیث میں ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ

"جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرتی ہے تاکہ اس کی مہک ان تک پہنچے وہ زانیہ ہے اور ہر نظر بد زانیہ ہے۔"

(النسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان)

اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۔ (النور-۳۱)

"وہ اپنے پاؤں زور سے مارتی ہوئی نہ چلیں کہ انھوں نے اپنی جس زینت کو چھپا رکھا ہے وہ معلوم ہو جائے۔"

مسلمان خاتون کا لباس

اسلام نے عورت کے لئے ایسے کپڑے پہننا حرام کر دیا ہے جن کے اندر سے بدن نظر آئے یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جھلکے۔ اسی طرح وہ کپڑا بھی حرام ہے جس سے بدن کے خدوخال اور خاص طور سے وہ اعضاء نمایاں ہوں جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے، مثلاً پستان، کمر، چوتڑ وغیرہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ، يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔ (مسلم)

"دو گروہ دوزخی ہیں جنہیں میں نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک وہ جن کے ساتھ گائے کی دُم کی طرح کوڑے ہوں گے جن کو وہ لوگوں پر برسائیں گے (یعنی ظالم حکمراں)۔ اور دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی برہنہ رہیں گی۔ وہ اپنی طرف مردوں کو مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی۔ اُن کے سر اُونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنّت میں داخل نہیں ہونگی اور نہ اُس کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہوگی"۔

وہ کاسیات یعنی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی۔ اس کے باوجود عاریات یعنی برہنہ ہوں گی کیونکہ ان کے کپڑے اس قدر باریک اور شفّاف ہوں گے کہ بدن اندر سے ظاہر ہو رہا ہوگا اور وہ ستر پوشی کا کام نہیں دے سکیں گے۔ موجودہ زمانہ کی عورتیں زیادہ تر ایسا ہی لباس پہنتی ہیں۔

اور اُن کے سر کو اُونٹ کے کوہان سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ وہ اپنے بالوں کا جُوڑا سر کے درمیانی حصّہ میں اونچا کر کے باندھیں گی۔ گویا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم غیب سے جھانک کر عصرِ حاضر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جس میں عورتوں کے بال سنوارنے اور ان کو فیشن ایبل (Fashionable) بنانے کے لئے خاص مراکز قائم ہو گئے ہیں۔ ان مراکز کو "کوافیر" کہا جاتا ہے اور ان کی نگرانی زیادہ تر مرد کرتے ہیں اور اپنی اس خدمت کی خوب خوب اُجرت طلب کرتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ عورتوں کا عام طور سے حال یہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ قُدرتی بال کو ناکافی خیال کرتے ہوئے مصنوعی بال خرید کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے بالوں میں لگا لیتی ہیں۔

ایک طرف مرد ہیں جو ملائمت و نزاکت اور حُسن و جمال میں عورتوں سے بڑھ جانے کے خواہشمند ہیں اور دوسری طرف عورتیں ہیں جو پُرکشش بن کر مَردوں کو اپنی طرف راغب کرنا چاہتی ہیں۔

مذکورہ حدیث میں ایک عجیب نُکتہ یہ ہے کہ سیاسی اِستبداد اور اخلاقی گراوٹ کے درمیان ایک قسم کا ربط ہے جس کی تصدیق حالاتِ حاضرہ نے کر دی ہے۔ اِستبداد کرنے والے ہمیشہ قوم کو شہوت انگیز کاموں میں مصروف رکھ کر اور لوگوں کو ذاتی دلچسپی کے کاموں میں اُلجھا کر اُن کی توجہ عام مسائل کی طرف سے ہٹاتے رہتے ہیں۔

عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے واضح طور سے بیان فرمایا ہے کہ عورت کے لئے مرد کا لباس پہننا اور مرد کے لئے عورت کا لباس پہننا ممنوع ہے۔ (احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجۃ و ابن حبان والحاکم)

نیز آپؐ نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مَردوں اور مَردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (البخاری)

مشابہت کے مفہوم میں بات چیت، حرکت، چال اور لباس وغیرہ شامل ہیں۔

انسانی زندگی میں شر کے پیدا ہونے اور معاشرہ کے بگاڑ میں مبتلا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت سے انحراف اور طبعی اُمور کے خلاف رویّہ اختیار کرتا ہے۔ مرد ایک مخصوص مزاج کا حامل ہوتا ہے اور عورت بھی ایک مخصوص مزاج کی حامل ہوتی ہے۔ ہر ایک کی خصوصیات الگ الگ ہیں لیکن جب مرد مخنّث بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے اور عورت مرد بن جانے کی تو اس کا نتیجہ بگاڑ اور اخلاقی گراوٹ کی شکل میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے شخص کو ملعون قرار دیا ہے جس نے اپنے کو مؤنّث بنالیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کی مشابہت کرنے لگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرد بنایا تھا، اور وہ عورت بھی جسے اللہ نے مؤنث بنایا تھا لیکن وہ مذکّر بن کر مردوں کی مشابہت کرنے لگی۔ (الطبرانی)

اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے:

نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِيِّ .... وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ۔ (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے اور قسی (ایک قسم کا ریشم) کا لباس پہننے .... اور زرد رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے"

حضرت ابنِ عمروؓ سے روایت ہے کہ:

رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے اسے نہ پہنو"

شہرت اور تکبّر کا لباس

پاکیزہ چیزوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے خواہ وہ کھانے پینے کی ہوں یا پہننے کی، عام شرط یہ ہے کہ اس معاملہ میں اسراف اور تکبّر نہ کیا جائے۔ اسراف یہ ہے کہ حلال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حد سے تجاوز کیا جائے اور تکبّر کا تعلق ظاہر کی بہ نسبت دل اور نیّت سے زیادہ ہے، اور تکبّر (اختیال) یہ ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے غرور میں مبتلا ہو جائے اور لوگوں کے مقابلہ میں فخر کرنے لگے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔ (الحدید-۲۳)

"اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہوں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ)

"جو اپنے کپڑے تکبّر سے گھسیٹتے ہوئے چلے گا تو اللہ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔"

چونکہ مسلمان کو ایسی چیز سے جس میں تکبّر کا اندیشہ ہو، اجتناب کرنا چاہیے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرت کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جن سے فخر، ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی خواہش اور مقابلہ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

"جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا اللہ اسے قیامت کے دن ذلّت کا لباس پہنائے گا۔"

(احمد و ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ)

ایک شخص نے حضرت ابنِ عمر رضؓ سے دریافت کیا کہ میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟ آپ نے کہا: جس کے پہننے سے نادان لوگ تمہیں بے وقعت خیال نہ کریں (یعنی گھٹیا قسم کے اور بدنما نہ ہوں) اور اہلِ دانش اس میں عیب نہ نکالیں (یعنی حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہوں)۔ (الطبرانی)

زینت میں غلو کے لئے خلق اللہ میں تغیّر

زینت میں ایسا غلو کہ اللہ کی پیدا کردہ ساخت میں تغیّر واقع ہو، اسلام کے نزدیک مردود ہے۔ قرآن نے اسے "شیطان کی وحی" سے تعبیر کیا ہے اور قرآن نے شیطان کا یہ قول اس کے پیروؤں کے بارے میں نقل کیا ہے:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (النساء - ۱۱۹)

"اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردّ و بدل کریں گے۔"

❖

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لئے آپریشن کرانا

من جملہ ان ممنوعات کے بدن کا گودنا اور دانتوں کو نوکدار بنانا ہے۔

لَعَنَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُسْتَوْشِرَةَ۔ (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے: گودنے والی پر، گودواتے والی پر، دانتوں کو نوکدار بنانے والی پر اور اُس پر جو دانتوں کو نوکدار بنوالے"۔

گودنے کے لئے نیلا رنگ استعمال کیا جاتا ہے اور بدنما نقوش بنائے جاتے ہیں، جس سے چہرے اور ہاتھوں میں بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس معاملہ میں بعض عربوں نے اور خاص طور سے عورتوں نے تو حد کر دی ہے کہ اپنے پورے جسم پر نقوش بنا لیتے ہیں، اور بعض اہلِ مذاہب تو اپنے دیوی دیوتاؤں اور مذہبی شعائر کی تصویریں بنا لیتے ہیں، چنانچہ نصاریٰ اپنے ہاتھ پر اور سینہ پر صلیب کی تصویر بناتے ہیں۔

علاوہ ان مفاسد کے ایک بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ بدن میں سُوئی چبھونے سے انسان کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کام کرنا، کرانا موجبِ لعنت ہے۔

رہا "وشر" یعنی دانتوں کو نوک دار اور کوتاہ بنانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو انجام دینے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور اس عورت پر بھی جو کسی سے یہ خدمت لے۔ اگر کوئی مرد یہ خدمت انجام دے تو وہ لعنت کا بدرجۂ اولیٰ مستحق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس بات کو حرام کر دیا کہ دانتوں کو نوکدار بنایا جائے اسی طرح اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا کہ دانتوں کے درمیان درزیں بنائی جائیں۔

وَلَعَنَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (البخاری و مسلم)

"آپؐ نے خوبصورتی (فیشن) کے لئے دانتوں میں درزیں بنانے والیوں پر جو درحقیقت اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دَرزیں بنانے سے مُراد دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا ہے۔ بعض عورتوں کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے اور بعضوں کے نہیں ہوتا، تو جن کے دانتوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا وہ مصنوعی طور پر درزیں بنالیتی ہیں۔ یہ جعل سازی اور آرائش (فیشن) میں غُلو ہے جس سے اسلام کا مزاج انکاری ہے۔

مذکورہ بالا حدیثوں کے ذریعہ جو صحیح ہیں، ہم خوبصورتی پیدا کرنے کی غرض سے کئے جانے والے آپریشنوں کا حکم معلوم کرسکتے ہیں جسے جسم و شہوت کی پرستار تہذیب نے رائج کیا ہے یعنی دورِ حاضر کی مادہ پرستانہ مغربی تہذیب نے۔ چنانچہ اپنی ناک یا پستان وغیرہ کی شکل درست کرانے پر مرد ہو یا عورت ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ یہ سب کام موجبِ لعنت ہیں، کیونکہ یہ تکلیف دہ بھی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں بلاضرورت ردّ و بدل کے مترادف بھی۔ پھر یہ تبدیلی محض صوری ہوتی ہے حقیقی نہیں اور یہ ردّ و بدل جسم میں ہوتا ہے رُوح میں نہیں۔

"البتہ اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی ایسا عیب موجود ہو جو ایک زائد چیز کی حیثیت رکھتا ہو اور اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہو یا ذہنی کوفت ہوتی ہو تو اس کا علاج کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ مقصود اس حرج کو دُور کرنا ہو جس میں وہ مبتلا ہے اور جس سے عرصۂ حیات اس پر تنگ ہو رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین میں کوئی حرج نہیں رکھا ہے۔"

(المرأۃ بین البیت والمجتمع، ص ۱۰۵)

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حدیث لَعَنَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ (خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے دانتوں میں درزیں بنانے والیوں پر آپؐ نے لعنت فرمائی ہے) کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کام اس صورت میں مذموم ہے جبکہ جھوٹی خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے کیا جائے، لیکن اگر کسی تکلیف یا ضرر کو دُور کرنے کی غرض سے واقعی اس کی ضرورت ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھویں باریک کرنا

غلو آمیز زینت کی ایک شکل جسے اسلام نے حرام کیا ہے نمص (بال نوچنا) ہے۔ نمص سے مراد بھوؤں کے بال نکال ڈالنا ہے تاکہ اُن کو صاف یا ہموار کیا جاسکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ۔ (ابوداؤد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال نوچنے والی پر اور اُس عورت پر جو کسی سے یہ خدمت لے، لعنت فرمائی ہے۔"

بال نوچنے کی حُرمت اس صورت میں اور شدید ہو جاتی ہے جبکہ یہ بدکار عورتوں کا شعار ہو۔ حنفی مسلک کے بعض علماء کہتے ہیں کہ چہرے کے بال صاف کرنا، سُرخی لگانا، نقش و نگار کرنا اور ناخنوں کو پالش (Nail Polish) لگانا جائز ہے، بشرطیکہ شوہر کی اجازت سے یہ کام کئے جائیں، کیونکہ یہ چیزیں بھی زینت میں شامل ہیں۔ لیکن امام نوویؒ نے چہرہ کے بال صاف کرنے کی شدت سے مخالفت کی ہے اور اس کا شمار نمص میں کیا ہے جو حرام ہے۔

البتہ ابوداؤد نے "سُنن" میں نامصہ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بھوؤں میں نقش و نگار بنا کر اسے باریک کر دیتی ہے۔ اس سے امام نووی کی رائے کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ نمص کے مفہوم میں چہرہ کے بال صاف کرنا شامل نہیں ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ ابو اسحٰق کی بیوی جو نوجوان تھی اور خوبصورتی کی شائق تھی، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا، عورت اپنے شوہر کے لئے اپنے رُخسار کے بال صاف کر سکتی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اذیت کو ممکن حد تک دُور کرو۔

(فتح الباری۔ کتاب اللباس)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بال جوڑنا

عورت کا دوسرے بالوں کو جوڑ کر زینت کرنا بھی حرام ہے، خواہ بال اصلی ہوں یا نقلی، (مصنوعی) یعنی جسے آجکل "باروکہ" کہا جاتا ہے اس جیسے بال۔

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ، اسماءؓ، ابنِ مسعودؓ، ابنِ عمرؓ اور ابوھریرہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور بالوں کو جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے"

(البخاری)

اس حرمت کا اطلاق اُن مردوں پر بدرجۂ اَولیٰ ہوتا ہے جو یہ کام انجام دیں خواہ وہ دوسروں کے سر میں بال لگانے کی خدمت انجام دیں جنھیں آجکل "کوافیر" کہا جاتا ہے یا اپنے سر میں دوسرے بال لگوالیں، جیسے نوجوان زنخے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی جعلسازی کی سخت مخالفت کی ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے کسی ایسی عورت کو بھی دوسرے بال لگوانے کی اجازت نہیں دی جس کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے ہوں، خواہ وہ پہلی شب کی دُلہن ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی اس حال میں ہوئی کہ بیماری کی وجہ سے اس کے بال گر چکے تھے۔ لوگوں نے چاہا کہ دوسرے بال لگائیں، لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ۔

"اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے"

(البخاری)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سعید بن المُسیّب کہتے ہیں:

قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِيْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعْرٍ قَالَ: مَا كُنْتُ اَرٰى اَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ ـ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعْرِ ـ

"حضرت معاویہؓ مدینہ تشریف لائے اور مدینہ میں ان کی یہ تشریف آوری آخری مرتبہ تھی۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دورانِ خطبہ بالوں کا گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہودیوں کے علاوہ اور کوئی یہ فیشن کرتا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زُور (جھوٹ، فریب) سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی بال جوڑنے کا فیشن۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے اہلِ مدینہ سے کہا:

أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ: اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ ـ

"تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی چیزوں سے روکتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ: بنی اسرائیل کی عورتوں نے جب اس (فیشن) کو اختیار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔"

(البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل (فیشن) کو "زُور" سے تعبیر فرمایا ہے جس سے تحریم کی حکمت و مصلحت واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کا فریب، جعلسازی اور تصنّع ہے۔ اسلام فریب کاری کو سخت ناپسند کرتا ہے اور تمام معاملات کو خواہ وہ مادّی ہوں یا معنوی، کھوٹ سے پاک دیکھنا چاہتا ہے:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ـ

"جس نے ہمارے ساتھ فریب دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(صحابہؓ کے ایک گروہ نے اسے روایت کیا ہے)

خطابی کہتے ہیں: "اِن چیزوں کے بارے میں سخت وعید اس لئے وارد ہوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان میں کھوٹ اور فریب ہے ۔ اگر ان کو جائز کر دیا جاتا تو کھوٹ اور فریب کی دوسری صورتیں بھی جائز ہو جائیں، نیز ان چیزوں میں قدرتی ساخت میں ردّ و بدل کا پہلو بھی ہے ۔ ابنِ مسعودؓ کی حدیث اَلْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ (اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردّ و بدل کرنے والیاں) سے اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے ؂

(فتح الباری، بابُ وصلِ الشَّعر)

جو حدیثیں حُرمت پر دلالت کرتی ہیں ان میں بالوں کو جوڑنے کا حکم بیان ہوا ہے خواہ وہ اصلی ہوں یا مصنوعی ۔ اس میں جعل اور فریب دہی کا پہلو ہے، لیکن اگر بال نہ جوڑے جائیں بلکہ کپڑے کی دھجی یا دھاگا وغیرہ جوڑ دیا جائے تو یہ چیز ممانعت کے حکم میں شامل نہیں ہوگی ۔ اس سلسلہ میں حضرت سعید بن جُبیرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں :

لَا بَأسَ بِالتَّوَامُلِ ۔ "تواُمل لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔"

(فتح الباری ۔ بحوالہ ابو داؤد)

"تواُمل" سے مُراد ریشم، اُون وغیرہ کے دھاگے ہیں جن کو عورتیں بالوں میں جوڑ کر چوٹیاں بنالیتی ہیں ۔ امام احمد اس کے جواز کے قائل ہیں ۔

خضاب لگانا

زینت کے موضوع سے متعلق سر اور ڈاڑھی کو خضاب لگانے کا مسئلہ ہے ۔ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ خضاب لگا کر بالوں کا رنگ بدل دینے کے قائل نہیں تھے ۔ وہ سمجھتے تھے کہ زیب و زینت دینداری اور خدا پرستی کے منافی ہے، چنانچہ راہبوں اور دین میں غلو کرنے والے زاہدوں کا یہی شعار ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تقلید کرنے اور ان کے طریقے اپنانے سے منع فرمایا ہے تاکہ مسلمان ظاہر و باطن میں اپنی مستقل امتیازی حیثیت کو برقرار رکھ سکیں ۔ حضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی لَا یَصْبَغُوْنَ فَخَالِفُوْھُمْ۔ "یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے لیکن تم اُن کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرو۔" (البخاری کتاب اللباس)

یہ حکم یعنی خضاب لگانا مستحب ہے جیسا کہ صحابۂ کرام کے عمل سے واضح ہے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ خضاب لگایا کرتے تھے، لیکن بعض صحابہؓ مثلاً حضرت علیؓ، حضرت اُبیّ بن کعبؓ اور حضرت انسؓ نہیں لگایا کرتے تھے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خضاب کس قسم کا ہو؟ سیاہ یا کسی بھی رنگ کا خضاب استعمال کیا جا سکتا ہے یا سیاہ خضاب سے پرہیز کرنا چاہئے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جو شخص بہت بوڑھا ہو گیا ہو اور اس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اس کو سیاہ خضاب نہیں لگانا چاہئے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے والد ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن اُٹھا کر لائے تھے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر کہ ان کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہیں، فرمایا:

غَیِّرُوْا ھٰذَا وَجَنِّبُوْہُ السَّوَادَ۔ "ان بالوں کا رنگ بدل دو لیکن سیاہ خضاب سے پرہیز کرو۔" (مسلم)

لیکن جس کا حال ابوقحافہؓ جیسا نہ ہو اور نہ وہ ان کی عمر کا آدمی ہو تو اس کے سیاہ خضاب لگانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں:

"جب تک ہمارا چہرہ تروتازہ تھا ہم سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے لیکن جب سے چہرہ اور دانتوں میں تغیر آ گیا ہے ہم نے اس کا استعمال ترک کر دیا ہے۔"

(فتح الباری)

سلف کا ایک گروہ جن میں سعد بن ابی وقاص، عُقبہ بن عامر، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جریر وغیرہ شامل ہیں، سیاہ خضاب کے جواز کا قائل ہے۔

لیکن علماء کے دوسرے گروہ کے نزدیک سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں ہے اِلّا یہ کہ جہاد کے موقع پر دشمن کو مرعوب کرنے کی غرض سے لگایا جائے تاکہ دشمن جب اسلام کے لشکر کو دیکھے گا کہ وہ تمام تر نوجوانوں پر مشتمل ہے تو اس کی دھاک دلوں میں بیٹھ جائے گی۔

(فتح الباری)

اور ابوذرؓ کی حدیث میں ہے:

اِنَّ اَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَاءُ وَالْكَتَمُ۔ (فتح الباری بحوالہ اصحاب السنن) "بہترین چیز جس سے تم سفید بالوں کا رنگ بدل سکتے ہو وہ حناء اور کتم ہے"۔

کَتَمَ (وسمہ) یمن کی نباتات ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بہ سرخ ہوتا ہے اور حناء کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حناء اور کتم کا خضاب لگایا اور حضرت عمرؓ نے خالص حناء کا۔

ڈاڑھی بڑھانا

ہمارے موضوع سے متعلق ایک مسئلہ ڈاڑھی بڑھانے کا بھی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ (البخاری) "مشرکین کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرو۔ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ"۔

اس روایت میں توفیر (وَفِّرُوْا) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دوسری روایت میں اِعفار کا لفظ آیا ہے۔ دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں یعنی ڈاڑھی کو چھوڑ دینا اور باقی رہنے دینا۔ اس کی علت بھی حدیث نے واضح کر دی ہے یعنی مشرکین کی مخالفت کرنا مقصود ہے۔ مشرکین سے مراد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں آتش پرست مجوسی ہیں۔ یہ لوگ ڈاڑھی کترواتے تھے البتہ کچھ لوگ مُنڈلاتے بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی مخالفت کا حکم دے کر مسلمانوں کی تربیت اس انداز سے کرنا چاہی ہے کہ وہ اپنا تشخص قائم رکھ سکیں اور صوری اور معنوی، ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے دوسروں کے مقابلہ میں ممتاز ہوں۔ علاوہ ازیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ڈاڑھی مُنڈانا ایک ایسا فعل ہے جو فطرت کے خلاف ہے اور اس میں عورتوں سے مشابہت کا پہلو بھی ہے۔ دراصل ڈاڑھی رُجولیت (مردانگی) کی تکمیل ہے اور اس سے مرد کا امتیاز قائم ہوتا ہے۔

ڈاڑھی کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سرے سے بال کم نہ کئے جائیں۔ ایسی صورت میں ڈاڑھی اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بے ڈھنگا پن ظاہر ہونے لگے گا اور اس سے ڈاڑھی رکھنے والے کو کوفت بھی ہوگی۔ اس لئے یہ مطلب لینا صحیح نہیں، بلکہ (ڈاڑھی کو بڑھانے کے باوجود) اس کے طول و عرض سے کچھ بال کم کئے جا سکتے ہیں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں[1] ہے۔

اور بعض سلف سے بھی ایسا کرنا ثابت ہے۔ عیاض فرماتے ہیں:

"ڈاڑھی مُنڈانا، اس کو چھوٹا بنانا اور ہموار کرنا مکروہ ہے البتہ جب ڈاڑھی بڑھ جائے تو اس کے طول و عرض میں سے بال کتر لینا اچھا ہے۔"

اور ابوشامہ کہتے ہیں:

"ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو ڈاڑھی مُنڈاتے ہیں حالانکہ مجوسیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کترواتے تھے۔" (فتح الباری، باب اعفاء اللحی)

---

[1] ترمذی کی حدیث یہ ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِہٖ مِنْ عَرْضِہَا وَطُوْلِہَا۔ (ابواب الآداب)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے بال کتر لیا کرتے تھے۔"

امام ترمذی نے اس حدیث کو بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِس سلسلہ میں مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اپنے دین کے دشمنوں اور یہود و نصاریٰ جیسے سامراجیوں کی تقلید کرتے ہوئے ڈاڑھی مُنڈلنے لگی ہے، اور مغلوب قوم ہمیشہ غالب قوم کی تقلید کرتی ہے۔ یہ مسلمان اس بات سے غافل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث میں ہے:

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ "جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ اُن ہی میں سے ہو گا"

(ابو داؤد)

بہت سے فقہاء کے نزدیک اعفاءِ لحیہ (ڈاڑھی بڑھاؤ) والی حدیث کے پیشِ نظر ڈاڑھی مُنڈانا حرام ہے، کیونکہ حکم اصلاً وجوب پر دلالت کرتا ہے اور خاص طور سے یہ حکم تو کفار کی مخالفت کی علت کے ساتھ ہے اور ان کی مخالفت واجب ہے، نیز سلف میں سے کسی کا اس واجب کو ترک کرنا ثابت نہیں ہے۔ لیکن موجودہ دَور کے بعض علماء حالات سے متاثر ہو کر اور عموم بلویٰ (عام ابتلاء کی حالت) کے آگے سپر ڈالتے ہوئے ڈاڑھی مُنڈانے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعالِ عادیہ میں سے ہے اور شرعی اُمور سے متعلق نہیں ہے کہ اس کو عبادت کی حیثیت دی جائے۔ لیکن حقیقت میں اعفائے لحیہ (ڈاڑھی رکھنا) نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے بلکہ آپ نے اس کا صراحت کے ساتھ حکم بھی دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ کفار کی مخالفت کرنا چاہئے۔ ابنِ تیمیہؒ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "ان کی مخالفت شارع کے نزدیک مقصود ہے، کیونکہ ظاہری چیزوں میں مشابہت کرنے سے باطنی طور پر مودت و محبت اور موالات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، جس طرح باطنی محبت ظاہر میں مشابہت پیدا کرتی ہے۔ محسوسات اور تجربات اس پر شاہد ہیں"۔

ابنِ تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

"کتاب و سُنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی فی الجملہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منع کیا گیا ہے۔ جس چیز میں کسی خرابی کے مضمر ہونے کا احتمال ہوگا اُس پر حرام کا اِطلاق ہوگا۔ کفار کی ظاہری افعال میں مشابہت مذموم اخلاق وافعال کی مشابہت کا باعث ہوگی، بلکہ اندیشہ ہے کہ مشابہت کا یہ سلسلہ اعتقادات تک دراز نہ ہو جائے۔ اس کے اثرات گرفت میں نہیں آسکتے کیونکہ اس سے جو اصل خرابی پیدا ہوتی ہے وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتی لیکن اس کا ازالہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا جو چیز بھی خرابی کا موجب ہو اس کو شارع نے حرام قرار دیا ہے "

اِس طرح ہمارے نزدیک ڈاڑھی مُنڈانے کے بارے میں تینؔ اقوال ہیں :۔

ایک قول یہ ہے کہ ڈاڑھی مُنڈانا حرام ہے۔ یہ ابنِ تیمیہؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ڈاڑھی مُنڈانا مکروہ ہے۔ یہ قول فتح الباری میں عیاض کا بیان کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ کسی اور کا نام مذکور نہیں ہے۔

اور تیسرا قول جواز کا ہے اور موجودہ زمانہ کے بعض علماء اسی کے قائل ہیں۔

لیکن غالباً سب سے زیادہ معتدل، قرینِ قیاس اور مبنی بر صحت قول کراہت کا ہے، کیونکہ ڈاڑھی رکھنے کا حکم قطعی طور پر وجوب پر دلالت نہیں کرتا، گو اس کی علّت کفار کی مخالفت کو قرار دیا گیا ہے اسی کے مثل خضاب لگانے کا حکم ہے جس کی علّت بھی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنا ہے، لیکن بعض صحابہ خضاب نہیں لگایا کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ خضاب لگانا بس مستحب ہے۔ (واجب نہیں)

یہ بات صحیح ہے کہ سلف میں سے کسی کا ڈاڑھی مُنڈانا ثابت نہیں ہے، لیکن اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ انھیں ڈاڑھی مُنڈانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی ہو، کیونکہ وہ لوگ ڈاڑھی رکھنے کے عادی تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گھر

مسکن یا گھر آدمی کے لئے محفوظ مقام اور پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے جہاں وہ خانگی زندگی بسر کرتا ہے اور سماج کے قیود سے اپنے کو آزاد محسوس کرنے لگتا ہے۔ گھر میں جسم کو آرام ملتا ہے اور نفس کو سکون۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا۔ "اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔"

(النحل - ۸۰)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشادہ گھر پسند تھا اور اسے آپؐ دنیوی سعادت خیال فرماتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْئُ۔ "چار چیزیں باعثِ سعادت ہیں: نیک بیوی، وسیع مسکن، اچھا پڑوسی اور عمدہ سواری۔"

(ابن حبان)

آپؐ یہ دعا بہ کثرت مانگا کرتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ۔ "خدایا! میرے گناہ بخش دے، میرے گھر میں کشادگی پیدا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا کر۔"

کسی نے کہا یا رسول اللہ! کیا بات ہے آپؐ اکثر یہ دعا مانگا کرتے ہیں؟ فرمایا:

وَهَلْ تَرَكْنَ مِنْ شَيْئٍ۔ "اس دعا نے کسی چیز کو بھی چھوڑا ہے؟"

(النسائی وابن السنی)

آپؐ نے گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دی ہے تاکہ یہ صفائی — نظافت پسند دین — اسلام کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہو اور ایک ایسا عنوان ہو جو مسلمانوں کو اُن لوگوں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ممتاز کرے جن کے مذہب میں گندگی تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ، جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ، فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ۔ (الترمذی)

"اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، فیاض ہے فیاضی کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا اپنے گھر کے صحن صاف رکھا کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔"

تعیّش اور بُت پرستی کے مظاہر

اپنے گھر کو رنگ روغن، نقش و نگار اور جائز قسم کی زیب و زینت سے آراستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ۔ (الاعراف - ۳۲)

"کہو کس نے حرام ٹھہرایا ہے اللہ کی اُس زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے؟"

جی ہاں! ایک مسلمان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر، کپڑے اور جوتے وغیرہ کے معاملہ میں جمال کو پسند کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا۔ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ۔ (مسلم)

"جس شخص کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے پوچھا: آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی کبر ہے؟) فرمایا! اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت میں ہے:

اَنَّ رَجُلًا جَمِیْلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّیْ اُحِبُّ الْجَمَالَ وَقَدْ اُعْطِیْتُ مِنْہُ مَا تَرٰی، حَتّٰی مَا اُحِبُّ اَنْ یَّفُوْقَنِیْ اَحَدٌ بِشِرَاكِ نَعْلٍ، اَفَمِنَ الْکِبْرِ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ، لَا، وَلٰکِنَّ الْکِبْرَ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْصُ النَّاسِ۔ (ابوداؤد)

"ایک خوبصورت شخص نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں جمال کو پسند کرتا ہوں اور مجھے جو جمال عطا ہوا ہے اس کا مشاہدہ آپ فرما ہی رہے ہیں۔ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص جوتی کے تسمہ کے معاملہ میں بھی مجھ پر فوقیت لے جائے، تو کیا یہ بھی کبر ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: نہیں، بلکہ کبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکراؤ اور لوگوں کو حقیر خیال کرنے لگو۔"

البتہ غلو اسلام کو کسی چیز میں بھی پسند نہیں ہے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بات کو بھی پسندیدہ نہیں قرار دیا کہ ایک مسلمان کا گھر تعیّش اور اسراف کا مظہر ہو جس کی قرآن نے سخت مذمّت کی ہے، یا بُت پرستی کا مظہر بنے جس سے اس توحید والے دین نے پوری قوّت کے ساتھ جنگ کی ہے۔

سونے چاندی کے برتن

اسی لئے اسلام نے اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ مسلمان کے گھر میں سونے چاندی کے برتن یا خالص ریشم کا بستر ہو۔ اس سے انحراف کرنے والے کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سخت وعید سُنائی ہے۔ حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے:

اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ۔ (مسلم)

"جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنّم کی آگ بھرتا ہے۔"

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَ اَنْ نَاْكُلَ فِيْهِمَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَ الدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ وَقَالَ: هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

(البخاری)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے، نیز حریر و دیبا کے کپڑے پہننے اور اُن پر بیٹھنے کی بھی ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے: یہ چیزیں کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہوں گی۔"

اور جب یہ چیزیں حرام ہیں تو ان کو تحفہ میں دینا اور سجاوٹ کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں اور ریشم کے بستر وغیرہ کی یہ حرمت مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو اس لئے حرام کر دیا گیا ہے کہ گھر کو ناپسندیدہ سامانِ تعیش سے پاک رکھا جائے۔ ابنِ قدامہ نے اس پر بڑے اچھے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"حدیث کے حکم کی عمومیت کے پیشِ نظر مرد اور عورت دونوں کے لئے یہ حکم یکساں ہے کیونکہ ان چیزوں کو حرام کر دینے کی علت اسراف، تکبر اور غریبوں کی دل شکنی ہے جس کا تعلق دونوں فریق سے ہے۔ رہا عورتوں کے لئے زیورات کا جواز تو وہ اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے لئے سنگھار کر سکیں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر اسے مُباح کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر حُرمت کی علت یہی ہے تو پھر یاقوت وغیرہ کے برتن کیوں نہیں حرام کئے گئے جو سونے چاندی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غریب لوگ ان چیزوں سے آشنا نہیں ہوتے اس لئے دولتمندوں کے اس چیز کو استعمال کرنے سے غریبوں کی دل شکنی نہیں ہوتی، نیز یہ جواہرات اتنی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں کہ ان کے برتن بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لہٰذا ان کو حرام قرار دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن سونے اور چاندی کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔" (مغنی۔ ج ۸ ص ۳۲۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان وجوہ کے علاوہ ایک وجہ اقتصادی پہلو بھی ہے جس کی طرف ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ دراصل سونے اور چاندی کی حیثیت نقدی کے لئے بین الاقوامی محفوظ سرمایہ کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اموال کی قیمت کے لئے معیار بنایا ہے۔ اس میں ایک قسم کی حاکمانہ قوت موجود ہے جو قیمتوں میں صحیح توازن پیدا کرتی ہے اور زرِ مبادلہ کا کام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کے استعمال کی رہنمائی فرما کر انسان کو اپنی نعمت سے نوازا ہے تاکہ وہ اس کو گردش میں رکھیں ورنہ یہ نعمت انہیں اس لئے نہیں عطا کی گئی ہے کہ وہ اس کو نقد خزانہ کی شکل میں گھر میں بند کر رکھیں یا برتن اور سامانِ زینت کی شکل میں بے کار بنا کر رکھ دیں۔ امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں یہ بات کس قدر خوبی کے ساتھ بیان فرمائی ہے:

"جس نے درہم و دینار سے سونے چاندی کے برتن بنائے اس نے کفرانِ نعمت کیا اور اُس کا حال اس شخص سے بھی بدتر ہے جو خزانہ جمع کر کے رکھتا ہے کیونکہ اس کا معاملہ اس شخص کا سا ہے جس نے حاکمِ شہر کو کپڑا بُننے، جھاڑو دینے جیسی خدمت میں لگایا جس کو معمولی لوگ انجام دیتے ہیں۔ اس کو اس طرح استعمال کرنے کے مقابلہ میں جمع کر رکھنا اچھا ہے کیونکہ پکی ہوئی مٹی، لوہا، سیسہ اور تانبا سیّال چیزوں کو محفوظ کرنے کے لئے سونے چاندی کا قائم مقام ہے اور برتن سیّال چیزوں کو محفوظ کرنے ہی کے لئے ہوتے ہیں، لیکن پکی ہوئی مٹی اور لوہے سے نقدی کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو شخص اس حقیقت سے ناآشنا ہو اس پر تشریحِ خداوندی کے ذریعہ یہ بات واضح ہو جانی چاہئے اور اُسے یہ حدیث سُنانا چاہئے کہ:

مَنْ شَرِبَ فِي آنِيَةٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَكَأَنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ۔ "جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔"

(احیاءُ العلوم۔ کتاب الشکر والصبر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا کہ اس حُرمت کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے گھر کے معاملات میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نہیں، بلکہ پاک اور حلال چیزوں کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ کانچ، مٹی، چینی، تانبے اور بہت سی دوسری دھاتوں کے برتن کتنے بہترین ہیں! اور روئی اور کتان وغیرہ کے بستر اور تکئے کتنی عمدہ چیزیں ہیں!

اسلام میں مجسّموں کی حُرمت

کسی دینی گھر میں مجسّمہ کا وجود اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یعنی وہ مجسّم تصویریں جو بے وقعت نہ ہوں۔ اس قسم کے مجسّموں کی گھر میں موجودگی ملائکہ کی دُوری کا باعث ہے حالانکہ وہ اللہ کی خوشنودی کا مظہر ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ۔ "جس گھر میں مجسّمے ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"
(متفق علیہ)

علماء کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تصویر آویزاں کرنے والا کفار کی مشابہت کرتا ہے۔ کفار اپنے گھروں میں تصویریں لگاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ بات چونکہ ملائکہ کو ناپسند ہے اس لئے وہ ایسے گھر کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس میں داخل نہیں ہوتے۔

اسلام نے مجسّمہ سازی کو حرام کر دیا ہے خواہ مجسّمے غیر مسلمین ہی کے لئے کیوں نہ بنائے جائیں، آپؐ کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُصَوِّرُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ۔ "قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُضَاهِؤُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ۔ (متفق علیہ) "جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کیا ہے کہ:

مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يُنْفَخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا۔ (البخاری)

"جس نے تصویر بنائی اسے قیامت کے دن اُس میں رُوح پھونکنے کے لئے کہا جائے گا اور وہ کبھی اُس میں رُوح پھونک نہ سکے گا"

یعنی اس میں حقیقی رُوح ڈالنے کی ذمہ داری ڈالی جائے گی اور یہ ذمہ داری ڈالنے کا مطلب اس کو بے بس کرنا اور سرزنش کرنا ہے۔

مجسّموں کو حرام قرار دینے کی مصلحت

(۱) مجسّموں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں کئی ایک ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصلحت توحید کا تحفظ اور بُت پرستوں کے طرزِ عمل کی مشابہت سے اجتناب کرنا ہے، کیونکہ بُت پرست اپنے ہی ہاتھ سے تصویر اور بُت بناتے ہیں پھر اس کو مقدس قرار دے کر اس کے سامنے خشوع کے انداز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اسلام توحید کے معاملہ میں بڑا حسّاس ہے اور اس کا اس معاملہ میں حسّاس اور محتاط ہونا بالکل بجا ہے، کیونکہ جن اُمتوں نے اپنے پیش رُووں اور نیک لوگوں کی تصویریں یادگار کے طور پر بنائیں وہ ایک مدت گذر جانے پر اُن شخصیتوں کو مقدّس قرار دے بیٹھے اور انہیں معبود بنا کر اُن کی پرستش شروع کر دی، اُن سے ڈرنے اور اُمیدیں وابستہ کرنے لگے اور حصولِ برکت کے لئے ان کے دربار میں حاضر ہونے لگے، چنانچہ وُدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر والے یہی کچھ کرتے رہے۔

اسلام کا اس معاملہ میں حسّاس ہونا کوئی قابلِ تعجب بات نہیں ہے، کیونکہ وہ ایک ایسا دین ہے جو بگاڑ کے جملہ ذرائع کا سدِّباب کرنا چاہتا ہے اور ان تمام رخنوں کو بند کرنا چاہتا ہے جن سے شرکِ جلی یا شرکِ خفی دل و دماغ میں نفوذ کر جاتا ہے یا جس سے بُت پرستوں اور مذہب میں غلو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسلام کا اس معاملہ میں سخت ہونا اس وجہ سے بھی بالکل بجا ہے کہ اس کی شریعت کسی ایک دَور کے لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں بستے ہوں اور کسی خاص وقت کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔

(ب) تصویر کی حُرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجسّمہ ساز یا مصوّر اس زعمِ باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عدم سے اس مجسّمہ یا تصویر کو وجود میں لایا ہے یا مٹّی سے ایک جاندار مخلوق بنائی ہے۔ اس کی تصدیق واقعات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے مجسّمہ تراشا اور اس کے بعد اس کے پیچھے طویل عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ جب مجسّمہ پوری طرح تیار ہو گیا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کے خد و خال اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر ناز کرنے اور اترانے لگا یہاں تک کہ فخر و غرور کے نشہ میں اس کو مخاطب کرکے بول اُٹھا: بات کر! بات کر!

اسی لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔ (متفق علیہ)

"جو لوگ اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اس میں جان ڈالو۔"

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً فَلْيَخْلُقُوا شَعِيرَةً۔ (متفق علیہ)

"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے۔ یہ لوگ مکئی یا جَو کا ایک دانہ ہی پیدا کر دکھائیں۔"

(ج) جو لوگ اِس فن کو اختیار کرکے اپنے مقصد کی طرف چل پڑتے ہیں پھر وہ کسی حد پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رُکتے نہیں۔ وہ عورتوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں بنانے لگتے ہیں اور بت پرستی کے مظاہر نیز دیگر مذاہب کے شعائر، مثلاً صلیب، بت وغیرہ بنانے سے بھی نہیں چوکتے حالانکہ اس قسم کی چیزیں بنانا ایک مسلمان کے لئے کسی طرح روا نہیں۔

(د) مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ مجسّمہ عیش پرستی کے مظاہر میں سے ہے۔ ارباب عیش و عشرت کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے محلوں کو مجسّموں سے آباد کرتے ہیں اور اپنے حجروں کو تصویروں سے مزیّن کرتے ہیں، نیز مجسّمے گوناگوں دھاتوں کے بنوا کر فنکاری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اس لئے جس دین نے عیش پرستی کے جملہ مظاہر و اقسام کے خلاف جنگ کی ہے اس کا مسلمانوں کے گھروں میں مجسّموں کے وجود کو برداشت نہ کرنا اور ان کو حرام قرار دینا بعید از قیاس نہیں ہے۔

اسلام میں شخصیتوں کی یادگار کا طریقہ

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جن بڑی شخصیتوں نے تاریخ کے شاندار اوراق پر اپنے اعمال ثبت کئے ہیں ان کے احسانات کا بدلہ اُمت ان کے مادّی مجسّمے کھڑے کرکے ادا نہ کرے کہ یہ مجسّمے ان کے فضل و شرف کی یاد آنے والی نسلوں کو دلاتے رہیں ؛ قوموں کے ذہن سے اکثر یادیں محو ہوتی رہتی ہیں اور لیل و نہار کا اختلاف انہیں بھلاوے میں ڈال دیتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام شخصیتوں کی تعظیم کے معاملہ میں غلو کو ناپسند کرتا ہے، خواہ ان کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو اور خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ (البخاری)

"میری تعریف میں غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی غلو آمیز تعریف کی بلکہ کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول"

صحابۂ کرامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احتراماً کھڑے ہونا چاہتے تھے لیکن آپ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا:

لَا تَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ، یُعَظِّمُ بَعْضُھَا بَعْضًا۔ (ابوداؤد وابن ماجہ) "عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ وہ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں"۔

آپؐ نے اُمت کو متنبہ فرمایا کہ آپؐ کے دُنیا سے رُخصت ہو جانے کے بعد وہ آپؐ کی شان میں غُلو نہ کرے۔ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا۔ (ابوداؤد) "میری قبر کو جشن گاہ نہ بنانا"۔

اور اپنے رب سے اس طرح دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ۔ "خدایا! میری قبر کو بُت نہ بنا کہ اس کی پرستش کی جانے لگے"۔ (الموطا)

کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طرح مخاطب ہوئے: "اے اللہ کے رسول! اے ہماری بہترین شخصیت! اے ہماری بہترین شخصیت کے صاحبزادے! اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سردار کے صاحبزادہ!" آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا بِقَوْلِکُمْ اَوْ بَعْضِ قَوْلِکُمْ، وَلَا یَسْتَھْوِیَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ، اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِی الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔ (النسائی) "لوگو! جس طرح تم مجھے خطاب کرتے رہے ہو اسی طرح کرو۔ شیطان تمہیں فریب میں مبتلا نہ کرے۔ میں محمد اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ میں نہیں پسند کرتا کہ جو مقام مجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے بلند مقام تم میرے لئے تجویز کرو"۔

انسان کی تعظیم کے سلسلہ میں اسلام کا موقف یہ نہیں ہے کہ شخصیتوں کے مجسمے بُت کی طرح نصب کئے جائیں اور ان پر ہزارہا روپیہ خرچ کیا جائے تاکہ لوگ ان کی طرف تعظیم اور احترام کے ساتھ اشارہ کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عظمت کے جھوٹے دعویدار اور باطل تاریخ سازی کرنے والے اس ہتھکنڈے سے کام لے کر قوموں کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں اپنے حقیقی زعماء سے آشنا ہونے نہیں دیتے۔

حقیقی دوام جس کے مومن منتظر ہوتے ہیں وہ اللہ کے پاس ہے جو تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جس سے بھول چوک سرزد نہیں ہوتی۔ اور کتنی عظیم شخصیتوں کے نام اس کے نزدیک دوام کے رجسٹر میں لکھے گئے لیکن مخلوق کے نزدیک وہ غیر معروف رہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو نیک، متقی اور گمنام ہوں۔ جب وہ کسی مجلس میں موجود ہوں تو انہیں پہچانا نہ جا سکے، اور جب غائب ہوں تو ان کو کوئی تلاش کرنے والا نہ ہو۔

اگر لوگوں کے پاس دوام مطلوب ہی ہے تو یہ مجسمے کھڑے کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا واحد طریقہ جو اسلام کے نزدیک پسندیدہ بھی ہے یہ ہے کہ ان شخصیتوں کی یاد دل و دماغ میں راسخ ہو اور زبانوں پر جاری ہو جائے۔ انہوں نے جو نیک کام کئے اور جو نیک آثار چھوڑے ان کے پیشِ نظر آنے والی نسلوں میں ان کے لئے سچائی کی زبانیں بلند ہوتی رہیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، قائدینِ اسلام اور ائمۂ عظام کی یادگاریں مادی تصاویر کے ذریعہ قائم نہیں کی گئیں اور نہ اُن کے لئے پتھر کے مجسمے تراشے گئے بلکہ خلف اپنے سلف سے اور اولاد اپنے آباء سے اُن کے کارنامے اور مناقب سینہ بہ سینہ منتقل کرتی رہی، زبانوں پر اُن کا ذکرِ خیر ہوتا رہا، محفلیں اُن کے تذکروں سے مہک اُٹھیں اور دل و دماغ اُن کے کارناموں سے مسحور ہو گئے۔ اتنی عظیم یادگاریں تصویر اور مجسمہ کے بغیر ہی قائم ہو گئیں!

بچوں کے کھلونے جائز ہیں

کچھ مجسمے ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہ تعظیم مقصود ہوتی ہے اور نہ تعیّش اور نہ ان سے وہ اندیشے لاحق ہوتے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا۔ ایسے مجسّموں کے بارے میں اسلام نے کسی تنگی کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ثبوت نہیں دیا ہے۔

اس کی مثال چھوٹے بچوں کے کھلونے ہیں جو گڑیا، بلی وغیرہ جانداروں کی شکل میں بنائے جاتے ہیں۔ یہ بے وقعت بھی ہوتے ہیں اور ان کو بچے بس کھیلنے کے کام میں لاتے ہیں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَأْتِيْنِيْ صَوَاحِبُ لِيْ، فَكُنَّ يَنْقَمِعْنَ خَوْفًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ، فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ۔

(متفق علیہ)

"میں لڑکیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں آتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے چھپ جاتیں — حالانکہ آپ کو اُن کے میرے پاس آنے سے خوشی ہوتی — پھر وہ میرے ساتھ کھیلا کرتیں۔"

دوسری روایت میں ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَوْمًا: مَا هٰذَا؟ قَالَتْ بَنَاتِيْ۔ قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِيْ فِيْ وَسَطِهِنَّ؟ قَالَتْ، فَرَسٌ، قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِيْ عَلَيْهِ؟ قَالَتْ جَنَاحَانِ۔ قَالَ، فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ: أَوَمَا سَمِعْتَ أَنَّهُ كَانَ لِسُلَيْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ خَيْلٌ لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔ (ابوداؤد)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عائشہؓ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا، یہ میری گڑیاں ہیں۔ پوچھا ان کے درمیان میں کیا چیز ہے؟ کہا، یہ گھوڑا ہے۔ پوچھا اس گھوڑے کے اوپر کیا چیز ہے؟ کہا، دو پر ہیں۔ فرمایا: گھوڑا اور اس کو پر بھی! حضرت عائشہؓ نے کہا، کیا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان بن داؤد کے گھوڑے پر والے تھے؟ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندانِ مبارک دکھائی دینے لگے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان گڑیوں سے جن کا ذکر حدیث میں ہوا، بچے کھیلا کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ تو شادی کے وقت بالکل کم سن تھیں۔

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کو اس قسم کے مجسّموں سے کھیلنے دینا جائز ہے، البتہ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ بچوں کے لئے اس کو خرید کر لانا مکروہ خیال کرتے تھے، اور قاضی عیاض کا قول ہے کہ چھوٹی بچیوں کا گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے۔"

اور بچوں کے کھلونے میں وہ مجسّمے بھی شامل ہیں جو مٹھائی سے بنائے جاتے ہیں اور تہواروں وغیرہ کے موقع پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ بچے تھوڑی دیر ان سے کھیلتے ہیں اور اس کے بعد اُن کو کھا لیتے ہیں۔

ناقص اور مسخ شدہ مجسّمے

حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں داخل ہونے سے اس لئے رُک گئے تھے کہ آپؐ کے گھر کے دروازہ پر ایک مجسّمہ تھا۔ دوسرے دن بھی داخل نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپؐ سے کہا:

مُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ فَلْيُقْطَعْ حَتّٰى يَصِيْرَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ۔ "مجسّمہ کا سر کٹوا دیجئے اس طرح کہ درخت کی شکل میں مجسّمہ رہ جائے۔"

(ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن حبان)

علماء کے ایک گروہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حرام تصویر وہ ہے جو مکمل ہو لیکن جس تصویر کا ایسا عضو غائب ہو جس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے تو وہ جائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل بات یہ ہے کہ حضرت جبریلؑ نے مجسمہ کا سر اُڑا دینے کے لئے کہا تھا تاکہ وہ درخت کی شکل میں رہ جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتبار کسی ایسے عضو کے ختم کرنے کا نہیں ہے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں، بلکہ اعتبار مسخ کر دینے کا ہے تاکہ وہ ایسی شکل میں باقی ہی نہ رہے کہ اسے دیکھ کر تعظیم کے جذبات پیدا ہونے لگیں۔

اگر ہم غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو کسی شک و شبہ کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ نصف مجسّمے جن کو بادشاہوں اور لیڈروں کی یادگار کے طور پر میدانوں میں نصب کیا جاتا ہے حُرمت میں ان چھوٹے اور مکمّل مجسّموں سے بڑھ کر ہیں جو گھروں میں زینت کے لئے رکھے جاتے ہیں۔

غیر مجسّم تصویریں

یہ تو ہوا تماثیل (مجسّموں) کے بارے میں اسلام کا موقف۔ اب سوال یہ ہے کہ اُن فنّی تصویروں کا کیا حکم ہے جو کاغذ، کپڑے، پردہ، دیوار، فرش اور نقدی وغیرہ پر بنائی جاتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ تصویر فی نفسہٖ کس چیز کی ہے؟ اسے کہاں رکھا جائے گا؟ کس طرح استعمال کیا جائے گا؟ اور مصوّر نے اس کو کس غرض سے بنایا ہے؟

اگر یہ فنّی تصویریں معبودانِ غیر اللہ کی ہیں، مثلاً حضرت مسیحؑ کی تصویر جن کو نصاریٰ نے معبود بنالیا ہے، یا گائے کی تصویر جس کو ہندو پُوجتے ہیں تو اس قسم کی تصویریں بنانے والا جو اسی مقصد سے تصویریں بناتا ہے، کافر ہے اور کفر و گمراہی کی اشاعت کرنے والا ہے۔ ایسے ہی مصوّروں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سُنائی ہے:

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔ (مسلم)

"قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان مصوّروں کو ہوگا"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طبری فرماتے ہیں :

"یہاں مراد وہ مصوّر ہے جو کسی ایسی چیز کی تصویر بناتا ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس کا دانستہ طور پر اسی غرض کے لیے تصویر بنانا کفر کے مترادف ہے۔ لیکن جو شخص اس مقصد سے نہیں بلکہ کسی اور مقصد سے تصویر بناتا ہے وہ صرف گنہگار ہے۔"

اسی طرح اس شخص کا معاملہ ہے جو تصویر کو مقدّس سمجھ کر آویزاں کرتا ہے۔ یہ حرکت کسی مسلمان سے صادر نہیں ہو سکتی اِلّا یہ کہ وہ اسلام کو پسِ پُشت ڈال دے۔

اس سے مماثلت رکھنے والی شکل یہ ہے کہ تصویر کسی ایسی چیز کی بنائی جائے جس کی پرستش نہیں کی جاتی لیکن مقصود اللہ کی تخلیق کی مشابہت ہو، یعنی تصویر بنانے والا اس بات کا مدّعی ہو کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح تخلیق و ایجاد کا کام کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنے اس قصد و ارادہ کی بنا پر دینِ توحید سے خارج ہو جاتا ہے اور ایسے ہی مصوّروں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے :

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا الَّذِیْنَ یُضَاھُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰہِ۔ "سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔" (مسلم)

یہ معاملہ صرف مصوّر کی نیّت سے تعلق رکھتا ہے اور غالباً اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ :

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَھَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا حَبَّۃً اَوْ ذَرَّۃً۔ "اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے۔ یہ لوگ ایک دانہ یا ایک ذرّہ ہی پیدا کر دکھائیں۔"

یہ الفاظ مشابہت کا قصد کرنے اور اُلوہیت کی خصوصیات یعنی تخلیق و ایجاد میں ہمسری کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج کیا ہے کہ وہ ایک دانہ یا ایک ذرّہ ہی پیدا کر دکھائیں۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کام اسی قصد کے ساتھ انجام دیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو اس کا بدلہ یہ دے گا کہ علیٰ رُؤُوسِ الْاَشْہَاد اُن سے اپنی تخلیقات میں جان ڈالنے کے لئے کہا جائے گا اور وہ اس میں کبھی جان نہیں ڈال سکیں گے۔

من جملہ ان تصاویر کے جن کا بنانا اور رکھنا حرام ہے' ان شخصیتوں کی تصویریں بھی ہیں جنہیں مذہبی لحاظ سے مقدس سمجھا جاتا ہے یا دُنیوی لحاظ سے جن کو قابلِ تعظیم خیال کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی تصویروں کی مثال انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی تصویریں ہیں' جیسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت مریمؑ اور حضرت جبریلؑ کی تصویریں۔ ان کا رواج نصاریٰ کے ہاں ہے اور انکی تقلید بعض مسلمان بدعتیوں نے بھی کی ہے' چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ وغیرہ کی تصویریں انہوں نے بنالی ہیں۔

اور دوسری قسم کی تصویروں کی مثال بادشاہ، زعماء اور فن کاروں کی تصویریں ہیں۔ ان کا گناہ پہلی قسم کی تصویریں بنانے کی بہ نسبت کم ہے لیکن گناہ کی شدت اُس صورت میں بڑھ جاتی ہے جبکہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کی تصویریں بنائی جائیں' مثلاً ان حاکموں کی تصویریں جو اللہ کی نازل کردہ ہدایت کے بغیر فیصلے کرتے ہیں' ان زعماء کی تصویریں جو اللہ کے پیغام کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور ان فن کاروں کی تصویریں جو باطل کو فروغ دیتے ہیں اور لوگوں کے اندر بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلاتے ہیں۔

عہدِ رسالت اور بعد کے زمانہ میں تصویریں زیادہ تر تقدیس و تعظیم کے لئے ہوتی تھیں، اور یہ اکثر روم اور فارس یعنی نصاریٰ اور مجوس کی بنائی ہوئی ہوتی تھیں' اس لئے وہ مذہبی عقیدت اور حکمرانوں کی تقدیس کے اثرات سے پاک نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوالضحیٰ فرماتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ بَيْتٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَقَالَ لِيْ مَسْرُوْقٌ هٰذِهٖ تَمَاثِيْلُ كِسْرٰى؟ فَقُلْتُ لَا، هٰذِهٖ تَمَاثِيْلُ مَرْيَمَ، كَاَنَّ مَسْرُوْقًا

"میں مسروق کے ساتھ ایک گھر میں تھا جس میں تماثیل تھیں۔ ان کو دیکھ کر مسروق نے مجھ سے کہا، کیا یہ کسریٰ کی تماثیل ہیں؟ میں نے کہا، نہیں، بلکہ حضرت مریم کی تماثیل ہیں۔ گویا مسروق کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ظَنَّ اَنَّ التَّصْوِيْرَ مِنْ مَجُوْسٍ، وَكَانُوْا يُصَوِّرُوْنَ صُوَرَ مُلُوْكِهِمْ حَتّٰى فِي الْاَوَانِيْ. فَظَهَرَ اَنَّ التَّصْوِيْرَ كَانَ مِنْ نَصْرَانِيٍّ۔ وَفِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ مَسْرُوْقٌ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ، اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ ۔ (مسلم)

خیال تھا کہ یہ تصویریں مجوس کی بنائی ہوئی ہوں گی کیونکہ مجوس برتنوں وغیرہ پر اپنے بادشاہوں کی تصویریں بنایا کرتے تھے لیکن معلوم ہوا کہ یہ تصویریں نصرانیوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس قصہ میں مسروق نے کہا: میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو تصویریں بناتے ہیں۔"

ان کے سوا جو تصویریں غیر ذی رُوح کی ہوں مثلاً نباتات، درخت، دریا، جہاز، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے وغیرہ قدرتی مناظر کی تو ان کے بنانے اور رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور اس معاملہ میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔

اور اگر تصویر کسی ذی روح کی ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو جس کا بیان اوپر گذر چکا، یعنی کوئی ایسی تصویر نہ ہو جس کی تقدیس و تعظیم کی جاتی ہے اور نہ اس سے تخلیقِ خداوندی کی مشابہت مقصود ہو تو راقم السطور کی رائے میں ایسی تصویر حرام نہیں ہے اور اس کی تائید صحاح کی درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ ـ قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَكٰى زَيْدٌ بَعْدُ، فَعُدْنَاهُ فَاِذَا عَلٰى بَابِهٖ سِتْرٌ فِيْهِ صُوْرَةٌ ۔ قَالَ:

بسر بن سعید زید بن خالد سے اور وہ ابو طلحہؓ صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ بسر کہتے ہیں بعد میں جب زید بیمار ہو گئے اور ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو اُن کے دروازہ کے پردہ پر تصویر تھی۔ میں نے عبیداللہ خولانی سے جو حضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيبِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْاَوَّلِ؟ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَلَمْ تَسْمَعْهُ حِيْنَ قَالَ "اِلَّا رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ"؟ (مسلم)

میمونہؓ کے ربیب تھے، کہا کہ زید نے ہمیں تصویروں کے بارے میں پہلے دن کیا بات بتائی تھی؟ عبیداللہ نے جواب دیا جس وقت انہوں نے حُرمت کی بات کہی تھی اُس وقت اس استثناء کا بھی تو ذکر کیا تھا کہ "اِلّا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو۔"

عَنْ عُتْبَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ يَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، قَالَ، فَدَعَا اَبُوْ طَلْحَةَ اِنْسَانًا يَنْزِعُ نَمَطًا تَحْتَهٗ، فَقَالَ لَهٗ سَهْلٌ: لِمَ تَنْزِعُهٗ؟ قَالَ: لِاَنَّ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ وَقَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ عَلِمْتَ، قَالَ سَهْلٌ اَوَلَمْ يَقُلْ: اِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِيْ ثَوْبٍ؟ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: بَلٰى، وَلٰكِنَّهٗ اَطْيَبُ لِنَفْسِيْ۔ (قال الترمذی ھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ)

"عتبہ سے روایت ہے کہ وہ ابوطلحہ انصاریؓ کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہاں انہوں نے سہل بن حنیفؓ کو موجود پایا۔ ابوطلحہؓ نے ایک شخص سے کہا کہ وہ نیچے سے دری نکال لیں یہ سُن کر سہل نے کہا، اسے کیوں نکالتے ہو؟ انہوں نے کہا، اس لئے کہ اس میں تصویریں بنی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے آپ واقف ہی ہیں۔ سہل نے کہا، آپ نے یہ بھی تو فرمایا ہے "اِلّا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو"۔ ابوطلحہ نے کہا، صحیح ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اس کو ہٹا دینا بہتر ہو گا۔"

کیا یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ حرام تصویروں سے مراد مجسّمے ہیں جن کو ہم تماثیل کہتے ہیں!

لیکن جو تصویریں تختیوں پر بنائی جاتی ہیں، یا کپڑے، فرش، دیوار وغیرہ پر جن کو منقش کیا جاتا ہے ان کی حُرمت کسی ایسی حدیث سے ثابت نہیں ہے جو صحیح بھی ہو اور صریح بھی، نیز وہ کسی دوسری حدیث سے متعارض بھی نہ ہو۔

البتہ ایسی صحیح حدیثیں موجود ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی تصاویر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارے میں ناگواری کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ اس میں عیش پسندوں اور دُنیوی مفاد کے پرستاروں کے ساتھ مشابہت کا پہلو ہے:

عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ، قَالَ فَاَتَیْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ: اِنَّ هٰذَا یُخْبِرُنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ. فَهَلْ سَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ لَا..... وَلٰکِنْ سَاُحَدِّثُکُمْ مَارَأَیْتُهُ فَعَلَ، رَأَیْتُهُ خَرَجَ فِیْ غَزَاتِهٖ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَی الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَأَی النَّمَطَ عَرَفْتُ اَلْکَرَاهِیَةَ فِیْ وَجْهِهٖ فَجَذَبَهٗ حَتّٰی هَتَکَهٗ اَوْقَطَعَهٗ وَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَأْمُرْنَا اَنْ نَکْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّیْنَ. قَالَتْ فَقَطَعْنَا مِنْهُ وَسَادَتَیْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِیْفًا فَلَمْ یَعِبْ ذٰلِكَ عَلَیَّ۔

(مسلم)

"ابوطلحہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مجسمے ہوں۔ راوی زید بن خالد کہتے ہیں میں حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مجسمے ہوں۔ کیا آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ سُنا ہے؟ فرمایا، نہیں...... لیکن میں نے آپؐ کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ بیان کرتی ہوں۔ آپؐ کسی غزوہ پر تشریف لے گئے تھے، میں نے ایک چادر لی اور دروازہ کو پردہ لگا دیا۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے اور چادر کو دیکھا تو آپؐ کے چہرہ سے ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے پھر آپؐ نے چادر کو کھینچ کر اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا! اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑوں سے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ہم نے اس سے دو تکیے بنالئے اور اس میں کھجور کی چھال بھر دی۔ پھر آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔"

اِس حدیث سے زیادہ جو حکم اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دیواروں وغیرہ کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصویر والے پردوں سے آراستہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

"حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو حرمت کی متقاضی ہو۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ "اللہ نے ہمیں اس کا حکم نہیں دیا ہے" سے نہ واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ مندوب ہونا اور نہ ہی اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے"

ایسی ہی ایک روایت مسلم کی ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيهِ تِمْثَالُ طَائِرٍ وَكَانَ الدَّاخِلُ إِذَا دَخَلَ اسْتَقْبَلَهُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوِّلِي هٰذَا فَإِنِّي كُلَّمَا دَخَلْتُ فَرَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا۔ (مسلم)

"ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس پر پرندہ کی تصویر تھی۔ جب کوئی شخص اندر داخل ہوتا تو اس کی نظر اس پر پڑتی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ہٹا دو، کیونکہ جب میں اندر داخل ہوتا ہوں تو میری نظر اس پر پڑتی ہے اور دنیا یاد آجاتی ہے"

آپؐ نے اسے پھاڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ اسے ہٹا دو۔ یہ اس لئے کہ آپؐ ایسی چیزوں کو جو عام طور سے دُنیا اور سامانِ زینت کو یاد دلاتی ہیں اپنے سامنے دیکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ آپ سُنّتیں اور نفل نمازیں گھر ہی میں ادا کرتے تھے۔ اس قسم کی تصاویر و تماثیل والی چادریں اور پردے انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں خشوع کا اہتمام کرنے اور مناجات کی طرف متوجہ ہونے سے دل غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمِيطِيهِ عَنِّي فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي۔ (البخاری)

"حضرت عائشہؓ کے پاس ایک پردہ تھا جسے وہ گھر کے ایک جانب لگایا کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے ہوتی ہیں"۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے پردہ کے وجود کو جس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پرندہ کی تصویر تھی اور دوسری تصویروں والے پردہ کو بھی برداشت کر لیا۔

یہ اور اس قسم کی دیگر احادیث کے پیشِ نظر سلف اس بات کے قائل ہیں کہ ممنوع صرف وہ تصویریں ہیں جن کا سایہ پڑتا ہو یعنی جو مجسم ہوں اور جن کا سایہ نہیں پڑتا ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرحِ مسلم)

امام نووی نے شرحِ مسلم میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مسلک باطل ہے، لیکن حافظ ابنِ حجر نے اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مسلک قاسم بن محمد سے جو مدینہ کے ممتاز فقیہ تھے، صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

اور شیخ بخیت نے خطابی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"جو شخص حیوانات کی شکلیں بناتا ہے اور نقاش جو درخت وغیرہ کے نقوش بناتا ہے ایسے لوگ میں سمجھتا ہوں کہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں اگرچہ کہ اس باب کی تمام ہی چیزیں مکروہ ہیں اور اس سے انسان کی توجہ لایعنی کاموں کی طرف ہو جاتی ہے۔"

خطابی کے اس قول پر شیخ بخیت نے یہ نوٹ لکھا ہے کہ:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص جاندار کی شکل بناتا ہے وہ جاندار کی صورت نہیں ایجاد کرتا بلکہ وہ شکل و صورت کا محض خاکہ بناتا ہے۔ اس طرح جو تصویر بنائی جاتی ہے اس کے بہت سے ایسے اعضاء غائب ہوتے ہیں جن کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں ہے بلکہ درحقیقت جسم ہی غائب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جاندار کی وہ تصویر نہیں ہے جس کا بنانے والا قیامت کے دن روح پھونکنے کی سزا کا مستحق ہوگا اور وہ اس میں روح پھونک نہیں سکے گا۔ بظاہر ایسی تصویر کا اطلاق جس کے بارے میں وعید آئی ہے سایہ رکھنے والے مجسمہ پر ہوتا ہے، ایسا مجسمہ جس کا کوئی اہم عضو جو زندہ رہنے کے لئے ناگزیر ہے، غائب نہ ہو۔ جو مجسمہ اس نوعیت کا ہو اس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ قابلیت ہوتی ہے کہ رُوح پھُونکی جاسکے۔ لیکن اگر مصوّر اس میں رُوح پھُونکنے سے عاجز ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تصویر (مجسمہ) میں زندگی کو قبول کرنے کی قابلیت نہیں ہے بلکہ یہ مصوّر کا نقص ہے، اس لیے اس کے عاجز ہونے کی ذمّہ داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے۔"

غیر مجسّم تصویروں کے جواز کی جو رائے ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، فَلْيَخْلُقُوا شَعِيرَةً۔ (متفق علیہ)

"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ ایک ذرّہ یا جَو کا ایک دانہ ہی تخلیق کر دکھائیں۔"

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تخلیق ـــــ جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں ـــــ محض خاکہ نہیں ہے جو کسی مسطّح چیز پر بنایا گیا ہو، بلکہ وہ حجم رکھنے والی مجسّم تصویریں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ (آل عمران - ٦)

"وہی ہے جو رحم میں تمہاری جس طرح چاہتا ہے صورت گری کرتا ہے۔"

اس مسلک کے خلاف اگر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے تو وہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے:

أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟

"حضرت عائشہؓ نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دروازہ ہی پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپؐ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ اور اسکے رسول کیطرف رجوع کرتی ہوں، مجھ سے کونسا گناہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ فَقَالَتْ: اِشْتَرَيْتُهَا لَكَ تَقْعُدُ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ وَ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِیْ فِیْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

سرزد ہوا ہے؟ فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، میں نے اسے آپؐ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لئے خریدا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اس قسم کی تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی تخلیق میں جان ڈالو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

فَاَخَذْتُهٗ فَجَعَلْتُهٗ مِرْفَقَتَيْنِ، فَكَانَ يَرْتَفِقُ بِهِمَا فِی الْبَيْتِ تَعْنِیْ اَنَّهَا شَقَّتِ النُّمْرُقَةَ فَجَعَلَتْهَا مِرْفَقَتَيْنِ۔

"پھر میں نے اس کے دو چھوٹے تکئے بنائے جن کو آپؐ ٹیک لگانے کیلئے گھر میں استعمال کرتے رہے۔ حضرت عائشہؓ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تصویروں والے تکیہ کو پھاڑ کر اس کے دو چھوٹے تکئے بنائے۔"

لیکن اس حدیث سے درج ذیل امور متعارض ہیں:

۱۔ یہ حدیث مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے جن میں بظاہر تعارض ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ تصویر والے پردہ کو پھاڑ کر جو تکیہ بنا لیا گیا تھا اس کو آپؐ نے استعمال کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ آپؐ نے اس کو استعمال نہیں فرمایا۔

۲۔ بعض روایتیں محض کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کراہت بھی دیوار کو مصوّر پردہ سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں ہے جو ظاہر ہے کہ ایک قسم کی عیش پسندی ہے جس کو آپؐ پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَّكْسُوَا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ۔ (مسلم)

"اللہ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو پوشاک پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مسلم کی حدیث جو خود حضرت عائشہؓ سے پرندہ کی تصویر والے پردہ کے بارے میں منقول ہے اور جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ "اسے ہٹا دو کیونکہ جب میری نظر اس پر پڑتی ہے تو دنیا یاد آجاتی ہے" مطلقاً حُرمت پر دلالت نہیں کرتی۔

۴۔ یہ حدیث "قرام" والی حدیث سے متعارض ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں جو پردہ تھا اسے آپؐ نے ہٹانے کا حکم دیا کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ کہتے ہیں کہ:

"اس حدیث میں اور حضرت عائشہؓ کی نمرقہ (تکیہ) والی حدیث میں تطبیق مشکل ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کو ہٹانے کا حکم آپؐ نے اس لئے دیا تھا کہ تصویر کا رُخ نماز کے وقت بالکل سامنے ہوتا تھا، ورنہ خاص طور سے تصویر کی وجہ سے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا۔"

اس کے بعد موصوف نے دونوں حدیثوں میں مطابقت اس طرح پیدا کی ہے کہ پہلی حدیث میں جن تصاویر کا ذکر ہے وہ ذی رُوح کی تصاویر تھیں اور اس حدیث میں جن کا ذکر ہے وہ جاندار کی نہیں تھیں۔

یہ تطبیق صحیح نہیں ہے کیونکہ قرام (پردہ) والی حدیث میں پرندہ کی تصویر کا ذکر موجود ہے۔

۵۔ یہ حدیث ابوطلحہ انصاری کی حدیث سے متعارض ہے جس میں کپڑے کے نقش کو حُرمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو کراہت پر محمول کیا جائے اور ابوطلحہ کی حدیث کو مطلق جواز پر جو کراہت کے منافی نہیں ہے۔"

حافظ ابنِ حجر نے اس تطبیق کو مستحسن کہا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ حضرت عائشہؓ کی نمرقہ (تکیہ) والی حدیث کے راوی اُن کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ ہیں جن کے نزدیک ایسی تصویریں جائز تھیں جن کا سایہ نہ پڑتا ہو۔ ابنِ عونؒ فرماتے ہیں:

"میں قاسم کے پاس گیا وہ مکہ کے بالائی حصہ میں اپنے گھر میں مقیم تھے۔ میں نے اُن کے گھر میں ایک حجلہ دیکھا جس میں قُندس (ایک آبی جانور) اور عنقاء (پرندہ) کی تصویریں تھیں"

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:

"ممکن ہے حدیث اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ (الا یہ کہ کپڑے میں نقش ہو) کو انہوں نے عام جواز پر محمول کیا ہو اور غالباً حضرت عائشہؓ کے پردہ والی حدیث کی توجیہ ان کے نزدیک یہ رہی ہو کہ حضرت عائشہؓ کا پردہ مصوّر بھی تھا اور اس سے دیوار کی پوشش کا کام بھی لیا گیا تھا جبکہ حدیث میں آتا ہے "اللہ نے ہمیں مٹی اور پتھر کو پوشاک پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے" قاسم بن محمد مدینہ کے سات ممتاز فقہاء میں سے ہیں۔ انہوں نے نمرقہ والی حدیث روایت کی ہے۔ اگر وہ حجلہ جیسی چیزوں میں تصویر کو جائز نہ سمجھتے تو اس کو استعمال نہ کرتے" (تصویر کی بحث کیلئے ملاحظہ ہو فتح الباری، کتاب اللباس ج ۱۲ ص ۵۰۳ تا ۵۱۸)

لیکن ان احادیث سے جو تصویروں اور مصوّرین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں یہ احتمال ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مرحلہ میں جب کہ شرک و بُت پرستی اور تصاویر کو مقدس سمجھنے کا زمانہ گذرے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا تصویر کے معاملہ میں سختی برتی ہو، لیکن جب عقیدۂ توحید دل و دماغ میں راسخ ہو گیا تو غیر مجسم تصاویر کی اجازت دی ہو جو فی الحقیقت محض نقوش اور خاکے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے گھر میں کسی تصویر والے پردہ کا وجود برداشت نہ کرتے، اور نہ ان تصاویر کو مستثنیٰ قرار دیتے جو کپڑے میں نقش و نگار کے طور پر بنائی جاتی ہیں۔ اسی پر کاغذ اور دیوار کی تصاویر کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طحاوی جو حنفی مسلک کے امام ہیں فرماتے ہیں :

"آغاز میں شارع نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرمایا تھا خواہ وہ نقش ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ تصویر پرستی کا زمانہ گذرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اس لئے ہر قسم کی تصویریں ممنوع قرار دیں۔ پھر جب ممانعت کے حکم پر عمل درآمد ہوگیا تو آپؐ نے کپڑوں میں بنے ہوئے نقوش کو عام ضرورت کے پیش نظر مستثنیٰ کر دیا، نیز ایسی تصاویر کو بھی جائز کر دیا جن کی بے وقعتی کی جاتی ہے۔ جس تصویر کی بے وقعتی کی جاتی ہے اس کی تعظیم کا اندیشہ نہیں رہتا۔ البتہ جن تصاویر کی عام طور سے بے وقعتی نہیں کی جاتی اُن کی ممانعت برقرار رہی"

(شیخ بخیت نے الجواب الشافی میں اسے نقل کیا ہے۔)

تصویر کی بے وقعتی اسے جائز کر دیتی ہے

جب کسی تصویر میں ایسا تغیر کر دیا جائے کہ وہ قابلِ تعظیم نہ رہے بلکہ بے وقعت ہو کر رہ جائے تو وہ جواز کے دائرہ میں آجاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا :

أُدْخُلْ . قَالَ كَيْفَ أَدْخُلُ وَفِي بَيْتِكَ سِتْرٌ فِيهِ تَصَاوِيرُ ؛ فَإِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَاقْطَعْ رُأْسَهَا ، أَوِ اقْطَعْهَا وَسَائِدَ أَوِ اجْعَلْهَا بَسَطًا .

"تشریف لائیے۔ جبریل نے کہا: میں کس طرح اندر داخل ہو جاؤں جبکہ آپؐ کے گھر میں تصویروں والا پردہ ہے؟ اگر اس کو رکھنا ہی ہے تو تصویر کا سر کاٹ دیجئے یا پردہ کو پھاڑ کر تکیہ یا بچھونا بنا لیجئے"

(النسائی وابن حبان)

اسی لئے جب حضرت عائشہؓ نے تصویر والے تکیہ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناگواری کے آثار دیکھے تو اس کو پھاڑ کر دو چھوٹے تکیئے بنا ڈالے کہ ایسی صورت میں تصویروں کی بے وقعتی ہوتی ہے اور تعظیم کا ادنیٰ اندیشہ بھی باقی نہیں رہتا۔

سلف سے منقول ہے کہ وہ غیر وقیع تصویروں کے استعمال میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ عُروہ سے روایت ہے کہ وہ پرندوں اور آدمیوں کی تصویروں والے تکیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے، اور عکرمہ کہتے ہیں تصویروں کا نصب کرنا علماء کو ناپسند تھا اور جن تصاویر کو عام طور سے پامال کیا جاتا ہے اُن میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور بچھونے اور تکیئے کی تصویروں کے بارے میں جو پامال کی جاتی ہیں کہتے یہ ان کی تذلیل ہے۔

فوٹو گرافی کی تصویریں

یہ بات بالکل واضح ہے کہ تصویر اور مصوّری کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ اُن تصاویر کے متعلق ہیں جو تراش لی جاتی ہیں یا جن کا خاکہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک عکسی تصویر کا تعلق ہے جو کیمرے کے ذریعہ لی جاتی ہے تو یہ ایک نئی ایجاد ہے۔ یہ فوٹو گرافی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور سلف کے زمانہ میں نہیں تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصاویر اور مصوّری کے متعلق جو احکام آئے ہیں کیا وہ فوٹو گرافی پر بھی منطبق ہوتے ہیں؟

جو علماء یہ سمجھتے ہیں کہ تصویر کی حُرمت مجسّمہ کی حد تک ہے وہ فوٹو گرافی کی تصویروں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ خاص طور سے اس صورت میں جبکہ تصویر غیر مکمّل ہو۔

رہی دوسرے گروہ کی رائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ان عکسی تصاویر کو ان تصاویر پر قیاس کیا جائے جو ایک آرٹسٹ کے برش کی تخلیق ہے؟ یا بعض احادیث میں یہ جو علّت بیان ہوئی ہے کہ مصوّر اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرتا ہے، وہ علّت فوٹو گرافی میں نہیں پائی جاتی؟ اور اصولِ فقہ کی رُو سے جب علّت ہی باقی نہیں رہی تو معلول بھی باقی نہیں رہا۔ (یعنی جب مشابہت نہیں پائی جاتی تو حرمت کا اطلاق بھی نہیں ہوگا)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ واضح بات مفتی مصر شیخ محمد بخیت مرحوم کا فتویٰ ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ فوٹو گرافی کے ذریعہ لی ہوئی تصویر — جو عکس کو مخصوص ذرائع سے روک لینے سے عبارت ہے — اس تصویر کی تعریف میں نہیں آتی جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ذریعہ اللہ کی پیدا کردہ کسی جاندار چیز کی مشابہت کی جائے۔ لیکن کیمرہ کے ذریعہ لئے ہوئے فوٹو کی حقیقت یہ نہیں ہے۔ (الجواب الشافی فی اباحۃ التصویر الفوتوغرافی)

فوٹو کی اصل حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت یہی ہے لیکن علماء کا ایک گروہ تصویر کے معاملہ میں خواہ وہ کسی قسم کی ہو شدت برتتا ہے اور اس کو مکروہ خیال کرتا ہے یہاں تک کہ فوٹو گرافی کو بھی تاہم یہ گروہ بھی مجبوری کی صورت میں یا ضرورت و مصلحت کی بنا پر تصویر کے جواز کا قائل ہے، مثلاً شناختی کارڈ اور یا پاسپورٹ میں لگائی جانے والی تصویریں، مشتبہ افراد کی تصویریں اور ایسی تصویریں جو توضیح وغیرہ کی غرض سے استعمال کی جائیں۔ اس قسم کی تصاویر سے نہ تعظیم مقصود ہوتی ہے اور نہ عقیدہ کی خرابی کا کوئی اندیشہ محسوس ہوتا ہے۔ ان کے استعمال کی ضرورت کپڑوں کے نقوش کی بہ نسبت جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت سے "مستثنیٰ" کیا تھا، زیادہ شدید اور اہم ہے۔

تصویر کا مقصد

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تصویر کے مقصد کو حرمت وغیرہ کے احکام میں کافی دخل ہے اور کوئی مسلمان کسی ایسی تصویر کے حرام ہونے کی مخالفت نہیں کرے گا جس کا مقصد اسلام کے عقائد، اس کی شریعت اور اس کے آداب کے خلاف ہو۔ پس عورتوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں اور نسوانیت کی خصوصیات رکھنے والے اور جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے ایسے اعضاء کو نمایاں کرتا اور ان کے خاکے اور تصویریں شہوانی ہیجان پیدا کرنے والی اور سفلی جذبات کو بھڑکانے والی شکلوں میں بنانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیساکہ اس کا مظاہرہ رسائل و اخبارات اور سنیما گھروں میں کھلے بندوں ہو رہا ہے تو ان تمام چیزوں کے حرام ہونے میں اور اس قسم کی تصویر سازی کی ممانعت میں ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی اشاعت کرنا، ان کو محفوظ رکھنا اور گھر، دفاتر وغیرہ مقامات پر ان کی نمائش کرنا اور دیواروں پر انھیں آویزاں کرنا نیز قصداً ایسی تصویروں کو دیکھنا اور ان کا مشاہدہ کرنا سب حرمت میں داخل ہے۔

یہی معاملہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کی تصویروں کا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس قماش کے لوگوں کی تصویریں بنائے یا ان کو محفوظ رکھے، مثلاً ملحد لیڈروں کی جو اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں یا بت پرست کی جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یا یہودیوں اور نصرانیوں کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہیں یا ایسے لوگوں کی جو اسلام کے مدعی تو ہیں لیکن اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے بے نیاز ہو کر فیصلے کرتے ہیں یا سماج میں بے حیائی اور فساد پھیلاتے ہیں جیسے ایکٹر، ایکٹریس، گانے والے مرد اور گانے والی عورتیں وغیرہ۔

اور یہی حکم ان تصویروں کا ہے جو بت پرستی کی نمائندگی کرتی ہیں یا مذہبی شعائر کی حیثیت رکھتی ہیں جنہیں اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا، مثلاً بت، صلیب وغیرہ کی تصویریں۔ غالباً عہدِ رسالت میں بیشتر فرش، پردے اور تکیئے اسی قسم کی تصاویر اور نقش ونگار کے ہوتے تھے۔

بخاری کی حدیث ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ إِلَّا نَقَضَهُ.

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں رہنے دیتے تھے جس پر صلیب کی تصویر ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز ہوتی تو اسے توڑ کر رکھ دیتے۔"

اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَامِ الْفَتْحِ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ الَّتِي فِي

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اس میں داخل نہیں ہوئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْبَيْتِ الْحَرَامِ لَمْ يَدْخُلْ حَتّٰى اَمَرَ فَمُحِيَتْ — یہاں تک کہ آپؐ نے حکم دیا اور تصویریں مٹا دی گئیں۔"

(البخاری)

اس میں شک نہیں کہ یہ ایسی تصویریں تھیں جو مشرکینِ مکہ کی بُت پرستی اور ان کی قدیم گمراہی کی نمائندگی کرتی تھیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَقَالَ: اَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرَهٗ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخَهَا! فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ فَهَابَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ،...... وَانْطَلَقَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرْتُهٗ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهٗ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخْتُهَا. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کون مدینہ میں یہ خدمت انجام دیتا ہے؟ کسی بُت کو توڑے بغیر، کسی قبر کو ہموار کئے بغیر اور کسی تصویر کو مسخ کئے بغیر نہ چھوڑے۔ ایک شخص نے کہا میں یا رسول اللہ! راوی کا بیان ہے کہ مدینہ والے اس حکم سے خوفزدہ ہو گئے .... وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آ کر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے مدینہ میں کسی بُت کو توڑے بغیر، کسی قبر کو ہموار کئے بغیر اور کسی تصویر کو مسخ کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جو شخص ان میں سے کسی چیز کا دوبارہ مرتکب ہو گا وہ اس ہدایت کا منکر ہو گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔"

(احمد)

یہ تصاویر جن کو ایک پیغمبر نے مسخ کرنے اور مٹانے کا حکم دیا، زمانۂ جاہلیت کی بُت پرستی کے مظاہر میں سے ہونے کے علاوہ ان کی اور کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟ اسی لئے آپؐ نے چاہا کہ مدینہ کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے آثار سے پاک کر دیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس کے دوبارہ ارتکاب کو اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے کفر کرنے کے ہم معنیٰ قرار دیا۔

تصویر اور مصوّر سے متعلق احکام کا خلاصہ

تصویر اور مصوّر سے متعلق احکام کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

(ا) حُرمت اور گناہ میں سب سے زیادہ شدید تصویریں معبودانِ غیر اللہ کی ہیں۔ مثلاً نصاریٰ کے معبود حضرت مسیح کی تصویر۔ اس قسم کی تصویر بنانا کُفر کا موجب ہے، اگر کوئی شخص جانتے بُوجھتے قصداً ایسی تصویر بنائے۔ ایسی تصویروں کے مجسّمے اشدّ گناہ کا کام اور بدترین مُنکر ہیں۔ اور جو شخص بھی ان تصویروں کو رواج دے یا کسی نہ کسی طریقہ پر ان کی تعظیم کرے وہ اپنے حصّہ کے بقدر اس گناہ میں شریک ہے۔

(ب) اور گناہ میں اس سے قریب تر وہ شخص ہے جو کسی ایسی چیز کی تصویر بنائے جس کی پرستش نہیں کی جاتی لیکن اس سے مقصود اللہ کی تخلیق کی مشابہت ہو یعنی وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ بھی اللہ ہی کی طرح تخلیق و ایجاد کا کام کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ کُفر کا مرتکب ہو جاتا ہے لیکن اس کا تعلّق صرف مصوّر کی نیّت سے ہے۔

(ج) اس سے کمتر درجہ کا گناہ یہ ہے کہ ایسی شخصیتوں کے مجسّمے بنائے جائیں جن کی پرستش تو نہیں کی جاتی لیکن تعظیم کی جاتی ہے، جیسے بادشاہ، قائد، لیڈر وغیرہ جن کی یادگار میدانوں وغیرہ میں مجسّمے نصب کر کے قائم کی جاتی ہے۔ اور مجسّمہ کے کامل یا نصف ہونے سے گناہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(د) اور اس سے بھی کمتر درجہ میں ایسے اشخاص کے مجسّمے ہیں جن کی تقدیس و تعظیم نہیں کی جاتی۔ اس کی حُرمت پر بھی اتّفاق ہے، البتّہ جن کی بے وقعتی کی جاتی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مثلاً بچوں کے کھلونے اور مٹھائی کے مجسمے جو کھائے جاتے ہیں۔

(ھ) اس کے بعد غیر مجسّم تصویروں کا درجہ ہے یعنی فنّی تصویریں اُن شخصیتوں کی جن کی تعظیم کی جاتی ہے، جیسے حاکموں اور لیڈروں وغیرہ کی تصویریں، خاص طور سے جبکہ وہ نصب یا آویزاں کر دی گئی ہوں۔ ان کی حُرمت اور شدید ہو جاتی ہے جبکہ یہ تصویریں ظالموں، فاسقوں اور مُلحدوں کی ہوں، کیونکہ ان کی تعظیم اسلام کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

(و) اور گناہ کے لحاظ سے اس سے بھی کمتر درجہ کی وہ تصویریں ہیں جو مجسّم نہ ہوں اور ان ذوی الارواح کی ہوں جن کی تعظیم نہیں کی جاتی لیکن وہ عیش پرستی کے مظاہر میں سے ہوں، مثلاً اس قسم کی تصویروں والے پردہ سے دیوار وغیرہ کو آراستہ کرنا جو کراہت سے خالی نہیں ہے۔

(ز) جہاں تک غیر ذوی الارواح کی تصویروں کا تعلّق ہے مثلاً کھجور وغیرہ کے درخت، دریا، جہاز، پہاڑ وغیرہ قدرتی مناظر کی تصویریں تو ان کو بنانے اور محفوظ کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ طاعت سے غافل نہ کر دیں یا تعیّش کا باعث نہ بنیں، بصورتِ دیگر ایسی تصویریں مکروہ ہیں۔

(ح) رہی عکسی تصویر یعنی فوٹو تو یہ اصلاً مباح ہے، بشرطیکہ اس سے حرام چیز مقصود نہ ہو مثلاً جس شخص کا فوٹو ہے اس کا مذہبی تقدّس یا دنیوی تعظیم، خصوصاً جبکہ وہ شخص کافر و فاسق ہو، مثال کے طور پر وہ شخص بُت پرست ہو یا کمیونسٹ ہو یا گمراہ فن کار ہو۔

(ط) اور آخری بات یہ ہے کہ حرام مجسّموں اور تصویروں کو جب مسخ کر دیا جائے یا بے وقعت اور حقیر بنا دیا جائے تو وہ دائرۂ حُرمت سے نکل کر دائرۂ حِلّت میں آ جاتی ہیں، مثلاً فرش کی تصویریں جنہیں پَیر اور جُوتے وغیرہ پامال کرتے رہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلاضرورت کُتّے پالنا

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلاضرورت گھر میں کتّے پالنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

ہم نے ایسے عیش پرستوں کو دیکھا ہے جو کتّوں پر تو خوب خرچ کرتے ہیں لیکن انسان کی اولاد پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے کتّے کے نازو ادا پر مال خرچ کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان سے جذباتی وابستگی بھی پیدا کر لیتے ہیں جبکہ وہ اپنے اقربا سے بے رُخی برتتے ہیں اور اپنے پڑوسی اور بھائی کو بھول جاتے ہیں۔

مسلمان کے گھر میں اگر کتا ہو تو اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ وہ برتنوں وغیرہ کو چاٹ کر نجس بنا کر نہ رکھ دے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، إِحْدَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔ (البخاری)

"جب کتا کسی کے برتن میں مُنھ ڈالے تو اسے چاہئے کہ برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔ ان میں سے ایک مرتبہ مٹی لگا کر دھولے۔"

بعض علماء نے ممانعت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ کتا مہمان پر بھونکتا ہے، سائل کو خوف زدہ کرتا ہے اور راہ چلنے والے کو اذیت پہنچاتا ہے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِيْ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَكُوْنَ دَخَلْتُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ، فَمُرْ

"میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: گذشتہ شب میں آیا تھا لیکن گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ دروازہ پر مجسّمہ تھا اور گھر میں تصویروں والا پردہ تھا اور گھر میں کتا بھی تھا۔ لہٰذا جو مجسّمہ گھر میں ہے اس کا سر آپ اس طرح کٹوا دیجئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي فِي الْبَيْتِ يُقْطَعُ فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَيُجْعَلُ مِنْهُ وِسَادَتَانِ تُوْطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ.

کہ وہ درخت کی شکل میں رہ جائے۔ اور پردہ پھاڑ کر تکئے بنوا لیجئے جن کو پامال کیا جائے اور کتے کو گھر سے باہر نکلوا دیجئے"۔

(ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن حبان)

ممانعت کا یہ حکم اُن کتوں کے بارے میں ہے جن کو بلاضرورت اور بے فائدہ پالا جائے۔

شکار اور حفاظت کے لئے کتوں کا جواز

جو کتے کسی ضرورت سے پالے جائیں مثلاً شکاری کتے یا کھیت اور مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کرنے والے کتے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ أَوْ مَاشِيَةٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔ (متفق علیہ)

"جو شخص کتا پالتا ہے اس کا اجر روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے الا یہ کہ شکار یا کھیتی یا مویشیوں کے لئے پالا جائے"۔

اس حدیث سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت کراہت کے حکم میں ہے نہ کہ حرمت کے حکم میں، کیونکہ اگر کتا پالنا حرام ہوتا تو ہر حال میں اس سے احتراز کرنا پڑتا خواہ اجر میں کمی واقع ہو یا نہ ہو۔

گھر میں کتا پالنے کی جو ممانعت کر دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتوں کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کیا جائے یا ان کو ختم کر کے رکھ دیا جائے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا۔ (ابوداؤد والترمذی)

"اگر کتے بھی ایک اُمت نہ ہوتے تو میں انھیں قتل کرنے کا حکم دیتا"۔

اس حدیث کے ذریعہ آپؐ نے ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس مہتم بالشان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ۔ (الانعام - ۳۸)

"زمین پر چلنے والا کوئی جانور اور پروں سے اُڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح ایک اُمت نہ ہو۔"

اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب کو اس شخص کا قصہ سُنایا جس نے صحرا میں ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدّت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ وہ شخص دوڑتا ہوا کنویں پر گیا اور اپنے موزہ میں پانی بھر کر لایا اور کتے کو پلا دیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا۔ اس قصہ کو سُنا کر آپؐ نے فرمایا، اللہ نے اس کے اِس عمل کی قدر فرمائی اور اسے بخش دیا۔ (بخاری)

کتا پالنا علمِ جدید کی رُو سے

ہمیں اپنے ملک میں اکثر ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوتے ہیں اور اپنے کو رحمدل، انسانیت نواز اور ہر جاندار مخلوق کے حق میں مہربان خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے کس طرح ایک ایسے جانور سے باز رکھا ہے جو سنجیدہ، مانوس اور امانت دار ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی خدمت میں ہم ایک ٹھوس علمی مقالہ پیش کرنا چاہتے ہیں جسے ایک جرمن اسکالر نے لکھا ہے اور جو ایک جرمن رسالہ میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالہ میں ان اہم خطرات کو بیان کیا گیا ہے جو کتے کو پالنے یا اس کے قریب رہنے کی صورت میں لاحق ہوتے ہیں:-

"گذشتہ چند برسوں میں لوگوں کے اندر کتا پالنے کا شوق کافی بڑھ گیا ہے، جس کے پیشِ نظر ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ لوگوں کی توجہ ان خطرات کی طرف مبذول کرائی جائے جو اس سے پیدا ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ لوگ کتا پالنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس کے ساتھ خوش طبعی بھی کرنے لگتے ہیں اور اس کو چومتے بھی ہیں، نیز اس کو اس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ چھوٹوں اور بڑوں کے ہاتھ چاٹ لے ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچا ہوا کھانا کتوں کے آگے اپنے کھانے کی پلیٹوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ عادتیں ایسی معیوب ہیں کہ ذوقِ سلیم ان کو قبول نہیں کرتا اور یہ شائستگی کے خلاف ہیں۔ مزید برآں یہ صحت و نظافت کے اصول کے بھی منافی ہیں۔

طبّی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کتّے کو پالنے اور اس کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے جو خطرات انسان کی صحت اور اس کی زندگی کو لاحق ہوتے ہیں ان کو معمولی خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اپنی نادانی کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتّوں کے جسم پر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو دائمی اور لاعلاج امراض کا سبب بنتے ہیں بلکہ کتنے ہی لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔

اس جرثومہ کی شکل فیتہ کی ہوتی ہے اور یہ انسان کے جسم پر پھنسی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ گو اس قسم کے جراثیم مویشیوں اور خاص طور سے سوّروں کے جسم پر بھی پائے جاتے ہیں لیکن نشوونما کی پوری صلاحیت رکھنے والے جراثیم صرف کتّوں کے جسم پر ہوتے ہیں۔

یہ جراثیم گیدڑ اور بھیڑیئے کے جسم پر بھی ہوتے ہیں لیکن بلّیوں کے جسم پر شاذ ہی ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم دوسرے فیتہ والے جراثیم سے مختلف ہوتے ہیں اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ دکھائی دینا مشکل ہے۔ ان کے بارے میں گذشتہ چند سالوں ہی میں کچھ معلومات ہو سکی ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار آگے لکھتا ہے:

"یہ جراثیم انسان کے جگر میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہاں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اکثر پھیپھڑے، عضلات، تلی، گردہ اور سر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بہت کچھ بدل جاتی ہے، یہاں تک کہ خصوصی ماہرین کے لئے بھی ان کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔

بہر حال اس سے جو زخم پیدا ہوتا ہے خواہ جسم کے کسی حصہ میں پیدا ہو، صحت کے لئے وہ سخت مضر ہے۔ ان جراثیم کا علاج اب تک دریافت نہیں کیا جا سکا ہے۔ ان وجوہ سے ضروری ہے کہ ہم تمام ممکنہ وسائل کے ساتھ اس لاعلاج بیماری کا مقابلہ کریں اور انسان کو اس کے خطرات سے بچائیں۔

جرمن ڈاکٹر نوللر کا بیان ہے کہ کتے کے جراثیم سے انسان کے جسم پر جو زخم اُبھر آتے ہیں ان کی تعداد ایک فی صد سے کسی طرح کم نہیں ہے اور بعض ممالک میں تو بارہ فی صد تک اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں .... اس مرض کا مقابلہ کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان جراثیم کو کتوں تک ہی رہنے دیا جائے اور انھیں پھیلنے نہ دیا جائے.........

انسان اگر اپنی صحت کو محفوظ اور اپنی زندگی کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو اسے کتوں کے ساتھ خوش طبعی نہیں کرنا چاہیئے، انھیں قریب آنے سے روکنا چاہیئے، بچوں کو ان کے ساتھ گھل مل جانے سے باز رکھنا چاہیئے۔ کتوں کو ہاتھ چاٹنے کے لئے چھوڑ نہیں دینا چاہیئے اور نہ ان کو بچوں کے کھیل کود اور تفریح کے مقامات میں رہنے اور وہاں گندگی پھیلانے کا موقع دینا چاہیئے۔ لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کتوں کی بڑی تعداد بچوں کی ورزش گاہوں میں پائی جاتی ہے ....

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ان کے کھانے کے برتن الگ ہونے چاہئیں۔ انسان اپنے کھانے کے لئے جو پلیٹیں وغیرہ استعمال کرتا ہے ان کو کتوں کے آگے چاٹنے کے لئے نہ ڈال دیا جائے اور نہ ان کو بازاروں اور ہوٹلوں وغیرہ میں داخل ہونے دیا جائے۔ غرضیکہ پوری احتیاط سے کام لے کر ان کو کھانے پینے کی تمام چیزوں سے دور رکھا جائے"

اس بیان کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے ساتھ گھل مل جانے سے جو روکا ہے وہ کس قدر مبنی بر حقیقت ہے! آپ نے کھانے پینے کے برتنوں میں کتے کے منہ ڈالنے سے احتراز کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے نیز بلا ضرورت کتا پالنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ غور کیجئے اس میں کتنی عظیم مصلحت پوشیدہ ہے!

ایک اُمّی ؐ کی تعلیمات جدید علمی و طبّی تحقیقات سے آج کس قدر ہم آہنگ ہو رہی ہیں! اس حقیقت کو دیکھ کر بے تحاشا ہماری زبان پر قرآن کریم کے یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی، اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۔ "وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے"

(النجم - ۳، ۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسب اور پیشہ

ھُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ۔ (الملک - ۱۵)

"وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے تابع کر رکھا ہے تاکہ تم اس کے کندھوں پر چلو اور اللہ کا رزق کھاؤ"

یہ ہے اسلام کا اصول۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لئے مسخر کیا ہے لہٰذا اس نعمت سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کے پہلوؤں میں اللہ کے فضل کے طالب بن کر دوڑ دھوپ کرنا چاہئے۔

جو شخص کام کی قدرت رکھتا ہو اُس کا بیٹھے رہنا حرام ہے

مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ عبادت کے لئے یکسوئی یا اللہ پر توکل کے نام سے طلبِ رزق سے بے پرواہ ہوجائے۔ کیونکہ آسمان سے سونے چاندی کی بارش ہونے والی نہیں۔

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ صدقات کے بھروسہ پر بیٹھ جائے جبکہ اسے ایسے ذرائع میسّر ہوں جن کو اختیار کرکے وہ اپنے معاش کے لئے دوڑ دھوپ کرسکتا ہے نیز اپنے زیرِکفالت افراد کی ضرورتیں پوری کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَاتَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّۃٍ سَوِیٍّ۔ (الترمذی)

"صدقہ کسی غنی کے لئے جائز نہیں ہے اور نہ کسی ایسے شخص کے لئے جو توانا اور تندرست ہو"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی سخت مذمت فرمائی ہے اور حرام ٹھہرایا ہے کہ ایک مسلمان لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے جس کے نتیجہ میں اس کے چہرہ کی رونق غائب ہوجائے اور اپنی انسانیت و شرافت کو بلاضرورت مجروح کرکے رکھ دے۔ آپ نے فرمایا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِیْ یَسْاَلُ مِنْ غَیْرِ حَاجَۃٍ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَلْتَقِطُ الْجَمْرَ۔ (البیہقی وابن خزیمۃ)

"جو شخص بلا ضرورت مانگتا ہے وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگارے چنتا ہے۔"

اور فرمایا:

مَنْ سَاَلَ النَّاسَ یَشْرِیْ بِہٖ مَالَہٗ کَانَ خُمُوْشًا فِیْ وَجْھِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ رِضْفًا یَاْکُلُہٗ مِنْ جَھَنَّمَ، فَمَنْ شَاءَ فَلْیُقَلِّلْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیُکْثِرْ۔ (الترمذی)

"جس نے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کیا تاکہ وہ مالدار ہو جائے وہ اپنے چہرہ کو قیامت تک کے لئے مجروح کر دیتا ہے اور جہنم کے گرم پتھر کھائے گا۔ اب جو شخص چاہے اپنے لئے یہ چیزیں زیادہ مقداریں فراہم کرے یا کم مقداریں۔"

نیز فرمایا:

لَا تَزَالُ الْمَسْاَلَۃُ بِاَحَدِکُمْ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَتْ فِیْ وَجْھِہٖ مُزْعَۃُ لَحْمٍ۔ (متفق علیہ)

"جو شخص اپنے کو مانگنے کا عادی بنا لے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کی کوئی بوٹی نہ ہوگی۔"

اس انجامِ بد سے بچانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی عزت کا تحفظ فرمایا ہے اور اس کے اندر استعفاف، خود اعتمادی اور مانگنے سے احتراز جیسے اوصاف کی پرورش کا سامان کیا ہے۔

سوال کرنا کب جائز ہے

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مجبوریوں اور ضرورتوں کا پورا پورا لحاظ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص سوال کرنے اور حکومت یا افراد سے اعانت طلب کرنے کے لئے مجبور ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

إِنَّمَا الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ الرَّجُلُ بِهَا وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقَىٰ عَلَىٰ وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا
(ابو داؤد والنسائی)

"سوال کرنا خراش کے ہم معنی ہے۔ جو شخص سوال کرتا ہے وہ اپنے چہرہ کو نوچتا ہے۔ لہٰذا جو شخص چاہے اپنے چہرہ کو اس حال میں رکھے اور جو چاہے ترک کر دے۔ البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی صاحبِ اقتدار سے مانگنا پڑے یا کسی ایسے معاملہ میں سوال کرنا پڑے جو بالکل ناگزیر ہو"

ابی بشر قبیصہ بن المخارق فرماتے ہیں:

تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ: أَقِمْ حَتَّىٰ تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ، رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّىٰ يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّىٰ يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّىٰ يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّىٰ يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ... فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا

"میں نے ایک معاملہ میں ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ صدقہ کا مال آجائے گا تو ہم تمہیں دلوا دیں گے۔ پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا جائز نہیں ہے بجز تین اشخاص کے۔ ایک وہ شخص جو کسی کے لئے ضمانت کی ذمہ داری قبول کر لے۔ ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے جبتک کہ اسے مطلوبہ مال حاصل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اسے رک جانا چاہئے۔ دوسرا وہ شخص جس کا مال کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تباہ ہو جائے۔ ایسے شخص کے لئے سوال کرنا جائز ہے جبتک کہ اسے گذر بسر کی چیزیں حاصل نہ ہو جائیں اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اس کے محلہ کے تین سمجھ دار لوگ یہ کہہ دیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے جبتک کہ گذر بسر کی چیزیں اسے فراہم نہ ہو جائیں۔ ان کے ماسوا جو شخص سوال کرتا ہے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صَاحِبُهَا سُحْتًا۔ یہ حرام کا مال ہے جسے وہ کھاتا ہے:

(مسلم و ابوداؤد و النسائی)

کام کرنا باعثِ عزّت ہے

بعض لوگ کچھ کاموں کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور اپنے اصحاب کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ عزّت اور کامل عزّت کام کرنے میں ہے خواہ وہ کوئی کام ہو، اور ذلّت و خسّت لوگوں کی اعانت پر تکیہ کرنے میں ہے۔ فرمایا ہے:

لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعُهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ۔

"کسی شخص کا رسّی لے کر جانا اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لانا اور اسے بیچ دینا کہ اللہ اس کے ذریعہ اس کی آبرو کو بچالے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں"

(متفق علیہ)

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ روزی کمائے خواہ زراعت، تجارت، صنعت، ملازمت کسی بھی ذریعہ سے ہو بشرطیکہ وہ ذریعہ حرام نہ ہو اور نہ اس سے حرام کی معاونت ہوتی ہو اور نہ ہی وہ حرام سے ملوّث ہو۔

زراعت کے ذریعہ روزی کمانا

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انسان پر اپنے فضل و احسان کا ذکر فرماتے ہوئے دو اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں جو زراعت کے قیام کے لئے ضروری ہیں۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ وہ اُگانے اور پیدا کرنے کی خدمت انجام دیتی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اسے فرش بنا دیا ہے جو مخلوق کے لئے ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کو یاد رکھنا اور اس کی قدر کرنا نہایت ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُکُوْا مِنْھَا سُبُلًا فِجَاجًا۔

"اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو"

(نوح۔ ۱۹، ۲۰)

وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ، وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ، فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (الرحمٰن۔ ۱۰ تا ۱۳)

"اور زمین کو اس نے مخلوقات کے لئے بنایا۔ اس میں پھل ہیں، کھجور کے درخت ہیں غلاف والے، غلّہ ہے بھوسہ والا اور پھول ہیں خوشبو دار۔ پھر تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کا انکار کرو گے؟"

اور پانی کو اللہ تعالیٰ نے بارش کی صورت میں اتارا اور اس کی نہریں جاری کیں۔ اس سے وہ مردہ زمینوں کو زندگی بخشتا ہے:

وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا۔

"وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی نباتات اُگائیں پھر اس سے سرسبز شاخیں پیدا کیں جن سے ہم تہ بر تہ دانے نکالتے ہیں"

(الانعام۔ ۹۹)

اور ہواؤں کو اللہ تعالیٰ خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے جس سے بادل چلنے لگتے ہیں اور نباتات بار آور ہوتی ہیں:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ، وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ

"اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر قسم کی چیزیں تناسب کے ساتھ اگائیں اور تمہاری معیشت کا سامان بھی رکھا اور ان کی معیشت کا بھی جن کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ، وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ۔ (الحجر۔ ۱۹ تا ۲۲)	تم رزق نہیں دیتے۔ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں اور اسے ہم مقررہ اندازہ کے ساتھ ہی اُتارتے ہیں، اور ہواؤں کو ہم بارآور بنا کر بھیجتے ہیں پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں اور تم کو اس سے سیراب کرتے ہیں، ورنہ تم اس کے ذخیرہ کو جمع نہیں کرسکتے تھے ؛؛

اِن تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زراعت کی نعمت اور اس کے سہل الحصول ذرائع کی طرف انسان کو متوجہ فرمایا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْهُ طَیْرٌ وَلَا اِنْسَانٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ ۔ (متفق علیہ)	"جو مسلمان بھی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس میں سے پرندے یا انسان جو کچھ کھا لیتے ہیں وہ اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے؛؛

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ثواب جاری رہتا ہے جب تک کہ پودا یا کھیتی سے کھانے وغیرہ کا فائدہ اُٹھایا جاتا رہے اگرچہ کہ پودا لگانے والا یا کھیتی کرنے والا مر چکا ہو یا اس کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل ہو گئی ہو۔

علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی سے یہ بعید نہیں کہ وہ ایسے شخص کو اس کے مرنے کے بعد بھی ثواب سے نوازتا رہے جس طرح اس کی زندگی میں نوازتا رہا ہے، یعنی چھ باتوں کے سلسلہ میں۔ ایک صدقۂ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے فائدہ اُٹھایا جائے، تیسرے نیک اولاد جو اپنے والد کے لئے دعا کرے، چوتھے پودا، پانچویں کھیتی اور چھٹے پاسبانی یعنی دشمنوں کے مقابلہ میں سرحد وغیرہ کی حفاظت کرنا۔

روایت ہے کہ ایک شخص کا ابوالدرداءؓ کے پاس سے گذر ہوا جبکہ وہ اخروٹ کا پودا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لگا رہے تھے۔ اس شخص نے کہا، آپ بڑھاپے میں اخروٹ کا پودا لگا رہے ہیں! اس کو پھل لانے میں تو کئی سال لگ جاتے ہیں...... ابوالدرداءؓ نے فرمایا: "اس میں کیا حرج ہے کہ میں اجر کماؤں اور دوسرے لوگ اسے کھائیں؟"

اور ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

مَنْ نَصَبَ شَجَرَةً فَصَبَرَ عَلٰى حِفْظِهَا وَالْقِيَامِ عَلَيْهَا حَتّٰى تُثْمِرَ فَإِنَّ لَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُصَابُ مِنْ ثَمَرِهَا صَدَقَةٌ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (احمد)

"جس نے درخت لگایا پھر اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ درخت پھل لے آیا تو اس کے پھلوں کا جو نقصان بھی ہوگا اس کا اجر اللہ عزّ وجلّ کے پاس اسے ملے گا۔"

اِن احادیث سے اور اس قسم کی دوسری احادیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ زراعت کمانے کے دیگر ذرائع سے بہتر ہے۔ لیکن دوسرے علماء کہتے ہیں کہ صنعت اور دستکاری افضل ہے اور کچھ علماء تجارت کو افضل بتلاتے ہیں۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ مختلف حالات میں مختلف چیزیں افضل ہوسکتی ہیں۔ مثلاً جب غذا کی ضرورت شدید ہو تو زراعت افضل ہوگی کیونکہ اس کا فائدہ عام ہے۔ اور جب ڈاکہ زنی وغیرہ کی وجہ سے منڈیوں میں مال کم آرہا ہو تو تجارت افضل ہوگی، اور جب مصنوعات کی ضرورت ہو تو صنعت افضل ہوگی۔ (ملاحظہ ہو القسطلانی علی البخاری)

اخیر میں جو تفصیل بیان کی گئی اس سے موجودہ اقتصادی علم ہم آہنگ ہے۔

حرام کاشت کاری

ہر وہ نباتات جس کو نوش کرنا اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے یا جس کا استعمال مضر ہے اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاشت کرنا بھی حرام ہے، مثلاً گانجا وغیرہ

اور تمباکو کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر ہمارے نزدیک تمباکو نوشی حرام ہے ـــــ اور قول راجح یہی ہے ـــــ تو اس کی کاشت کرنا بھی حرام ہوگا۔ اور اگر ہمارے نزدیک وہ مکروہ ہے تو اس کی کاشت کرنا بھی مکروہ ہوگا۔

مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ حرام چیز کی کاشت اس لئے کرے کہ اسے غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کر دینا ہے۔ مسلمان حرام چیز کی کبھی ترویج نہیں کرتا چنانچہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ سوروں کی پرورش کرے تاکہ ان کو نصاریٰ کے ہاتھ بیچ دے۔ اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے حلال انگور بھی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا حرام ٹھہرایا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا۔

صنعت و حرفت

اسلام نے زراعت کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کی خوبیاں بھی بیان کر دی ہیں نیز اس خدمت کو باعثِ ثواب بھی قرار دیا ہے، لیکن اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی سرگرمیاں زراعت کے لئے وقف ہو کر رہ جائیں، جس طرح سیپی کا کیڑا سیپی کے اندر بند ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے صرف کاشت کاری پر اکتفار کرنا اور بیلوں کی دم کے پیچھے پیچھے چلتے رہنا ناپسند کیا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ملت پیش آمدہ خطرات کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باعثِ ذلت قرار دیا اور زمانہ نے اس کی پوری طرح تصدیق کر دی۔ آپؐ نے فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ

"جب تم عینہ کی بیع کرنے لگو گے (ایک خاص قسم کی بیع جس میں سود کی شکل پیدا ہو جاتی ہے) اور بیلوں کی دم پکڑے رہو گے، زراعت کو پسند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ.

(ابوداؤد)

کروگے اور جہاد کو ترک کروگے تو اللہ تم پر ذلت مسلط فرمائے گا، پھر اسے دور نہیں کرے گا جبتک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ"۔

لہٰذا زراعت کے ساتھ صنعت و حرفت بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کے ذریعہ خوشگوار زندگی کی ضرورتیں اور ایک آزاد اور طاقتور اُمت نیز ایک مستحکم اور خود کفیل حکومت کے لوازمات پورے ہوسکتے ہیں۔ صنعت و حرفت اسلام کی رُو سے ایک جائز خدمت ہی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ علماء اور ائمہ نے کہا ہے فرضِ کفایہ ہے اس مفہوم میں کہ اسلامی جماعت کے اندر صنعت و حرفت اور ہر فن کو جاننے والے اتنی وافر تعداد میں ہونے چاہئیں کہ جماعت کی ضرورتیں پوری ہوجائیں اور وہ اپنا کام ٹھیک طریقہ سے انجام دے سکے۔ اگر صنعت و فن کے کسی گوشہ میں اس طرح کمی واقع ہوجاتی ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے والا کوئی شخص بھی نہیں ملتا تو پوری جماعت گنہگار ہوجاتی ہے اور خاص طور سے اُولوالامر اور اہلِ حل و عقد۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"فرضِ کفایہ ہر وہ علم ہے جس سے انسان دُنیوی معاملات میں بے نیاز نہیں ہوسکتا جیسے طب کہ بقائے جسم کے لئے ضروری ہے اور حساب کہ معاملات اور وصیت و میراث کی تقسیم وغیرہ کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ ایسے علوم ہیں کہ اگر کوئی شہر ان کے جاننے والوں سے خالی ہوجائے تو لوگ تکلیف میں پڑیں گے۔ اور جب کوئی شخص ان کاموں میں لگ جاتا ہے تو دوسروں پر سے ذمہ داری ساقط ہوجاتی ہے۔ اس لئے ہماری رائے میں اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ طب اور حساب فرضِ کفایہ ہیں اور بنیادی نوعیت کے کام اور صنعتیں بھی فرضِ کفایہ کی حیثیت رکھتی ہیں، مثلاً زمین جوتنا، کپڑے بُننا، جانوروں کی دیکھ بھال کرنا بلکہ پچھنے لگانا اور سلائی کا کام کرنا بھی۔ اگر کوئی شہر پچھنے لگانے والوں سے خالی ہوجائے تو ہلاکت تیزی کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی طرف بڑھے گی، کیونکہ جس نے بیماری پیدا کی ہے اس نے دوا بھی پیدا کی ہے اور اس کے استعمال کی طرف رہنمائی بھی کی ہے نیز اس کی فراہمی کے اسباب بھی مہیا کئے ہیں لہٰذا ان کو ترک کر کے اپنے کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا جائز نہیں ہو سکتا "

قرآن نے کتنی ہی صنعتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کا ذکر نعمت کی حیثیت سے کیا ہے مثلاً حضرت داؤدؑ کے بارے میں فرمایا:

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ، أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ۔ (سبأ-۱۰،۱۱)

"ہم نے لوہے کو ان کے لئے نرم کر دیا کہ زرہیں بناؤ اور ان کی کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو"

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ۔ (الانبیاء-۸۰)

"اور ہم نے انہیں تمہارے لئے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ لڑائی میں تمہارا بچاؤ کرے۔ پھر کیا تم شکر گذار ہو؟"

اور حضرت سلیمانؑ کے بارے میں فرمایا:

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ، وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ، وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ۔ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا۔ (سبأ-۱۲،۱۳)

"اور ہم نے ان کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا۔ اور ایسے جن ان کے تابع کئے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے۔ وہ ان کے (سلیمان کے) لئے بناتے جو انہیں منظور ہوتا، اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔ اے آلِ داؤد! عمل کرو شاکرانہ طریقہ پر"

اسی طرح قرآن نے ذوالقرنین کے بلند و بالا دیوار تعمیر کرنے اور حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذکر فرمایا ہے۔ اور بہت سی سورتوں میں شکار کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً مچھلی کا شکار، آبی جانوروں کا شکار اور خشکی کے جانوروں کا شکار نیز موتی اور مرجان وغیرہ نکالنے کیلئے غوطہ لگانا۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن نے لوہے کی صحیح قدر و قیمت بتادی جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی، نہ کسی دینی کتاب میں اور نہ دنیوی کتاب میں۔ فرمایا:

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ (الحدید۔ ۲۵)

"اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں"

جس ہنر یا پیشہ سے معاشرہ کی ضرورت پوری ہوتی ہو یا اسے حقیقی فائدہ پہنچتا ہو وہ عمل صالح ہے جبکہ اس کو اختیار کرنے والا خلوص نیز ہنرمندی کے ساتھ اس کو انجام دے جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے۔

اسلام نے ایسے کتنے پیشوں کو معزز بنایا جو لوگوں کی نظروں میں حقیر تھے، مثال کے طور پر بکریاں چرانے والے کو لوگ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، قَالُوا وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ۔ (البخاری)

"اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے بھی؟ فرمایا: میں مکہ والوں کی بکریاں اُجرت پر چرایا کرتا تھا"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، بکریاں چرایا کرتے تھے! اور پھر اکثر آپ کی اپنی بکریاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ مقررہ اُجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے تھے۔ آپ نے اپنے پیروؤں کو یہ قصہ سنایا تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ عزت و افتخار کام کرنے والوں کے لئے ہے نہ کہ عیش پرستوں اور بے کاروں کے لئے۔

قرآن نے ہمیں حضرت موسیٰؑ کا قصہ سنایا ہے کہ آپ نے ایک بوڑھے بزرگ کے پاس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اُجرت پر کام کیا تھا. اس بزرگ نے آٹھ سال تک خدمت کرنے کی شرط پر اپنے ہاں رکھ لیا تھا جس کا معاوضہ یہ طے ہوا تھا کہ وہ اپنی ایک لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیں گے. حضرت موسیٰؑ بڑے اچھے خادم اور اجیر ثابت ہوئے اور اس بزرگ کی لڑکی کی فراست صحیح ثابت ہوئی کہ :

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ. (القصص - ۲۶)

"ان دو میں سے ایک لڑکی نے کہا، ابا جان! انہیں ملازم رکھ لیجئے. بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی"

ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ زرہ بناتے تھے، حضرت آدمؑ کاشتکاری کرتے تھے، حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے، حضرت ادریسؑ سلائی کا کام کرتے تھے اور حضرت موسیٰؑ بکریاں چرانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ (الحاکم)

لہٰذا مسلمان کو اپنے پیشہ پر خوش ہونا چاہئے۔ ہر نبی کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرتا رہا ہے اور صحیح حدیث میں ہے :

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔ (البخاری)

"جس نے اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھایا اس سے بہتر کسی کا کھانا نہیں ہے، اور اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے"

ممنوع کام اور پیشے

البتہ کچھ کام اور پیشے ایسے ہیں جن کو اختیار کرنا اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے حرام ٹھہرایا ہے. ان کی حُرمت کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ کے عقیدہ، اخلاق، عزت اور تہذیبی اقدار کے لئے یہ چیزیں سخت مُضر ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قحبہ گری

مثال کے طور پر زنا کاری کو اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے لیکن اکثر مغربی ممالک نے اس پیشہ کو جائز کر دیا ہے۔ وہ اس کی اجازت بلکہ باقاعدہ لائسنس دیتے ہیں اور طوائف کے پیشہ کو بھی دیگر پیشوں کی طرح ایک پیشہ قرار دے کر ان کو حقوق عطا کرتے ہیں جبکہ اسلام نے اس پیشہ کی جڑ پر تیشہ چلایا ہے اور کسی آزاد عورت یا لونڈی کے لئے یہ جائز نہیں کیا کہ وہ جسم فروشی کو کمانے کا ذریعہ بنا لے۔

بعض اہلِ جاہلیت لونڈیوں پر یومیہ ٹیکس عائد کرتے تھے۔ یہ ٹیکس انہیں اپنے مالکوں کو ادا کرنا پڑتا تھا خواہ کسی طریقہ سے وہ کما کر لائیں۔ اس کی ادائیگی کے لئے کتنی ہی لونڈیاں زنا کا پیشہ اختیار کرتی تھیں، اور بعض اہلِ جاہلیت ان کو اس کام کے لئے بالکل مجبور کر دیتے تھے تاکہ دنیا کا حقیر فائدہ اور گھٹیا اور ناپاک کمائی حاصل کریں۔ جب اسلام آیا تو اس نے اپنے فرزندوں اور اپنی دختروں کو اس پستی سے نکالا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.

"اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہوں محض اس لئے کہ دنیوی فائدہ تم کو حاصل ہو جائے۔"

(النور-۳۳)

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن اُبَی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی لونڈی تھی جو بہت زیادہ خوبصورت تھی اور جس کا نام معاذہ تھا۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ! یہ لونڈی فلاں یتیموں کی ہے۔ کیا آپؐ اسے زنا کی اجازت دیں گے تاکہ اس کا نفع ان یتیموں کو ملے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ (تفسیر رازی۔ ج ۲۳، ص ۲۲۰)

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گندے پیشہ کی بالکل ممانعت کر دی خواہ اس کی کمائی سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہو اور خواہ کیسی ہی ضرورت اور کتنا ہی اچھا مقصد کیوں نہ پیش کیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاکہ اسلامی معاشرہ اس قسم کی خبیث اور مہلک باتوں سے پاک رہے۔

رقص اور جنسی فنون

اسی طرح اسلام رقص کے پیشہ کا بھی قائل نہیں ہے جو صنفی جذبات کو اُبھارتا ہے اور نہ کسی ایسی چیز کا قائل ہے جو طبیعت میں جنسی ہیجان پیدا کرتی ہے، مثلاً فحش گانے، حیا سوز ایکٹنگ اور اس قسم کے دوسرے بے ہُودہ کام۔ اگرچہ کہ لوگوں نے اس قسم کی چیزوں کا نام "فن" (Art) رکھا ہے اور اس کو "ترقی" میں شمار کرتے ہیں لیکن الفاظ کا یہ نہایت گمراہ کُن استعمال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نکاح کے علاوہ ہر قسم کے جنسی تعلق کو حرام قرار دیا ہے اور ہر اُس قول و عمل کو جو ناجائز تعلقات کا دروازہ کھول دے حرام ٹھہرایا ہے۔ قرآن نے زنا کی حُرمت بیان کرنے کے لئے جو معجزانہ اسلوب اختیار کیا ہے اس میں یہی راز مُضمر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا۔ (الاسراء - ۳۲)

"زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بے حیائی کا فعل اور بہت بُرا راستہ ہے۔"

یعنی زنا کی ممانعت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے قریب جانے کی بھی ممانعت فرمائی۔

اوپر ہم نے جو باتیں بیان کیں نیز جن باتوں کو لوگ جذبات انگیز سمجھتے ہیں وہ سب اس بے حیائی سے قریب کرنے والی باتیں ہیں بلکہ اس پر آمادہ کرنے والی اور اس کی ترغیب دینے والی ہیں۔ تو یہ کتنے بُرے کام ہیں جو لوگ کرتے ہیں!

مجسّموں اور صلیب وغیرہ کی صنعت

اسلام میں مجسّمے حرام ہیں، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور مجسّمہ سازی کی حُرمت اور زیادہ شدید ہے۔ بخاری کی روایت ہے کہ سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنِّي رَجُلٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي وَ إِنِّي أَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا۔ فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ۔

(البخاری)

"میں ابنِ عباسؓ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا اے ابنِ عباسؓ! میرا ذریعہ معاش کاریگری ہے اور میں اس قسم کی تصویریں بناتا ہوں۔ ابنِ عباس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سُنا ہے وہی تمہیں سُناؤں گا۔ میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو تصویر بنائے گا اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا کہ وہ اس میں رُوح پھُونک دے لیکن وہ کبھی اس میں رُوح پھُونک نہ سکے گا۔ یہ سُن کر اس شخص کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ ابنِ عباسؓ نے اس سے کہا، اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درخت وغیرہ غیر ذی روح کی تصویریں بناؤ۔"

یہی حکم بُت، صلیب اور ان جیسی دوسری چیزوں کا ہے۔

رہی فوٹوگرافی کی تصویریں تو ہم بیان کرچکے ہیں کہ شریعت کی روح سے قریب تربات یہ ہے کہ یہ جائز ہیں یا زیادہ سے زیادہ انھیں مکروہ کہا جاسکتا ہے، بشرطیکہ وہ فی نفسہٖ کسی حرام مقصد کے لئے نہ ہوں، مثلاً عورتوں کے ان اعضاء کو نمایاں کرنا جن سے فتنہ کا احتمال ہو یا ایسی تصویر جس میں مرد کو عورت سے بوس وکنار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہو نیز ایسی تصویریں جن کی تعظیم و تقدیس کی جاتی ہے، جیسے ملائکہ، انبیاء وغیرہ کی تصویریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نشہ آور اور مخدرِ عقل اشیاء کی صنعت

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلام نے شراب کی ترویج میں کسی بھی قسم کی شرکت کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ اسے بنایا جائے، یا تقسیم کیا جائے، یا نوش کیا جائے۔ جو شخص بھی اس کا مرتکب ہوگا وہ بزبانِ رسولؐ ملعون ہے۔

حشیش اور افیون جیسی مخدرِ عقل چیزوں کی حرمت بھی نشہ آور چیزوں ہی کی طرح ہے۔ اِن چیزوں کا لین دین، ان کی تقسیم اور ان کی صنعت سب ہی حرام ہیں۔ اسی طرح اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مسلمان کوئی ایسی صنعت یا پیشہ اختیار کرے جو حرمت پر مبنی ہو یا جس سے کسی حرام چیز کی ترویج ہوتی ہو۔

تجارت کے ذریعہ کمانا

اسلام نے قرآنی نصوص اور سنتِ رسولؐ کے ذریعہ تجارت کرنے کی پُرزور طریقہ پر دعوت دی ہے اور اس مقصد کے لئے سفر کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اسے اللہ کا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا ہے، نیز تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کا ذکر مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ کیا ہے:

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ (المزمل ـ ۲۰)

"کچھ لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔"

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے بحری مواصلات کے ذریعہ جو بین الاقوامی تجارت کے لئے حمل و نقل کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، لوگوں کے لئے داخلی اور خارجی تجارت کی راہیں کھول دی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی تسخیر اور جہازرانی کے احسان کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ (فاطر-۱۲)

"اور تم دیکھتے ہو کہ اس میں کشتیاں پانی کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گذار بنو"

اور بعض مقامات پر اس کے ساتھ ہوائیں چلانے کا بھی ذکر کیا ہے :

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ (الروم - ۴۶)

"اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو خوشخبری دینے اور تمہیں اپنی رحمت سے آشنا کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گذار بنو"

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر احسان فرما کر ان کے لئے ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ ان کا شہر جزیرۂ عرب میں ایک ممتاز تجارتی مرکز بن گیا اور حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کہ "ان کو پھلوں سے رزق دیجیے" ان کے حق میں سچی ثابت ہوئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قریش پر احسان فرما کر ان کے لئے موسم سرما اور موسم گرما کے تجارتی سفر آسان کر دیئے۔

اسلام نے مسلمانوں کو بین الاقوامی سطح پر تجارتی لین دین کا موقع عطا کیا ہے چنانچہ ہر سال حج کے موسم میں یہ موقع فراہم ہوتا ہے۔ مسلمان حج کے موقع پر تجارت کرنے میں انقباض محسوس کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے فرمایا :

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۔ (البقرۃ - ۱۹۸)

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو"

قرآن نے مسجد سے گہری دلچسپی رکھنے والوں کی تعریف کی ہے جو صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ (النور - ۳۷)

"ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور اقامتِ صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی"

پس مومنین قرآن کی نظر میں مسجدوں میں بند ہو کر رہنے والے لوگ نہیں ہیں اور نہ تکیوں کے درویش ہیں اور نہ ہی خانقاہوں کے رہبان بلکہ وہ کام کاج کرنے والے لوگ ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دُنیوی کام انہیں دینی ذمہ داریوں سے غافل نہیں کرتے۔

تجارت کے سلسلہ میں یہ چند باتیں قرآن سے پیش کی گئیں۔ رہی سُنّت تو اس سے بھی ان باتوں پر روشنی پڑتی ہے، چنانچہ پیغمبرِ اسلام نے اپنے قول و عمل سے تجارت کی ترغیب دی ہے اور اس کی بنیادوں کو استوار کیا ہے۔ کس قدر حکیمانہ ہیں آپ کے یہ ارشادات:

اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ الشُّهَدَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(ابن ماجۃ والحاکم)

"سچا اور دیانت دار تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا"

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ۔

(الحاکم والترمذی)

"سچا اور دیانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا"

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے تاجر کو مجاہد اور شہید کے برابر قرار دیا کیونکہ دنیوی زندگی کے تجربات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جہاد میدانِ قتال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ اقتصادی میدان میں بھی ہوتا ہے۔

تاجروں سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ وہ اللہ کے ہاں بلند درجہ پر فائز ہوں گے اور ثوابِ جزیل سے نوازے جائیں گے، کیونکہ تجارت آدمی کے اندر طمع اور کسی بھی طریقہ سے نفع کمانے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خواہش پیدا کرتی ہے، مال سے مال پیدا ہوتا ہے اور نفع مزید نفع حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص سچائی اور دیانتداری کے حدود پر ٹھہرا رہتا ہے وہ فی الواقع مجاہد ہے جس نے خواہشات کی جنگ جیت لی ہے لہٰذا وہ اس لائق ہے کہ اسے مجاہد کے مقام پر فائز کیا جائے۔

تجارت کا معاملہ ایسا ہے کہ تاجر رأس المال (Capital) اور نفع (Profit) کا حساب جوڑتا رہتا ہے اور اسی چکّر میں پھنسا رہتا ہے۔ عہدِ رسالت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تجارتی قافلہ آتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں۔ لوگ قافلہ کی آواز سُن لیتے ہیں اور خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر عتاب کی صورت میں یہ آیت نازل فرماتا ہے:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔	"اور جب وہ تجارت یا لہو چیز دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ کہہ دیجئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رازق ہے۔"

(الجمعۃ۔ ۱۱)

لہٰذا جو شخص اس چکّر میں پڑنے کے باوجود اپنے یقین کو قوی، اپنے دل کو خشیت سے معمور اور اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھے وہ یقیناً ان لوگوں کی رفاقت کے لائق ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء۔

تجارت کے معاملہ میں ہماری رہنمائی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اُسوہ کافی ہے کہ آپؐ نے جہاں رُوحانی پہلو کو پوری اہمیت کے ساتھ ملحوظ رکھا، چنانچہ مدینہ میں تقویٰ کی اساس پر مسجد قائم کی تاکہ وہ عبادت، علم، دعوت اور حکومت سب کا مرکز بنے، وہاں آپؐ نے اقتصادی پہلو کا بھی پورا پورا لحاظ فرمایا چنانچہ خالص اسلامی بازار قائم کر کے یہودیوں کے تسلّط کو ختم کیا۔ آپؐ نے خود اس کا انتظام مرتّب کیا اور اس کی نگرانی فرماتے رہے اور ساتھ ہی اس سے متعلق تعلیمات اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہدایات جاری فرماتے رہے۔ اس بازار کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ فریب، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی اور دوسروں کو زک پہنچانے والی باتوں سے بالکل پاک تھا۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اصحابِ رسولؐ میں ماہر قسم کے تاجر، کاریگر، کاشتکار اور ہر کام اور پیشہ کو اختیار کرنے والے لوگ موجود تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان موجود تھے۔ آپؐ پر اللہ کی طرف سے آیتیں نازل ہوتیں۔ آپؐ لوگوں سے آسمانی باتیں کرتے، روح الامین صبح شام وحی لے کر آتے اور صحابہ کا حال یہ تھا کہ آپؐ سے ایک منٹ کے لئے جدا ہونا پسند نہ کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ تمام صحابہ اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ کوئی شخص تجارتی سفر کر رہا ہے تو کوئی اپنے نخلستان میں مصروف ہے اور کوئی اپنے پیشے اور کاریگری میں مشغول ہونے کی وجہ سے رسول کی تعلیم کو سننے کا موقع نہیں پاتا تو وہ اپنے بھائی سے معلوم کر لیتا ہے!

انصار زیادہ تر زراعت پیشہ اور نخلستان کے مالک تھے اور مہاجرین زیادہ تر بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ مہاجر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان کے دینی بھائی سعد بن ربیع انصاریؓ انہیں اپنا نصف مال اور اپنے دو مکانوں میں سے ایک مکان اور اپنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کو طلاق دے کر ان کے نکاح میں دینے کی پیشکش کرتے ہیں لیکن وہ اس عظیم ایثار کا جواب عظیم خودداری سے دیتے ہیں۔ وہ سعدؓ سے کہتے ہیں "اللہ تمہارے مال اور گھر والوں میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تجارت کے لئے کوئی بازار ہے تو بتاؤ" سعدؓ فرماتے ہیں، ہاں، بنی قینقاع کا بازار ہے" دوسرے روز صبح وہ پنیر اور گھی لے کر بازار جاتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں۔ اس کاروباری سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ کافی دولتمند ہو جاتے ہیں۔ انتقال کے وقت انھوں نے کثیر مال چھوڑا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال ہے کہ برابر تجارت میں لگے رہے اور دوڑ دھوپ کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہے یہاں تک کہ جس دن خلیفہ بنائے گئے اس دن بھی بازار جانے کا ارادہ کیا۔

حضرت عمرؓ کی مثال ہے کہ اپنے بارے میں فرماتے مجھے حدیثِ رسولؐ کی سماعت سے بازار کے سودے نے مشغول رکھا۔

اور حضرت عثمانؓ وغیرہ بہ کثرت صحابہ کی مثالیں ہیں۔

تجارت کے بارے میں کنیسہ کا موقف

اس طرح اسلامی معاشرہ نے دین کے زیرِ سایہ اپنا دُنیوی سفر جاری رکھا۔ یہ لوگ تجارت اور خرید و فروخت کرتے تھے لیکن یہ چیزیں انھیں ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کرتی تھیں جبکہ قرونِ وُسطیٰ کے بڑے بڑے ممالک اور مسیحی یورپ کی حکومتوں کے جمہور تجارت کے سلسلہ میں دو رایوں کے درمیان متردّد تھے۔ ایک طرف نظریۂ تخلیص تھا یعنی کاروبار اور تجارت میں سرگرمی دکھانے سے نفس کے اندر گناہوں کی جو کدورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے اسے پاک کیا جائے اور دوسری طرف تصوّر یہ تھا کہ اپنے دینی بزرگوں کی تعلیمات کے برخلاف جب لوگ تجارت اور صنعت و حرفت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ لعنت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ گناہ محض ایک بُرائی نہیں ہے بلکہ ابدی گناہ اور ہمیشگی کی لعنت ہے جو زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی، اور دنیوی زندگی میں بھی ہے اور اُخروی زندگی میں بھی۔

قدّیس اگیتن کہتا ہے کہ کاروبار (Business) حقیقۃً گناہ ہے، کیونکہ اس سے نفس کی توجّہ حق یعنی اللہ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔

حرام تجارت

لیکن اسلام میں تجارت حرام نہیں ہے اِلّا یہ کہ اس میں ظُلم، فریب، نفع اندوزی اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ممنوعات کی ترویج جیسی خرابیاں شامل ہوں۔

لہٰذا شراب، مخدرات، خنزیر، بت، مجسمے وغیرہ جن سے استفادہ کرنا اسلام میں حرام ہے ان کی تجارت کرنا بھی حرام ہے، اور ہر وہ کمائی جو ایسی چیزوں کے ذریعہ حاصل ہو حرام اور خبیث ہے۔ اور جو گوشت اس حرام سے پرورش پائے وہ آگ ہی کے لائق ہے۔

سونے اور ریشم کی تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں عورتوں کے لئے جائز ہیں اِلّا یہ کہ (ان سے بنی ہوئی) کسی ایسی چیز کا کاروبار کیا جائے جن کو صرف مرد استعمال کرتے ہوں۔

اور جائز تجارت کی صورت میں ایک تاجر کو درج ذیل باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے تاکہ اس کا حشر قیامت کے دن فاجروں کے ساتھ نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز کے لئے نکلے۔ دیکھا کہ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں۔ فرمایا: "اے تاجرو!" یہ سن کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہا اور اپنی گردنیں اٹھا کر آپؐ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ.

"تاجر قیامت کے دن فاجر کی صورت میں اٹھائے جائیں گے سوائے ان کے جو اللہ سے ڈرتے رہے، نیک روی اختیار کی اور سچ بولتے رہے۔"

(الترمذی وابن حبان وابن ماجہ والحاکم)

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے اور فرماتے:

يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ.

"اے تاجرو! جھوٹ سے بچو۔"

(الطبرانی)

لہٰذا تاجر کو جھوٹ سے بچنا چاہئے کہ جھوٹ تجارت کی آفت ہے اور وہ بدکرداری کی طرف لے جاتا ہے اور بدکرداری دوزخ میں لے جاتی ہے۔

تاجر کو بہ کثرت قسمیں کھانے اور خاص طور سے جھوٹی قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کا ارشاد ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. اَحَدُهُمُ الْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ. (مسلم)

"تین اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن انکی طرف نہ دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ٹھہرائے گا اور وہ دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا تھا۔"

اور ابو سعیدؓ فرماتے ہیں:

مَرَّ اَعْرَابِيٌّ بِشَاةٍ فَقُلْتُ تَبِيْعُهَا بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ؟ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ، ثُمَّ بَاعَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بَاعَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ. (ابن حبان)

"ایک بدّو بکری لے کر گذر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، اس بکری کو تین درہم میں بیچو گے؟ اس نے کہا، واللہ نہیں۔ اس کے بعد اس نے فروخت کر دی۔ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: اس نے دنیا کے بدلہ اپنی آخرت بیچ دی۔"

اور تاجر کو فریب دہی سے احتراز کرنا چاہئے کہ فریب دہی ملّتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتی ہے۔
ناپ تول میں کمی کرنے سے بھی احتراز کرنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے لئے تباہی ہے۔
ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کرنا چاہئے تاکہ اللہ اور اس کا رسول اس شخص کی ذمہ داری سے دست کش نہ ہو جائیں۔

سود سے بچنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

دِرْهَمُ رِبًا يَاْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً. (احمد)

"ایک درہم سود جانتے بوجھتے کھانا چھتیس (۳۶) بار زنا کرنے سے زیادہ شدید ہے۔"

ان چیزوں کی تفصیل آگے معاملات کے ذیل میں آئے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملازمت

ملازمت کے ذریعہ روزی کمانا مسلمان کے لئے جائز ہے خواہ ملازمت حکومت کے ماتحت ہو یا کسی ادارہ یا شخص کے ماتحت، بشرطیکہ وہ متعلقہ کام کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے فرائض ادا کر سکتا ہو۔ البتہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جس کام کی اہلیت نہیں رکھتا اس کا امیدوار بن جائے خصوصاً جبکہ وہ منصب حکومت یا عدالت سے متعلق ہو۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلْاُمَرَاءِ، وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ، وَيْلٌ لِلْاُمَنَاءِ، لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَّ ذَوَائِبَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَيَّا يُدَلَّوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَلُوْا عَمَلًا۔ (ابن حبان والحاکم)

"تباہی ہے امراء کے لئے، تباہی ہے سربراہوں کے لئے اور تباہی ہے خازنوں کے لئے۔ کتنے ہی لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ کاش ان کی چوٹیاں ثریا سے باندھ دی جاتیں اور وہ آسمان و زمین کے درمیان لٹکا دیئے جاتے لیکن انہیں صاحبِ اختیار نہ بنایا جاتا!"

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ؟ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ، اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَيْهِ فِيْهَا۔ (مسلم)

"میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے کسی منصب پر مامور نہیں فرمائیں گے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ منصب ایک امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگا بجز اس کے جس نے اس کو حق کے ساتھ قبول کیا اور اس منصب کا جو حق اس پر عائد ہوتا ہے اس کو ادا کیا۔"

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِثْنَانِ فِي النَّارِ۔ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَ رَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ ۔	"قاضی تین قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں جائیں گے۔ تو جنت میں وہ قاضی جائے گا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا، لیکن جس نے حق کو پہچاننے کے باوجود ظلم کیا وہ جہنم میں جائے گا اور وہ شخص بھی جہنم میں جائے گا جس نے جہالت کی بنا پر فیصلہ کیا"

(ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ)

مسلمان کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ بڑے بڑے منصبوں کا خواہشمند نہ ہو بلکہ دوسرے کاموں کے لئے کوشش کرے اگرچہ کہ وہ کسی منصب کی صلاحیت رکھتا ہو، کیونکہ جو شخص منصب کو رب بنا لیتا ہے منصب اس کو اپنا غلام بنا لیتا ہے اور جو زمین پر ظاہر ہونے والے نتائج ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے وہ آسمانی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔

عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کہتے ہیں:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا مِنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا ۔ (متفق علیہ)	"مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبدالرحمٰن! امارت طلب نہ کرو، کیونکہ اگر تمہیں بغیر مانگے مل گئی تو تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر طلب کرنے پر مل گئی تو تمہیں اس کے حوالہ کر دیا جائے گا"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَأَلَ فِيْهِ شُفَعَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ	"جس نے منصبِ قضاء طلب کیا اور اس کے لئے سفارش کرائی اسے اسی کے حوالہ کر دیا جائے گا اور جس کو مجبوراً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مَلَکاً لِیُسَدِّدَهٗ ۔ منصب قضا قبول کرنا پڑا اس کی مدد کیلئے اللہ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کو راہِ صواب دکھاتا ہے" (ابوداؤد والترمذی)

منصب اور عہدہ طلب کرنے کی کراہت اس صورت میں ہے جبکہ خالی جگہ کو پُر کرنے کیلئے دوسرے لوگ موجود ہوں۔ لیکن اگر خالی جگہ کو پُر کرنے کے لئے کوئی شخص موجود نہ ہو اور وہ خود کو بھی پیش نہ کرے تو مصالح معطل ہوں گے اور مسائل اُلجھ جائیں گے۔ قرآن نے ہمیں حضرت یوسفؑ کا قصہ سُنایا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے بادشاہ سے کہا تھا:

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۔ "ملک کے خزانوں پر مجھے مامور کر دیجئے۔ میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم رکھنے والا بھی" (یوسف - ۵۵)

سیاسی مناصب وغیرہ طلب کرنے کے بارے میں اسلام کی تعلیم یہی ہے۔

حرام ملازمتیں

ملازمتوں کا یہ جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے۔ ایسی ملازمت جس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہو یا جو ظلم اور حرام کے کاموں میں معاون ہو وہ حرام ہے، مثلاً سودی کاروبار، شراب خانوں، رقص گاہوں (Dancing Halls) اور سینما گھروں کی ملازمتیں۔

ایسے ملازمین یہ کہہ کر گناہ سے بَری نہیں ہو سکتے کہ وہ خود حرام کے مرتکب نہیں ہوتے کیونکہ اسلام کا اصول یہ ہے کہ گناہ کے کام کی اعانت بھی گناہ ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کاتب اور گواہوں پر اسی طرح لعنت فرمائی جس طرح سود خوری پر لعنت فرمائی ہے اور شراب نچوڑنے والے اور پلانے والے پر بھی اسی طرح لعنت فرمائی جس طرح اس کے پینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی مجبور کن ضرورت درپیش نہ ہو یعنی ایک مسلمان اپنی گذربسر کے لئے اس قسم کا کام کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ لیکن اگر واقعی اس درجہ کی مجبوری لاحق ہو جائے تو کراہت کے ساتھ بقدرِ ضرورت ایسی ملازمت اختیار کی جا سکتی ہے۔ ساتھ ہی دوسرے کام کی تلاش میں رہنا ضروری ہوگا تا آنکہ اللہ اس کے لئے کسبِ حلال کی راہ کھول دے۔

مسلمان ہمیشہ شبہات کے مواقع سے احتراز کرتا ہے کیونکہ یہ دین و اعتقاد کی کمزوری کا باعث ہوتے ہیں خواہ ان کے ذریعہ کتنا ہی قیمتی فائدہ اور کتنا ہی وافر مال حاصل ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ۔ (احمد و الترمذی و النسائی و ابن حبان و الحاکم)

"جو چیز تم کو شبہ میں ڈال دے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جو شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے"۔

نیز فرمایا:

لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ دَرَجَةَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ بَأْسٌ۔ (الترمذی)

"بندہ متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ اُن باتوں کو جن میں کوئی حرج نہیں ہے حرج کے اندیشہ سے چھوڑ نہ دے"۔

مسائلِ کسب کے سلسلہ میں عام اصول

کمانے کے سلسلہ میں عام اصول یہ ہے کہ اسلام اپنے فرزندوں کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دیتا کہ وہ جو مال چاہیں کمائیں اور جس طریقہ سے چاہیں کمائیں بلکہ وہ اجتماعی مصالح کے پیشِ نظر کسبِ معاش کے مشروع اور غیر مشروع طریقوں میں فرق کرتا ہے۔ یہ فرق ایک کلیہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسبِ مال کے وہ تمام طریقے جن سے افراد دوسروں کو نقصان پہنچا کر فائدہ حاصل کرتے ہوں غیر مشروع ہیں۔ اس کے برخلاف ایسے طریقے جن سے افراد باہمی رضامندی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عدل کے ساتھ منفعت کا تبادلہ کرتے ہوں مشروع ہیں۔

اس اصول کی توضیح قرآن کی درج ذیل آیت سے ہوتی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۔ (النساء - ۲۹، ۳۰)

"اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ مال حاصل ہو جائے۔ اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اور جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم جلد ہی آگ میں جھونک دیں گے"

اس آیت نے تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ مشروع کیا ہے۔ ایک یہ کہ تجارت فریقین کی رضامندی سے ہو اور دوسری یہ کہ ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔ یہ بات وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (اپنی جانوں کو قتل نہ کرو) کے الفاظ سے واضح ہوتی ہے۔ مفسّرین نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں اور دونوں ہی یہاں منطبق ہوتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اپنے ہاتھوں خود کو قتل نہ کرو۔ لیکن دونوں صورتوں میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے وہ گویا خون بہاتا ہے اور نتیجۃً اپنے ہی لئے ہلاکت کی راہ کھولتا ہے۔ چنانچہ چوری، رشوت خوری، جُوا، دھوکہ، فریب، دغا اور سود وغیرہ ایسے ذرائع کسب ہیں جن میں غیر مشروع ہونے کی یہ دونوں علّتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر بعض صورتوں میں باہمی رضامندی کی شرط پوری ہوتی بھی ہو تو دوسری اہم شرط جو لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ میں مضمر ہے (یعنی جس سے دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچے) مفقود ہوتی ہے۔ (اُسس الاقتصاد للاُستاذ أبی الأعلیٰ المودودی - ص ۱۵۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بابِ سوم

شادی بیاہ اور خاندانی زندگی میں حلال و حرام

★— فطری داعیات (خواہشات) کا دائرۂ عمل

★— شادی بیاہ

★— زوجین کے باہمی تعلقات

★— برتھ کنٹرول

★— طلاق

★— والدین اور اولاد کے تعلقات۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فطری داعیات (خواہشات) کا دائرۂ عمل

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کی خلافت اور اس کی آبادکاری کے لئے پیدا کیا ہے.
اس مقصد کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ انسان کی نوع باقی رہے اور اس طرح زندگی بسر کرے کہ زراعت، صنعت، تعمیر اور آبادکاری کے کام اس کے ہاتھوں انجام پاتے رہیں نیز اللہ کا جو حق اس پر ہے اس کو وہ ادا کرتا رہے. اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری داعیات اور نفسیاتی محرّکات رکھے ہیں جو انسان کو فرد اور نوع دونوں کی بقا کا ذریعہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

من جملہ ان کے ایک داعیہ کھانے کی اشتہا ہے کہ شکم سیری سے آدمی کا وجود باقی رہتا ہے۔

دوسرا داعیہ جنسی خواہش ہے جس پر نوعِ انسانی کی بقا کا انحصار ہے. یہ نہایت قوی اور قابو سے نکل جانے والا داعیہ ہے. اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر متنفس سے اپنی ناقابلِ تسکین خواہش کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے لہٰذا انسان کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ تین موقفوں میں سے کوئی ایک موقف اختیار کرے۔

جنسی داعیہ کے تعلّق سے انسان کا موقف

۱- ایک موقف یہ ہے کہ اس داعیہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے اپنا کام کرے. اس کے لئے کسی قسم کی دینی، اخلاقی اور عُرفی رُکاوٹ نہ ہو. اِباحیت والے مذاہب جو نہ کسی دین کو مانتے ہیں اور نہ فضائلِ اخلاق کو تسلیم کرتے ہیں، اِسی کے قائل ہیں. یہ موقف انسان کو انسانیت کے مقام سے گرا کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حیوانیت کی سطح پر لے آتا ہے اور فرد، خاندان اور سماج سب کے بگاڑ کا موجب بنتا ہے۔

۲۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ اس داعیہ سے آدمی ٹکر لے اور اس کا زور ختم کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ تقشف پسند اور محرومی و بدشگونی کا اعتقاد رکھنے والے مذاہب کا شعار ہے اور رُہبانیت اور المانویت اس کی مثالیں ہیں۔ یہ موقف اس داعیہ کو کچل دیتا ہے اور اُس حکمت کے سراسر منافی ہے جس کی مناسبت سے انسان کو مخصوص ساخت عطا کی گئی ہے اور ایک خاص فطرت پر اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ نیز یہ موقف اُس طریقِ زندگی سے متصادم ہے جو ان فطری خواہشات کی تکمیل کا سامان کرتا ہے۔

۳۔ تیسرا موقف یہ ہے کہ اس داعیہ کے لئے حدود مقرر کئے جائیں تاکہ وہ اپنے دائرہ میں آزاد رہے۔ نہ تو اسے کچل کر رکھ دیا جائے اور نہ ہی دیوانگی کی حد تک آزاد چھوڑ دیا جائے۔ آسمانی مذاہب نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ ان مذاہب نے زنا کو حرام اور نکاح کو جائز ٹھہرایا ہے خصوصاً اسلام نے اس داعیہ کو تسلیم کر لیا ہے اور اس کے لئے جائز راہ کھول دی ہے۔ اور عورتوں سے بے تعلقی اختیار کرنے اور تجرّد کی زندگی گذارنے سے منع کیا ہے جبکہ اس نے زنا، اس کے متعلقات اور مقدمات کو سخت حرام ٹھہرایا ہے۔

یہ موقف عدل اور اعتدال پر مبنی ہے۔ اگر نکاح مشروع نہ کیا گیا ہوتا تو یہ داعیہ سلسلۂ انسانی کے بقا کی خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ اور اگر زنا کو حرام نہ کر دیا گیا ہوتا اور مرد کے لئے یہ ضروری نہ کر دیا گیا ہوتا کہ وہ کسی عورت کو اپنے لئے مخصوص کر لے تو خاندان کی تشکیل نہیں ہو سکتی تھی جس کے زیرِ سایہ مودّت، رحمت، شفقت، محبّت اور ایثار جیسے ارتقاء پذیر اجتماعی جذبات پرورش پاتے ہیں۔ اور جب خاندان نہ ہوتا تو سماج کی تشکیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۔ہوتی اور نہ وہ ترقی و کمال کی راہ پر گامزن ہوتا۔

زنا کے قریب نہ پھٹکو

جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام آسمانی مذاہب زنا کے خلاف اور اس کی حرمت پر متفق ہیں تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ اور اسلام نے جو آخری دین ہے اس کی سخت ممانعت کی ہے کیونکہ اس کا نتیجہ اختلاطِ نسب، اپنی نسل پر ظلم، خاندان کے لئے گراوٹ، تعلقات کے انتشار، امراض کے پھیلنے، شہوت کے ابھرنے اور اخلاقی انحطاط کی شکل میں نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل صحیح فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۔ "زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور بہت بری راہ ہے"۔

(الاسراء۔ ۳۲)

اسلام جب کسی چیز کو حرام کر دیتا ہے تو اس کی طرف جانے والے راستوں کو بھی مسدود کر دیتا ہے اور اس کے تمام ذرائع اور مقدمات کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔

لہٰذا جو چیزیں سوئے ہوئے جذبات کو جگانے والی، مرد و زن کے لئے فتنہ کا دروازہ کھولنے والی اور بے حیائی کی ترغیب دینے یا اس سے قریب کرنے یا اس کے لئے راہ ہموار کرنیوالی ہوں تو ایسی چیزیں سدِ ذریعہ کے طور پر یا مفسدہ کو دفع کرنے کی غرض سے ممنوع اور حرام قرار پاتی ہیں۔

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے

اسلام نے جن ذرائع کو حرام ٹھہرایا ہے ان میں سے ایک ذریعہ مرد کا اجنبی عورت کیساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلوت میں رہنا ہے یعنی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا جو نہ بیوی ہو اور نہ ان رشتہ داروں میں سے ہو جن سے ابدی طور پر رشتۂ ازدواج حرام ہے، مثلاً ماں، بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ۔ یہ حُرمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ مرد یا عورت پر اعتماد نہیں ہے بلکہ دراصل ان کو وسوسوں اور بُرے خیالات سے بچانا مقصود ہے کیونکہ جہاں مردانہ اور زنانہ خصوصیات کو جمع ہونے کا موقع ملا اور وہاں کوئی تیسرا آدمی موجود نہ ہو تو دلوں میں خلش پیدا ہو سکتی ہے۔

خلوت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ مِنْهَا فَاِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطٰنُ۔

"جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان موجود ہوتا ہے۔"

(احمد)

ازواجِ مطہرات کی شان میں نازل شدہ آیت

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ، ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ (الاحزاب - ۵۳)

"نبی کی ازواج سے جب تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لئے بھی پاکیزگی کا باعث ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی۔"

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبی فرماتے ہیں:

"مراد یہ ہے کہ اُن خیالات سے دلوں کو پاک کیا جائے جو عورتوں کے تعلق سے مَردوں کے دلوں میں اور مَردوں کے تعلق سے عورتوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی پردہ کرنے سے شک اور تہمت کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہ تحفظ کا بڑا اچھا ذریعہ ہے۔ اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ کسی شخص کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ خود اعتمادی سے کام لے کر کسی اجنبی عورت کے پاس خلوت میں رہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے اور پاکدامانی وتحفظِ عصمت کا باعث ہے۔"

(تفسیر القرطبی۔ ج ۱۴، ص ۲۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے شوہر کے رشتہ داروں مثلاً دیور، شوہر کے چچا زاد بھائی وغیرہ کے ساتھ خلوت میں رہنے سے منع فرمایا ہے۔ عام طور سے اس معاملہ میں رشتہ دار تساہل برتتے ہیں جس کا نتیجہ بعض اوقات بہت برا نکلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی رشتہ دار کے ساتھ خلوت میں رہنا غیروں کی بہ نسبت زیادہ اندیشہ ناک ہوتا ہے اور اس میں شدید فتنہ کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ اجنبی کے برخلاف غیر محرم رشتہ دار عورت کے پاس بے روک ٹوک آجا سکتا ہے۔ یہی حکم بیوی کے غیر محرم رشتہ داروں کے ساتھ خلوت میں رہنے کا ہے مثلاً بیوی کے چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور خالہ زاد بھائی۔ ان میں سے کسی کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.	"عورتوں کے پاس خلوت میں رہنے سے بچو۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! "حمو" کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: "حمو" موت ہے۔"

(متفق علیہ)

"حمو" بیوی کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ خلوت باعثِ خطر اور موجبِ ہلاکت ہے۔ اگر آدمی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ دینی ہلاکت ہے اور اگر شوہر کی غیرت اُسے اِس بات کے لئے آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو یہ عورت کے لئے ہلاکت ہے، اور خلوت کے نتیجہ میں جب اقارب ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے لگیں گے تو یہ معاشرتی روابط کے لئے ہلاکت کا سامان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا اثر صرف انسانی جذبات اور خیالات ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی زد میں خاندان کی زندگی، میاں بیوی کے گذر بسر کے حالات اور ان کی رازدارانہ باتیں بھی آجاتی ہیں اور فضول گوئی کرنے والوں اور گھروں میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کو زبانیں دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

جس طرح عرب الأسد الموت (شیر موت ہے) اور السُّلطان النار (سلطان آگ ہے) بولتے ہیں اسی طرح الحَمو الموت (شوہر کے اقارب موت ہیں) بولتے ہیں یعنی ان سے ملنا گویا آگ اور موت کے مترادف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوت میں رہنا اجنبیوں کے ساتھ خلوت میں رہنے سے زیادہ شدید ہے، کیونکہ بعض اوقات یہ رشتہ دار عورت کے دل میں ایسی چیز کی طلب پیدا کرتے ہیں جس کو پورا کرنا شوہر کے بس میں نہیں ہوتا یا کبھی وہ بدسلوکی کرنے پر اکساتے ہیں نیز اس وجہ سے بھی کہ شوہر اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے رشتہ دار اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کے باطنی حالات سے واقف ہو جائیں۔

جنسِ مقابل کو بنظرِ شہوت دیکھنا

اسلام نے اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا ہے کہ مرد اپنی نگاہ عورت پر ڈالے اور عورت مرد پر۔ اس لئے کہ آنکھیں دل کی کلید ہیں اور نظر فتنہ کی پیغامبر اور زنا کی قاصد ہے۔

ایک قدیم شاعر نے کہا ہے ؎

کُلّ الحوادثِ مَبدأھا من النّظرِ ۔۔۔ وَمعظم النّارِ من مُستصغر الشررِ

"تمام حوادث کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے ۔۔۔ اور چھوٹی چنگاری سے زبردست آگ بھڑک اٹھتی ہے"۔

نظرۃٌ فابتسامۃٌ فسلامٌ ۔۔۔ فکلامٌ فموعدٌ فلقاءٌ

"پہلے نظر پھر مسکراہٹ پھر سلام ۔۔۔ پھر کلام پھر وعدہ اور پھر ملاقات"۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جہاں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم دیا ہے وہاں غضِ بصر کی ہدایت بھی کی ہے :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ (النور۔ ۳۰، ۳۱)

"مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ پاکیزہ بات ہے۔ یقیناً جو کچھ لوگ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہدو کہ وہ بھی اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

ان دونوں آیتوں میں مرد اور عورت دونوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

نگاہیں نیچی رکھنے کے سلسلہ میں قرآن نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ہیں۔ یعنی حکم غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کا دیا ہے نہ کہ "غضِ بصر" کا۔ لیکن شرمگاہوں کی حفاظت کے بارے میں مِنْ فُرُوْجِهِمْ کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں بلکہ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کیونکہ شرمگاہ کی حفاظت بغیر کسی رعایت کے مکمل طور سے مطلوب ہے لیکن نگاہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ رفعِ حرج اور مصلحت کی رعایت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اس میں نرمی برتی ہے۔ (یہ نکتہ لفظ مِنْ کے عدمِ استعمال سے واضح ہوتا ہے۔)

پس غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آنکھیں بالکل بند کرلی جائیں یا سر کو زمین کی طرف جھکائے رکھیں۔ نہ آیت کا یہ منشا ہے اور نہ یہ بات ممکن ہی ہے۔ آیت وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (اپنی آواز پست رکھو۔ سورۂ لقمان۔ ۱۹) میں بھی غَضٌّ مِنَ الصَّوْتِ کا مطلب منھ بند کئے رہنا نہیں ہے لہٰذا غَضٌّ مِنَ الْبَصَرِ کے معنی نظروں کو پست کرنے کے ہیں یعنی نظروں کو بالکل آزاد نہ چھوڑ دیا جائے کہ وہ آنے جانے والیوں یا آنے جانے والوں پر پڑیں۔ لہٰذا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب کسی کی نظر جنسِ مقابل پر پڑے تو نہ اس کے محاسن پر نظریں جمائے اور نہ اس کو گھور گھور کر دیکھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا:

یَا عَلِیُّ، لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّمَا لَكَ الْأُولَىٰ وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ۔ "اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ پہلی نظر معاف ہے لیکن دوسری نہیں"

(احمد و ابو داؤد والترمذی)

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنسِ مقابل پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے کو آنکھوں کے زنا سے تعبیر کیا ہے:

اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ۔ "آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر ہے"

(البخاری)

اس کو زنا اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں ایک قسم کا تلذذ ہے اور اس سے غیر مشروع طریقہ پر جنسی خواہش پوری ہوتی ہے۔ یہ بات انجیل میں مذکور مسیح علیہ السّلام کے اس قول کے بالکل مطابق ہے کہ:

"اس سے پہلے تم سے کہا جاتا رہا ہے کہ زنا نہ کرو لیکن میں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی آنکھوں سے نظر ڈالی اُس نے زنا کیا"

یہ لذّت کی حریص نگاہیں صرف عفّت ہی کے لئے خطرناک نہیں ہیں بلکہ ذہنی یکسوئی اور سکونِ قلب کے لئے بھی خطرناک ہیں کہ اس سے ذہنی انتشار اور قلبی اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

سَتر پر نظر ڈالنے کی حُرمت

سَتر سے نگاہوں کو بچانا ضروری ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ستر پر نظر ڈالنے سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا تھا خواہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر پر نظر ڈالے یا کوئی عورت کسی عورت کے ستر پر نظر ڈالے اور خواہ شہوت سے نظر ڈالی جائے یا بغیر شہوت کے۔ آپؐ نے فرمایا ہے:

لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْأَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْأَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا الْمَرْأَۃُ اِلَی الْمَرْأَۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔

"کوئی مرد کسی مرد کے ستر پر نظر نہ ڈالے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر پر نظر ڈالے۔ اور نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو جائے، اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ہو جائے"

(مسلم واحمد وابو داؤد والترمذی)

مرد کا ستر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور جس پر نظر ڈالنا کسی مرد و عورت کے لئے جائز نہیں، ناف اور گھٹنہ کے درمیان کا حصہ ہے اور بعض ائمہ جیسے ابنِ حزم اور بعض مالکیہ کی رائے میں ران ستر میں داخل نہیں ہے۔

عورت کا ستر اجنبی مرد کے لئے اس کا پورا جسم ہے بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے۔ اور عورت کا ستر اس کے محرم کے لئے کیا ہے؟ اس کا بیان آگے زینت کے اظہار کے سلسلہ میں ہوگا۔

جس طرح ستر پر نظر ڈالنا جائز نہیں اسی طرح ہاتھ وغیرہ سے چھونا بھی جائز نہیں ہے۔

ستر پر نظر ڈالنے یا چھونے کی حرمت کا یہ جو ذکر ہوا وہ ایسی صورت میں ہے کہ کوئی مجبوری یا ضرورت لاحق نہ ہوئی ہو، لیکن اگر واقعی کوئی مجبوری یا ضرورت پیش آجائے مثلاً طبی امداد یا علاج کی ضرورت ہو تو پھر حرمت زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نظر کے جواز کے سلسلہ میں، ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ فتنہ اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ بصورتِ دیگر سدِّ ذریعہ کے طور پر اباحت زائل ہو جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرد یا عورت کو دیکھنے کے جواز کے حدود

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے واضح ہے کہ عورت کا مرد کے جسم کے اس حصہ کو دیکھنا جو ستر میں داخل نہیں ہے یعنی ناف کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے والے حصہ کو دیکھنا مباح ہے بشرطیکہ بنظرِ شہوت نہ ہو اور نہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو حبشیوں کو دیکھنے کی اجازت دی تھی جبکہ وہ مسجدِ نبویؐ میں اپنے نیزوں سے کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ ان کی طرف مسلسل دیکھتی رہیں یہاں تک کہ تھک کر واپس لوٹ گئیں۔ (متفق علیہ)

اسی طرح مرد کا عورت کے جسم کے اس حصہ پر نگاہ ڈالنا جو ستر میں داخل نہیں ہے یعنی اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ بنظرِ شہوت نہ دیکھا جائے اور نہ اس سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِي بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لِبَاسٍ رَقِيقٍ يَشِفُّ عَنْ جِسْمِهَا فَاَعْرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا وَقَالَ: يَا اَسْمَاءُ، اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ يَصْلُحْ اَنْ يُرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا - وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ۔ (ابوداؤد)

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء بنت ابوبکرؓ باریک لباس پہنے ہوئے جس کے اندر سے جسم نظر آرہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منھ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے روا نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سوائے اس اور اس حصہ کے۔ آپؐ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔"

اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے لیکن صحیح احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، مباح ہے۔

الغرض پاکیزہ نظر مرد یا عورت کے جسم کے اُس حصّہ پر ڈالنا جو ستر میں داخل نہیں ہے جائز ہے بشرطیکہ بار بار نظر نہ ڈالی جائے اور نہ گھور گھور کر دیکھا جائے کہ یہ اکثر تلذذ اور فتنہ کے اندیشہ کا باعث بنتا ہے۔

اسلام نے اُچٹتی ہوئی نظر کو جو اچانک پڑ جاتی ہے قابلِ معافی قرار دے کر بڑی فراخی کا ثبوت دیا ہے۔ جریرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَۃِ فَقَالَ: اِصْرِفْ بَصَرَکَ۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: نگاہ پھیر دو۔"

(احمد و مسلم و ابوداؤد والترمذی)

یعنی دوبارہ نظر نہ ڈالو۔

عورت کے لئے اظہارِ زینت کس حد تک جائز اور کس حد تک ناجائز ہے

عورتوں سے متعلق مزید ہدایات درج ذیل ہیں:

(۱)۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا "اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں بجز اس کے جو ظاہر ہو جائے۔"

(النور۔ ۳۱)

عورت کی زینت میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اسے آراستہ کرنے والی اور اس میں جمال پیدا کرنے والی ہو خواہ وہ خلقی زینت ہو جیسے چہرہ، بال اور جسم کے دوسرے محاسن، یا اکتسابی جیسے کپڑے، زیور، سُرخی وغیرہ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زینت چھپائیں اور اس کو ظاہر نہ کریں اور اس سے مستثنیٰ صرف مَا ظَھَرَ مِنْھَا (زینت میں سے جو ظاہر ہو جائے) کو کر دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَاظَهَرَ مِنْهَا کے معنی کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا اس کے معنی ضرورۃً بغیر کسی قصد کے ظاہر ہو جانے کے ہیں، مثلاً جو ہوا کے جھونکے سے کھل جائے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جو عادۃً اور قدرتی طور پر ظاہر ہوتی ہیں اور جس کی اصل حقیقت ظاہر ہونا ہی ہے؟

اکثر سلف سے جو کچھ منقول ہے اس سے دوسری رائے کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے مَاظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔ حضرت انسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

سرمہ اور انگوٹھی کے اظہار سے ان کے اعضاء کا اظہار بھی لازم آتا ہے۔ یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں۔ اور سعید بن جبیر، عطاء اور اوزاعی وغیرہ سے صراحت کے ساتھ یہ منقول ہے۔

حضرت عائشہؓ اور قتادہ وغیرہ سے جو روایتیں ہیں ان میں کنگنوں کا اضافہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ہتھیلی کے علاوہ ہاتھ کا مزید کچھ حصہ بھی مستثنیٰ ہے۔ اس کی حد بہ اختلافِ آراء ایک مُشت سے لے کر نصف ہاتھ تک ہو سکتی ہے۔

اس توسع کے برخلاف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور نخعی وغیرہ کا مسلک ہے۔ انہوں نے مَاظَهَرَ مِنْهَا سے چادر وغیرہ ظاہری کپڑے مراد لئے ہیں۔ لیکن ان چیزوں کو چھپانا ممکن ہی نہیں ہے۔

میرے خیال میں قابلِ ترجیح یہ ہے کہ مَاظَهَرَ مِنْهَا کو چہرہ اور ہتھیلیوں تک محدود رکھا جائے اور زینت کی جو چیزیں عادۃً بغیر کسی غلو یا اسراف کے ان اعضاء سے متعلق ہوتی ہیں اُن کو ان میں شامل سمجھا جائے۔ مثلاً ہاتھ کی انگوٹھی، آنکھوں کا سرمہ وغیرہ جس کی صراحت صحابہؓ و تابعین کے ایک گروہ نے کی ہے۔

سرخی اور پاؤڈر کا مسئلہ اس سے مختلف ہے۔ ان چیزوں کو موجودہ زمانہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی عورتیں رُخسار، ہونٹ اور ناخن کے لئے استعمال کرتی ہیں لیکن یہ سخت ناپسندیدہ غلو ہے۔ ان چیزوں کو بس گھر ہی میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آج کل عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت مردوں کے لئے کشش پیدا کرنے کی غرض سے استعمال کرتی ہیں لیکن یہ حرام ہے۔ رہی مَاظَھَرَ مِنۡھَا کی یہ تفسیر کہ اس سے چادر وغیرہ خارجی کپڑے مراد ہیں تو یہ قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ ان کپڑوں کا ظاہر ہونا قدرتی امر ہے جس کی ممانعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ مستثنیٰ کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔ اسی طرح یہ تفسیر بھی قابلِ قبول نہیں ہے کہ اس سے مراد ہوا کے جھونکے وغیرہ سے چادر کا کھل جانا ہے، کیونکہ یہ انسان کے بس میں نہیں ہوتا لہٰذا اسے مستثنیٰ کرنا اور نہ کرنا بالکل یکساں ہے۔ استثناء سے تو جو بات متبادر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیزیں چھپائی جا سکتی ہیں ان کو ظاہر کرنے کے سلسلہ میں یہ استثناء ہے اور یہ مومن خواتین کے حق میں رُخصت اور تخفیف ہے۔ اور معقول بات یہ ہے کہ یہ رُخصت چہرے اور ہتھیلیوں کے بارے میں ہونی چاہئے۔

چہرے اور ہتھیلیوں کے بارے میں یہ رعایت اس لئے کر دی گئی ہے کہ ان کو چھپانا عورت کے لئے باعثِ حرج ہے، خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اسے جائز ضرورت سے باہر نکلنا پڑے، مثلاً بیواؤں کو اپنی اولاد کی ضروریات کے لئے اور غریب عورتوں کو اپنے شوہروں کی معاونت کے لئے باہر نکلنا پڑے۔ ایسی صورت میں نقاب ڈالنے اور ہتھیلیاں چھپانے کی پابندی ان کے لئے مشکلات اور دشواریوں کا باعث ہوگی۔

قرطبی کہتے ہیں:

"عام طور سے چہرہ اور ہتھیلیاں عادۃً نیز نماز، حج وغیرہ عبادت کے موقع پر کھل جاتی ہیں تو صحیح بات یہی ہے کہ استثناء ان ہی اعضاء کے سلسلہ میں سمجھا جائے۔

اِس پر حضرت عائشہؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ــــ وَ عَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ ــــ فَاَعْرَضَ عَنْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَھَا: یَا اَسْمَاءُ، اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ یُصْلِحْ اَنْ یُرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَ ھٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ۔

" اسماء بنت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ــــ ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لئے روا نہیں ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے سوائے اس کے اور اس کے ۔ آپ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دلالت کرتا ہے :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ "مومنوں سے کہو وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں "۔

(النور ۔ ۳۰)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہروں پر نقاب پڑی ہوئی نہیں ہوتی تھی ۔ اگر عورت کا جسم اور چہرہ سب ڈھکا ہوا ہوتا تو غضِ بصر کا حکم دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ۔ جب دیکھنے کے لئے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو تو نگاہوں کو نیچا کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے ؟

اس کے باوجود عورت کے لئے اکمل اور مناسب ترین صورت یہ ہے کہ وہ اپنی زینت کو پوری طرح چھپانے کی کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے اپنا چہرہ بھی چھپائے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بگاڑ عام ہو گیا ہے اور فسق کی گرم بازاری ہے ۔ خاص طور سے ایسی صورت میں اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیئے جبکہ عورت اس قدر حسین ہو کہ اس پر کسی کے فریفتہ ہو جانے کا اندیشہ ہو ۔

(ب) ۔ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ۔ " اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہیں "۔

(النور ۔ ۳۱)

مسلمان عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنا سر اوڑھنی سے ڈھانک لے اور اس سے اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینہ، گلے اور گردن کو چھپائے تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں اس پر نہ پڑیں۔

(ج)۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ اٰبَآئِهِنَّ أَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْٓ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْٓ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَآءِ۔ (النور۔ ۳۱)

"وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیردست مرد جو کوئی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں"

اس آیت میں مومن عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی پوشیدہ زینت مثلاً کان، بال، گردن، سینہ اور پنڈلی کی زینت اجنبی مردوں کے سامنے نہ کھولے۔ ان کے سامنے صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے۔

اس ممانعت سے بارہ اصناف کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے:۔

۱۔ اُن کے شوہر:۔ چنانچہ مرد اپنی بیوی کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

إِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ۔ "اپنے ستر کو چھپاؤ بجز اپنی بیوی کے"

۲۔ اُن کے آباء:۔ باپ کے علاوہ دادا اور نانا بھی۔

۳۔ اُن کے شوہروں کے باپ:۔ یہ بھی گویا ان ہی کے باپ کے حکم میں ہیں۔

۴۔ اُن کے بیٹے:۔ اسی طرح ان کی اولاد کے بیٹے یعنی پوتے اور نواسے۔

۵۔ شوہر کے بیٹے:۔ کیونکہ ان کے ساتھ رہنا ہوتا ہے اور وہ ان کے لئے ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اُن کے بھائی :۔ خواہ سگے ہوں یا عَلّاتی یا اَخیافی۔

۷۔ اُن کے بھتیجے :۔ اس وجہ سے کہ پھوپھی کا رشتہ ابدی حُرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

۸۔ اُن کے بھانجے :۔ اس وجہ سے کہ خالہ کا رشتہ ابدی حُرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

۹۔ اُن کی عورتیں :۔ یعنی وہ عورتیں جن سے نسب یا دین کے تعلق سے ربط ہو۔ رہیں غیر مسلم عورتیں تو ان کے سامنے زینت کا اظہار جائز نہیں بجز اس کے جس کا اظہار مردوں کے سامنے جائز ہے۔

۱۰۔ اُن کے مملوک :۔ یعنی اُن کی لونڈیاں اور غلام کہ اسلام نے انہیں ارکانِ خاندان کا سا درجہ دیا۔ البتہ بعض ائمہ نے صرف لونڈیاں مُراد لی ہیں۔

۱۱۔ وہ مرد جو زیرِ دست ہوں اور جن کو کچھ غرض نہ ہو :۔ یہ اَجیر اور تابع لوگ ہیں جنھیں بدنی یا عقلی سبب سے شہوت نہیں ہوتی۔ ان لوگوں میں یہ دونوں باتیں وافر طور پر موجود ہونی چاہئیں یعنی ان کا گھر میں تابع کی حیثیت سے ہونا اور شہوت کا فقدان۔

۱۲۔ وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہوئے :۔ یہ چھوٹے بچے ہیں جن کے اندر ابھی جنسی شعور پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب یہ شعور پیدا ہو جائے تو ان کے سامنے پوشیدہ زینت کا اظہار جائز نہیں ہوگا اگرچہ کہ وہ نابالغ ہوں۔

آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے کیونکہ وہ عُرفاً باپ کے درجہ میں ہیں۔ حدیث میں ہے :

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ۔ (مسلم) "آدمی کا چچا بمنزلہ والد کے ہوتا ہے"

عورتوں کا ستر

گذشتہ بحث سے معلوم ہو گیا کہ جسم کا وہ حصہ جس کا کھولنا عورت کے لئے جائز نہیں ہے وہ ستر ہے جس کا چھپانا واجب اور کھولنا حرام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورت کا ستر اجنبی مرد اور غیر مسلم عورتوں کے تعلق سے اس کا پورا جسم ہے بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے کہ اِن دو چیزوں کا کھولنا ـــ جیسا کہ امام رازی نے کہا ہے ـــ معاملات اور لین دین کی ضرورتوں کے پیشِ نظر جائز ہے۔ جس حصّۂ جسم کو کھولنے کی واقعی ضرورت نہیں ہے اسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور جو حصّۂ جسم معمولاً کھُلا رہتا ہے اور ضرورۃً اس کو کھولنا ہی پڑتا ہے اس کو کھولنے کی اجازت انہیں دی گئی ہے کیونکہ اسلام کے شرعی احکام حنیفیت اور وسعت پر مبنی ہیں۔

امام رازی کہتے ہیں:

"چونکہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا کھُلا رہنا ایک ضروری سی بات ہے اس لئے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں۔ رہے قدم تو ان کا کھُلا رہنا کچھ ضروری نہیں ہے اس لئے اس بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ ستر میں داخل ہیں یا نہیں"

(تفسیر الفخر الرازی۔ ج ۲۳، ص ۲۰۵، ۲۰۶)

اور عورت کا ستر مذکورۂ بالا بارہ اصناف کے تعلق سے باطنی زینت کی جگہوں مثلاً کان، بال، گردن، سینہ، ہاتھ اور پنڈلیوں کے سوا بقیہ حصّۂ جسم ہے۔ کیونکہ آیت کی رُو سے مذکورہ بالا اصناف کے سامنے اظہارِ زینت جائز ہے۔ لیکن بقیہ حصّۂ جسم مثلاً پیٹھ، پیٹ، شرمگاہیں اور رانیں تو ان کا کھولنا کسی بھی عورت یا مرد کے سامنے جائز نہیں ہے بجز شوہر کے۔

آیت کا یہ مفہوم بعض ائمہ کے اس مسلک سے قریب تر ہے کہ عورت کا ستر محرموں کے لئے صرف ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصّہ ہے۔ اور عورت کا ستر عورت کے لئے بھی اسی حد تک ہے بلکہ آیت کا مدلول بعض علماء کے اس قول سے قریب تر ہے کہ عورت کا ستر محرم کے لئے جسم کا وہ حصّہ ہے جو کام کاج کے وقت کھُلا نہیں رہتا۔ لیکن جو حصّۂ جسم گھر میں کام کاج کے وقت معمولاً کھُل جایا کرتا ہے اس کا دیکھنا محرم کے لئے جائز ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ باہر نکلتے وقت اپنے اوپر بڑی چادر ڈال لیا کریں تاکہ وہ کافر اور فاجر عورتوں کے مقابلہ میں ممتاز ہو سکیں۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اس پیغامِ الٰہی کو اُمت تک پہنچا دیں:

یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ۔ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ۔ (الاحزاب - ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں ۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں پریشان نہ کیا جا سکے"

جلابیب، جِلباب کی جمع ہے جس کے معنی کشادہ کپڑے کے ہیں جیسے بُرقع جسے عورتیں پردہ کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

بعض خواتینِ جاہلیت جب گھروں سے نکلتیں تو اپنے بعض محاسن سینہ، گردن، بال وغیرہ کھلے رکھتیں. فاسق اور بے کار لوگ ان کے پیچھے پڑ جاتے ۔ ان حالات میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس نے مومن خواتین کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصّہ اپنے اوپر ڈال لیا کریں تاکہ جسم کے یہ حصّے ڈھک جائیں اور ظاہری ہیئت سے وہ پہچان لی جائیں کہ مومنہ عفیفہ ہیں، لہٰذا کوئی منافق یا بے حیا آدمی انہیں ایذا، پہنچانے کی جُرأت نہ کر سکے ۔

آیت میں جو علّت بیان کی گئی ہے اس سے واضح ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ فاسقوں کی طرف سے اذیّت اور بے حیا لوگوں کی طرف سے نظر بازی کا اندیشہ تھا ورنہ فی الواقع خود ان خواتین کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا، اور نہ ان پر اعتماد میں کوئی کمی تھی لیکن جو عورت اپنی زینت اور کپڑے دِکھاتے پھرتی ہے یا ناز نخرے سے چلتی ہے یا نرم و نازک باتیں کرتی ہے وہ ہمیشہ مَردوں کے اندر اُکساہٹ پیدا کرتی ہے اور چھیڑ خوانی کرنے والوں کے دلوں میں بُری خواہش پیدا کرتی ہے بمصداق اس آیتِ کریمہ کے :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ۔ (الاحزاب، ۳۲)

"دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ بُری خواہش کرنے لگے"

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے مسلمان خواتین کے پردہ اور تحفظ کے معاملہ میں شدت برتی ہے اور اس میں رُخصت نہیں دی سوائے اس کے کہ بوڑھی عورتوں کے لئے احکام میں قدرے تخفیف کردی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔

(النور ـ ۶۰)

"اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی اُمید نہ رکھتی ہوں وہ اگر اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ اس سے احتیاط برتیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سُننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"

قواعد سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے بیٹھی رہیں، جنہیں نہ حیض آتا ہو اور نہ انہیں اولاد کی توقع ہو۔ اس بنا پر نہ وہ شادی کی خواہشمند ہوتی ہیں اور نہ انہیں مردوں سے رغبت ہوتی ہے، نیز مردوں کو بھی ان سے رغبت نہیں ہوتی۔ ایسی عورتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پابندیوں میں تخفیف کردی ہے اور انہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے خارجی اور ظاہری کپڑے مثلاً چادر، برقع، عبا اور اوڑھنی وغیرہ اُتار دیا کریں۔

یہ رُخصت بھی غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ کے ساتھ مشروط ہے یعنی نمائش کرنے کی غرض سے کپڑے نہ اُتاریں بلکہ ضرورۃً بغرضِ سہولت اس تخفیف سے فائدہ اُٹھائیں۔

اس رُخصت کے باوجود بہتر اور اَولیٰ یہی ہے کہ وہ اکمل صورت کو اختیار کرنے اور شبہات سے بچنے کی غرض سے اس معاملہ میں احتیاط برتیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عام حماموں میں عورت کا داخل ہونا

چونکہ اسلام ستر کی حفاظت کرنا اور اس کو چھپانا چاہتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو عام حماموں میں داخل ہونے اور دیگر عورتوں کے سامنے برہنہ ہونے سے احتراز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ان عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کے جسمانی اوصاف کا ذکر مجلسوں میں کرنا لذتِ دہن کا کام سمجھتی ہیں۔

اسی طرح آپؐ نے مرد کو بغیر ساتر تہبند کے حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ۔

"جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ حمام میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ ہونے دے۔"

(النسائی والترمذی والحاکم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ دُخُوْلِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوْهَا بِالْمَيَازِرِ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔ بعد میں مردوں کو تہبند کے ساتھ داخل ہونے کی اجازت دے دی۔"

(ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

اس سے مستثنیٰ صورت یہ ہے کہ کوئی عورت بیماری یا نفاس وغیرہ کے علاج کی غرض سے حمام میں داخل ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حماموں کے بارے میں فرمایا:

فَلَا یَدْخُلْهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِمَآزِرَ وَامْنَعُوْهَا النِّسَاءَ اِلَّا مَرِیْضَةً اَوْ نُفَسَاءَ۔

"مرد بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہوں اور عورتوں کو بھی اس سے منع کرو اِلّا یہ کہ کوئی عورت مریضہ ہو یا نفاس سے ہو۔"

(ابن ماجہ و ابوداؤد)

اس حدیث کی اسناد میں کسی قدر ضعف ہے لیکن شریعت نے اپنے اصولوں میں مریض کے لئے جو رخصت رکھی ہے اس سے اسے تقویت پہنچتی ہے۔ نیز اس کی تائید اس اصول سے بھی ہوتی ہے کہ جو چیز سدِّ ذریعہ کے طور پر حرام کی گئی ہے وہ حاجت و مصلحت کے لئے جائز ہو جاتی ہے اور اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا بَیْتًا یُقَالُ لَهُ الْحَمَّامُ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ یُذْهِبُ الدَّرَنَ وَیَنْفَعُ الْمَرِیْضَ۔ قَالَ: فَمَنْ دَخَلَ فَلْیَسْتَتِرْ۔

(الحاکم)

"اُس گھر سے اجتناب کرو جسے حمام کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حمام میں نہانے سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور مریض کو فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا: ایسی صورت میں داخل ہونے والے کو اپنا ستر چھپانا چاہیے۔"

اگر کوئی عورت بلا عذر اور بلا ضرورت حمام میں داخل ہو جائے تو وہ حرام کی مرتکب ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید کی مستحق ہوگی جسے ابو ملیح ھذلیؒ نے روایت کیا ہے:

اِنَّ نِسَاءً مِنْ اَهْلِ حِمْصَ اَوْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: اَنْتُنَّ اللَّاتِیْ تَدْخُلْنَ نِسَاءَكُنَّ الْحَمَّامَاتِ؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنِ امْرَاَةٍ تَضَعُ ثِیَابَهَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْجِهَا اِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ رَبِّهَا۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

"اہلِ حمص یا اہلِ شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا: کیا تم عورتیں حمام میں داخل ہوتی ہو؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو عورت اپنے کپڑے شوہر کے گھر کے سوا کسی اور جگہ اتارتی ہے وہ اس پردہ کو چاک کرتی ہے جو اس کے اور خدا کے درمیان ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ نَزَعَتْ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِھَا خَرَقَ اللّٰہُ عَنْھَا سِتْرَہٗ۔ "جو عورت اپنے کپڑے کسی دوسرے کے گھر میں اُتارتی ہے اللہ تعالیٰ اس پردہ کو جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے چاک کر دیتا ہے۔"

(احمد و ابو یعلیٰ و الطبرانی و الحاکم)

جب اسلام کے احکام عورتوں کے حمام میں داخل ہونے کے بارے میں اتنے سخت ہیں حالانکہ حمام چہار دیواری والا گھر ہوتا ہے اور وہ بھی ایسا جس میں صرف عورتیں داخل ہوتی ہوں تو ان بے حیا اور آوارہ عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا جو اپنے ستر کا راستوں پر مظاہرہ کرتی پھرتی ہیں اور ساحلِ سمندر پر اپنے اجسام کی نمائش کرتی ہیں تاکہ حریص آنکھوں کے لئے لذتِ دید کا اور شہوانی جذبات کے لئے تسکین کا سامان کریں۔

درحقیقت انہوں نے شرم و حیا کے اُن تمام پردوں کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے جو ان کے اور رحمٰن کے درمیان تھے۔ اور اس گناہ میں مرد بھی شریک ہیں کیونکہ انہیں ذمہ دار نگراں بنایا گیا تھا۔ کاش کہ وہ جان لیتے!

تبرّج کی حُرمت

مسلمان خاتون کافر اور جاہلی خاتون کے مقابلہ میں ممتاز اخلاق کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے اندر اخلاق کی پاسداری، عزت و عفت اور شرم و حیا جیسے اوصاف ہوتے ہیں۔ لیکن جاہلی عورت کا اخلاق ہوتا ہے تبرّج اور مردوں کے صنفی جذبات کو مشتعل کرنا۔

تبرّج کے معنی کھُل جانے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ زمخشری کہتے ہیں کہ تبرّج کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو چھپانا ضروری ہے اس کو بہ تکلّف ظاہر کیا جائے۔ لیکن یہ لفظ اُس اظہارِ زینت اور بہارِ محاسن کے لئے مخصوص ہو گیا ہے جو عورتیں مردوں کے سامنے کرتی ہیں۔ اور زمخشری نے اس پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس خصوصیت کا اضافہ کیا ہے کہ جس زینت کا اخفاء ضروری ہے اس کا قصداً اور بہ تکلف اظہار کیا جائے۔ یہ چیز جس کا اخفاء ضروری ہے جسم کا کوئی حصہ بھی ہو سکتا ہے اور کسی عضو کی حرکت بھی، گفتگو اور چلنے کا طریقہ بھی ہو سکتا ہے اور زیور وغیرہ آرائش کی چیزیں بھی۔

تبرّج کی مختلف صورتیں اور مظاہر ہیں جن سے لوگ قدیم زمانہ میں بھی آشنا تھے اور جدید زمانہ میں بھی آشنا ہیں۔ مفسرین نے بعض صورتوں کا ذکر

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ (الاحزاب۔ ۳۳) ۔ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور سابق دورِ جاہلیت کا سا دکھاوا نہ کرتی پھرو"

کی تفسیر کرتے ہوئے کیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: "عورت باہر نکل کر مردوں کے درمیان چلا کرتی تھی"۔ قتادہ کہتے ہیں: "عورتیں ناز نخرے کے ساتھ چلا کرتی تھیں"۔ اور مقاتل کہتے ہیں "تبرّج یہ ہے کہ عورتیں اپنا دوپٹہ اس طرح سروں پر ڈال لیا کرتیں کہ ہار، بالیاں، گردن وغیرہ کھلی رہتی"۔

یہ تھیں قدیم جاہلیت کے تبرّج کی صورتیں یعنی مردوں کے ساتھ اختلاط، چلنے میں ناز نخرہ اور دوپٹہ اس طرح اوڑھنا کہ جسم کے محاسن اور زینت ظاہر ہو جائے۔ لیکن جدید جاہلیت نے تبرّج کی جو نئی نئی صورتیں اور جو نت نئے ڈھنگ ایجاد کئے ہیں ان کے سامنے قدیم جاہلیت کا تبرّج مات کھا گیا ہے۔

تبرّج کا اطلاق کس صورت میں نہیں ہوگا

درج ذیل آداب کی پابندی کرنے کی صورت میں مسلمان خاتون تبرّج کے دائرہ سے نکل کر اسلامی تہذیب کی آغوش میں آجاتی ہے:۔

(۱) غضِ بصر۔ کہ حیا عورت کا سب سے زیادہ قیمتی زیور ہے اور حیا کا نمایاں ترین عنوان غضِ بصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ۔ "مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"
(النور - ۳۱)

(ب) مردوں کے ساتھ جسم کے مَس ہونے کی حد تک اختلاط جس کا مظاہرہ اس زمانہ میں سنیما گھروں، یونیورسٹی کے راستوں، لیکچر ہالوں اور مسافر گاڑیوں میں ہوتا ہے۔

مَعقل بن یَسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

لَأَنْ يُّطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمَسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ۔

"اپنے سر میں لوہے کی سُوئی چبھو دینا اس سے بہتر ہے کہ آدمی کسی ایسی عورت کو چھوئے جس کو چھونا اس کے لئے جائز نہیں ہے"

(منذری بحوالہ طبرانی و بیہقی)

(ج) اُس کا لباس اسلامی تہذیب کے مطابق ہو۔ شرعی لباس وہ ہے جس میں درج ذیل اوصاف پائے جائیں:-

۱- جو پورے جسم کے لئے ساتر ہو سوائے مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کو مستثنیٰ کر کے پورا جسم ڈھک جانا چاہئے۔

۲- کپڑے کے اندر سے بدن دِکھائی نہ دے اور نہ جھلکے اس لئے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

أَنَّ مِنْ أَهْلِ النَّارِ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ ...... لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا۔
(الطبرانی)

"وہ عورتیں دوزخی ہیں جو کپڑے پہن کر برہنہ رہتی ہیں، مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں ..... ایسی عورتیں نہ جنت میں جائینگی اور نہ اس کی خوشبو ہی پاسکیں گی"

کپڑے پہن کر برہنہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کپڑے ساتر نہیں ہوں گے بلکہ باریک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور شفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بدن جھلک رہا ہوگا۔

بنی تمیم کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: "اگر تم مومن عورتیں ہو تو یہ مومن عورتوں کے کپڑے نہیں ہیں۔" (الطبرانی)

اور حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دُلہن آئی جو باریک اور شفاف اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: "جو عورت اس قسم کے کپڑے پہنتی ہے وہ سورۂ نور پر ایمان نہیں رکھتی۔"

۳۔ لباس ایسا چست نہ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہو جائیں جیسا کہ مغربی تہذیب کا لباس ہے جو جسم اور شہوت کی پرستار تہذیب ہے۔ اس تہذیب کے زیرِ اثر فیشن (Fashion) اختراع کرنے والے اس انداز سے کپڑوں کی کٹنگ کرتے ہیں کہ پستان، کمر اور سُرین جیسے اعضائے جسم نمایاں ہو جاتے ہیں اور اس طرز پر سلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس سے جذبات میں ہیجان اور سفلی خواہشات میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا لباس پہننے والی عورتیں بھی کاسیات عاریات (کپڑے پہن کر برہنہ رہنے والیاں) میں شامل ہیں۔ اور یہ کپڑے باریک اور شفاف کپڑوں سے بھی زیادہ ترغیب اور فتنہ کا باعث ہیں۔

۴۔ ایسا لباس نہ پہنیں جو مَردوں کے لئے مخصوص ہو، مثلاً پتلون جو ہمارے زمانہ میں مَردوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ اس لئے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جس طرح عورتوں کی مشابہت کرنے والے مَردوں پر لعنت فرمائی ہے اور عورت کو مرد کا لباس اور مرد کو عورت کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ ایسا لباس نہ ہو جو یہودی، نصرانی اور مشرک عورتوں کے لئے مخصوص ہو کیونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان سے تشبّہ اسلام میں ممنوع ہے۔ اسلام مرد اور عورت میں امتیاز اور ظاہر و باطن میں کافر قوموں کی تقلید سے آزادی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے بہت سے اُمور میں کفّار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ رسولؐ ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. "جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں سے ہے"۔

(د) گفتار اور چال ڈھال میں وقار اور استقامت اختیار کرے اور چہرہ اور جسم کو ایسی حرکتوں سے بچائے رکھے جس سے جذبات مشتعل ہوتے ہوں۔ ناز نخرے اور بُری ادائیں فاجر عورتوں کا ڈھنگ ہے۔ مسلم خواتین کے اخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ۔ (الاحزاب-۳۲) "دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ بُری خواہش کرنے لگے"۔

(ھ) اپنی پوشیدہ زینت کی طرف مردوں کو متوجّہ کرنے کے لئے کشش پیدا نہ کرے، مثلاً خوشبوؤں کا استعمال، زیورات کی جھنکار وغیرہ۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ۔ "اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے وہ انہیں معلوم ہو جائے"۔

دورِ جاہلیت میں جب عورت لوگوں کے پاس سے گذرتی تو اپنے پاؤں زمین پر مار کر چلتی تاکہ پازیب کی جھنکار لوگ سُنیں۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ حرکت شہوت پرست مردوں کے شہوانی خیالات کو شہ دیتی ہے اور عورت کے بارے میں یہ بُرا خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ وہ مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف اور اپنی زینت کی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔

اسی حکم میں مختلف قسم کی مہکنے والی خوشبوئیں اور عطریات شامل ہیں جن کو عورتیں صنفی جذبات کو برانگیختہ کرنے اور مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی غرض سے استعمال کرتی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْمَرْأَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةً ۔

"عورت جب خوشبو لگا کر نکلتی ہے اور کسی مجلس کے پاس سے گذرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔"

(منذری بحوالہ ابوداؤد والترمذی)

معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو اس بات کا پابند نہیں کیا ہے کہ وہ گھر کی چہار دیواری میں مقیّد ہو کر رہ جائے اور جب قبر میں جانے کی نوبت آئے تب باہر نکلے، بلکہ اس کے لئے جائز کر دیا گیا ہے کہ نماز، حصولِ علم اور ہر قسم کی دینی اور جائز دنیوی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے باہر نکلے چنانچہ صحابیہؓ کی عورتیں اور ان کے بعد خیر القرون کی عورتیں ان اغراض کے لئے باہر نکلا کرتی تھیں۔ ان میں ایسی خواتین بھی تھیں جو قتال اور غزوات میں شرکت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپؐ کے بعد خلفاء اور قائدینِ اسلام کے ساتھ باہر نکلی ہیں۔ آپؐ نے اُمّ المومنین حضرت سودہؓ سے فرمایا تھا:

قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ ۔ "اللہ نے تمہیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔"

(البخاری)

نیز فرمایا:

اِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ اَحَدِكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا ۔ (البخاری)

"جب کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت چاہے تو اسے چاہئے کہ روکے نہیں۔"

دوسری حدیث میں ہے:

لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ ۔ "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔"

(مسلم)

بعض متشدد علماء اس طرف گئے ہیں کہ عورت کے لئے مرد کے جسم کے کسی بھی حصہ کا دیکھنا حرام ہے۔ وہ ترمذی کی نبہان ــ اُمّ سلمہ کے غلام ــ والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا وَلِمَيْمُونَةَ وَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهِمَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ إِحْتَجِبَا فَقَالَتَا إِنَّهُ أَعْمٰى، قَالَ أَفَعَمْيَا وَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ ؟ -

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور میمونہؓ سے فرمایا جبکہ ابن اُمِّ مکتومؓ ان کے پاس آگئے تھے کہ ان سے پردہ کرو۔ انہوں نے کہا وہ نابینا ہیں۔ فرمایا: کیا تم بھی نابینا ہو؟ تم دونوں انہیں دیکھ نہیں رہی ہو؟"

لیکن محققین کہتے ہیں کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی نبہان جو اُمِّ سلمہؓ کا غلام ہے، حدیث کے معاملہ میں قابلِ حجت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے ساتھ اُن کی حُرمت کے پیشِ نظر سختی برتی ہوگی جس طرح پردہ کے معاملہ میں ان کے لئے احکام سخت تھے۔ اس کی طرف ابوداؤد اور دیگر ائمہ نے اشارہ کیا ہے۔ ایسی صورت میں فاطمہ بنت قیس والی حدیث رہ جاتی ہے صحیح بھی ہے اور ثابت شدہ بھی اور جس کا مفہوم بھی واضح ہے۔ وہ یہ کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أَنْ تَقْضِيَ عِدَّتَهَا فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ اسْتَدْرَكَ فَقَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اِعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمٰى، تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ وَلَا يَرَاكِ۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنتِ قیس کو اُمِّ شریک کے گھر میں عدت گذارنے کا حکم دیا۔ بعد میں آپ نے اس سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: اس عورت کے پاس میرے اصحاب کی آمد و رفت رہتی ہے، لہٰذا تم ابنِ اُمِّ مکتوم کے ہاں عدت گذارو۔ وہ نابینا ہیں تم وہاں اپنی اوڑھنی وغیرہ اُتاروگی تو تمہیں کوئی دیکھ نہ سکے گا۔"

(تفسیر القرطبی۔ ج ۱۲ ص ۲۲۸)

عورت شوہر کے مہمانوں کی خدمت کرسکتی ہے

مذکورہ بحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مہمانوں کی خدمت کرسکتی ہے بشرطیکہ لباس، زینت، گفتگو اور چال ڈھال میں اسلامی آداب کو ملحوظ رکھے۔ قدرتی بات ہے کہ اس حال میں مہمان اسے دیکھ لیں گے اور وہ مہمانوں کو دیکھے گی۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

شیخین (بخاری و مسلم) نے سہل بن سعد انصاریؓ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

لَمَّا اَعْرَسَ اَبُوْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَدَّمَ اِلَيْهِمْ اِلَّا امْرَاَتُهُ اُمُّ اُسَيْدٍ بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ. فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ اَمَاثَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهُ بِذٰلِكَ

"ابو اُسید ساعدی نے شادی کی تقریب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو بلایا۔ اس موقع پر کھانا تیار کرنے اور اس کو پیش کرنے کی خدمت ان کی بیوی اُمّ اُسید نے انجام دی۔ انہوں نے پتھر کے ایک برتن میں کچھ چھوہارے رات سے بھگونے کے لئے چھوڑ دیئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان کو اپنے ہاتھ سے گھول کر آپؐ کی خدمت میں اس کا تحفہ نوش کرنے کیلئے پیش کر دیا۔"

اس حدیث سے — جیسا کہ شیخ الاسلام ابن حجر فرماتے ہیں — اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے علاوہ اس کے مہمانوں کی بھی خدمت کرسکتی ہے۔ ظاہر ہے اس کا موقع وہی ہوسکتا ہے جبکہ فتنہ کا احتمال نہ ہو اور عورت پر ستر کی جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان کا لحاظ کرے۔ ایسی صورت میں مرد کا اپنی بیوی سے مہمانوں کی تواضع کی خدمت لینا جائز ہے۔ لیکن اگر عورت ستر کے سلسلہ میں اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کا لحاظ نہ کرے جیسا کہ موجودہ زمانہ کی اکثر عورتوں کا حال ہے تو ایسی صورت میں ان کا مردوں کے سامنے آنا حرام ہو جاتا ہے۔

خلافِ فطرت فعل کبائر میں سے ہے

جنسی خواہش کی جو تنظیم اسلام نے کی ہے اس سلسلہ کی ایک بات یہ ہے کہ جس طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زنا اور اس کے ذرائع کو حرام ٹھہرایا ہے اسی طرح خلافِ فطرت فعل کو بھی جسے لوگ "لواطت" یا "عملِ قومِ لوط" کے نام سے جانتے ہیں حرام کر دیا ہے۔

یہ فعلِ خبیث خلافِ فطرت، گندگی سے آلودہ کرنے والا، مردانگی کو خراب کرنے والا اور عورت کے حق میں ظلم ہے۔

کسی سوسائٹی میں اس خباثت کے پھیلنے سے ان کی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اس فعل کے غلام بن جاتے ہیں اور پھر اخلاق، عُرف، ذوقِ سلیم سب کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے لئے قرآن کا بیان کردہ قصۂ قومِ لوط کافی ہے۔ اس قوم نے اس گندہ اور بے حیائی کے کام کا آغاز کرکے اسے رواج دیا تھا۔ وہ جائز اور پاکیزہ عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے تاکہ خبیث اور حرام شہوت کا ارتکاب کریں۔ اسی لئے اللہ کے نبی حضرت لوطؑ نے ان سے کہا:

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِينَ ،	"دنیا والوں میں سے تم ہی ہو جو مَردوں کے پاس جاتے ہو،
وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ	اور تمہارے لئے جو بیویاں اللہ نے پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے
مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ۔	ہو؛ بلکہ تم حد سے گذرنے والے لوگ ہو"۔

(الشعراء - ۱۶۵، ۱۶۶)

اور قرآن نے اس کا ابطال کرتے ہوئے اسے ظلم و زیادتی، جہالت و فساد اور جرم قرار دیا۔

جو شخص اس بے حیائی کا مرتکب ہو اس کی سزا کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا فاعل و مفعول دونوں پر زنا کی حد جاری کی جائے؛ یا دونوں کو قتل کر دیا جائے؛ قتل کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؛ تلوار سے قتل کیا جائے یا آگ میں ڈال دیا جائے یا دیوار پر سے گرا دیا جائے؟ اتنی سخت سزا اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ اسلامی معاشرہ کو ان فاسد اور مُضر جراثیم سے پاک رکھا جائے جن سے مُہلک عناصر ہی جنم لیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استمناء (ہاتھ سے منی خارج کرنا) کا حکم۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے خون میں طبعی طور پر تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے منی خارج کرتے ہیں تاکہ ان کے اعصاب کو آرام ملے اور جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ اسے آج کل "عادتِ سریہ" کہتے ہیں۔

اکثر علماء کے نزدیک یہ حرام ہے۔ امام مالکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ۔ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ۔

"جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے کہ اس بارے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے گا تو ایسے ہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔"

(المومنون۔ ۵ تا ۷)

جو شخص اپنے ہاتھ سے منی خارج کرتا ہے وہ قضائے شہوت کے لئے بیوی یا لونڈی کے علاوہ اور طریقہ اختیار کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ وہ منی کو جسم کے دیگر فضلات کی طرح ایک فضلہ خیال کرتے تھے اور اس بنا پر اس کا اخراج جائز سمجھتے تھے جیسا کہ فصد کھولنا جائز ہے۔ اس مسلک کی تائید ابنِ حزم نے کی ہے۔ اور فقہائے حنابلہ نے اس کا جواز دو شرطوں کے ساتھ تسلیم کیا ہے:۔

ایک یہ کہ آدمی کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور دوسرے یہ کہ نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

امام احمد کی رائے ایسے حالات میں اختیار کی جا سکتی ہے جبکہ شہوانی خواہشات کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلبہ ہو اور حرام کے ارتکاب کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ مثال کے طور پر کوئی نوجوان جو زیرِ تعلیم ہو یا وطن سے دُور نئے مقام پر کام کاج کرتا ہو اور جنسی ترغیبات والے ماحول سے اسے واسطہ پڑ رہا ہو اور اس بنا پر وہ تکلیف اور پریشانی محسوس کرتا ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ اس ذریعہ کو اختیار کر کے جوشِ طبع کو ٹھنڈا کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کرے اور اس کا عادی نہ بن جائے۔

لیکن اس سے بہتر طریقہ وہ ہے جس کی طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو نوجوان مسلمان نکاح نہ کر سکتا ہو وہ بکثرت روزے رکھے کہ روزہ قوّتِ ارادی کی پرورش کرتا ہے، صبر کی تعلیم دیتا ہے، تقویٰ کی صلاحیت اور اللہ کی نگرانی کا تصور ذہن میں پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ (البخاری)

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ شادی کرے کیونکہ یہ نظروں کو نیچا رکھنے کا اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لیکن جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے کہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شادی بیاہ

اسلام میں رُہبانیت نہیں ہے

اسلام نے جنسی خواہش کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے کہ بلا قید و بند جس راہ پر چاہے چل پڑے بلکہ اس پر مضبوط گرفت رکھی ہے، چنانچہ اس نے زنا ہی کو نہیں اس کے اسباب و متعلقات کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ لیکن دوسری جانب اسلام ایسے رُجحانات کا مخالف ہے جو اس فطری خواہش سے متصادم ہوں یا اس کو سرے سے ختم کر دینا چاہتے ہوں۔ اسی لئے اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور غیر شادی شدہ رہنے یا اپنے کو خصی کر لینے کی ممانعت کی ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ استطاعت کے باوجود نکاح سے اس بنا پر اعراض کرے کہ وہ دنیا سے قطع تعلق کر کے اللہ کا ہو کر رہنا چاہتا ہے یا یکسو ہو کر عبادت کرنا چاہتا ہے۔

بعض اصحابِ رسولؐ میں ترکِ دنیا کا رُجحان پیدا ہو گیا تھا لیکن جوں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی آپؐ نے اعلان فرمایا کہ ترکِ دُنیا اسلام کی راہ سے انحراف اور سُنّتِ نبوی سے اِعراض ہے۔ اس طرح آپؐ نے ان نصرانی افکار کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا۔

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ:

أَرَادَ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْفُضُوا الدُّنْيَا وَيَتْرُكُوا النِّسَاءَ وَيَتَرَهَّبُوا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَلَّظَ فِيهِمُ الْمَقَالَةَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ

"کچھ اصحابِ رسول نے تارک الدنیا بننے، عورتوں کو چھوڑ دینے اور رُہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت گرفت کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ دین میں تشدد اختیار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ انہوں نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالتَّشْدِيْدِ، شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَاُولٰٓئِكَ بَقَايَاهُمْ فِي الْاَدْيَارِ وَالصَّوَامِعِ، فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ، وَحُجُّوْا وَاعْتَمِرُوْا وَاسْتَقِيْمُوْا يَسْتَقِمْ بِكُمْ۔

جب تشدّد اختیار کیا تو اللہ نے بھی ان کے ساتھ تشدّد کا معاملہ کیا۔ ان ہی کے یہ اخلاف ہیں جو ادیار اور خانقاہوں میں پائے جاتے ہیں، پس اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، حج کرو، عمرہ کرو اور راستی اختیار کرو کہ تمہارے ساتھ بھی راستی کا معاملہ کیا جائے۔"

راوی کہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

"اے ایمان لانے والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ ٹھہراؤ، اور نہ حد سے تجاوز کرو اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

(المائدہ - ۸۷)

اور مجاہد کہتے ہیں کہ عثمانؓ بن مظعون اور عبداللہؓ بن عمرو جیسے لوگوں نے چاہا کہ وہ تجرّد کی زندگی گذاریں اور اپنے کو خصی بنالیں اور ٹاٹ کا کپڑا پہنیں۔ اس پر مذکورہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر)

بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ:

اَنَّ رَهْطًا مِّنَ الصَّحَابَةِ ذَهَبُوْا اِلٰى بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَ اَزْوَاجَهٗ عَنْ عِبَادَتِهٖ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا ثُمَّ قَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"صحابہ کا ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیا تاکہ ازواجِ مطہرات سے آپؐ کی عبادت کا حال معلوم کریں۔ جب ان کو آپؐ کی عبادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ عبادت کم ہے اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں اللہ کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ۔ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاَصُوْمُ الدَّهْرَ فَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الثَّانِيْ وَاَنَا اَقُوْمُ اللَّيْلَ فَلَا اَنَامُ، وَقَالَ الثَّالِثُ وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا۔ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَّنَ لَهُمْ خَطَأَهُمْ وَعِوَجَ طَرِيْقِهِمْ وَقَالَ لَهُمْ اِنَّمَا اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشَاكُمْ لَهٗ وَلٰكِنِّيْ اَقُوْمُ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

پیغمبر۔ آپؐ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ اللہ معاف کر چکا ہے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔ میں تو مسلسل روزے رکھوں گا۔ اور دوسرے نے کہا میں رات بھر عبادت کروں گا بالکل نہیں سوؤں گا۔ اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا ۔۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کی غلطی اور کجروی ان پر واضح کرتے ہوئے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں لیکن رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو کوئی میرے طریقے سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں:

رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا۔ (البخاری)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو تجرّد کی زندگی گذارنے سے منع فرمایا۔ اگر آپؐ انہیں اجازت دیدیتے تو ہم اپنے کو خصی کر لیتے۔"

آپؐ نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔ (البخاری)

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح غضِّ بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث ہے۔"

اسی بنا پر بعض علماء کہتے ہیں کہ نکاح کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ باوجود استطاعت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور دیگر علماء کی رائے میں اس شخص پر فرض ہے جو نکاح کا مشتاق ہو اور اپنے لئے اندیشہ محسوس کرتا ہو۔

مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ رزق کی تنگی یا ذمہ داریوں کے اندیشہ کے پیشِ نظر اپنے کو نکاح سے روکے رکھے بلکہ اسے کوشش کرنا چاہیئے اور اللہ کے فضل و اعانت کا امیدوار ہونا چاہیئے جس کا وعدہ اللہ نے ان لوگوں سے کیا ہے جو عفت و پاکدامنی کی خاطر نکاح کرتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔
(النور - ۳۲)

"تم میں سے جو لوگ مجرّد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں اُن کا نکاح کردو۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔"

www.KitaboSunnat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ۔ اَلنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعِفَافَ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ وَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ
(احمد والنسائی والترمذی وابن ماجۃ والحاکم)

"تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔ ایک وہ نکاح کرنے والا جو طالبِ عفت ہو، دوسرا وہ مکاتب غلام جو مال ادا کرکے آزاد ہونا چاہتا ہو اور تیسرا اللہ کی راہ کا مجاہد۔"

جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا ہو اس پر نظر ڈالنا

مسلمان جب شادی کا عزم کرلے اور کسی مخصوص عورت کو نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کرلے تو نکاح کے سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ اس عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس عورت پر نظر ڈالنا جائز ہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اُٹھائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھیں بند کرکے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چل پڑے اور بعد میں پچھتانے لگے کہ اس مصیبت سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آنکھیں درحقیقت دل کی پیغامبر ہیں اور آنکھوں کے ملنے سے دل ملنے لگتے ہیں اور ارواح کے درمیان انسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ امام مسلم نے ابوھریرہؓ سے روایت کی ہے کہ:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَظَرْتَ اِلَيْهَا؟ قَالَ لَا۔ قَالَ: فَاذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا، فَاِنَّ فِيْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا۔

"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپؐ کو اطلاع دی کہ اس نے انصار کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اسے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔"

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔ فَاَتٰى اَبَوَيْهَا فَاَخْبَرَهُمَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ ...... فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِيْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ: اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ ..... قَالَ الْمُغِيْرَةُ: فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا۔

(احمد وابن ماجۃ والترمذی وابن حبان والدارمی)

"انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دیکھ لو کہ ایسی صورت میں تمہارے درمیان موافقت پیدا ہو جانے کا قوی امکان ہے۔ مغیرہ عورت کے والدین کے پاس آئے اور آپؐ کے ارشاد سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے نامناسب سا خیال کیا ..... لیکن جب عورت نے پردہ کے اندر سے سُنا تو کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کے لئے کہا ہے تو دیکھ لیجئے ..... مغیرہ کہتے ہیں یہ جواب سُن کر میں نے اسے دیکھ لیا اور اس سے شادی کر لی۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مخطوبہ (وہ عورت جس کو شادی کا پیغام دیا جائے) کو کس حد تک دیکھا جا سکتا ہے؟

اس کی کوئی صراحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں پیغام کی کیا خصوصیت ہوئی؟ ان اعضاء پر تو پیغام کے بغیر بھی نظر ڈالی جا سکتی ہے! پیغام کے لئے دیکھنے کا جو استثناء ہے اس سے تو یہی متبادر ہوتا ہے کہ عام حالات میں جس حد تک دیکھنا جائز ہے اس سے کچھ زیادہ ہی دیکھنا اس موقع پر جائز ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْأَۃَ فَقَدَرَ اَنْ یَنْظُرَ مِنْھَا بَعْضَ مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ۔ (ابو داؤد)

"جب کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کے لئے یہ ممکن ہو کہ اس کو کسی قدر دیکھ لے یعنی جس قدر دیکھنا نکاح کے لئے ضروری ہے تو وہ ایسا کرلے۔"

ایک طرف بعض علماء اس حد تک رخصت کے قائل ہیں اور دوسری طرف کچھ دوسرے علماء کا اس معاملہ میں مسلک بہت تنگ ہے۔ بہتر صورت توسط اور اعتدال کی ہے۔ بعض محققین کی رائے میں پیغام دینے والے شخص کو اس حد تک اجازت ہونی چاہئے کہ وہ مخطوبہ کو ایسے لباس میں دیکھے جس میں کہ وہ اپنے باپ، بھائی اور دیگر محرموں کے سامنے بلا تکلف آتی ہے بلکہ اس بات کی بھی اجازت ہونی چاہئے کہ مخطوبہ کے فہم، ذوق اور امتیازی خصوصیات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے کسی محرم کی معیت میں اس کے ساتھ کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں معمولاً اس مخطوبہ کی آمد و رفت رہتی ہو بشرطیکہ وہ مقام جائز نوعیت کا ہو اور مخطوبہ شرعی لباس میں ہو۔ اس لئے کہ یہ باتیں مذکورہ حدیث "جس قدر دیکھنا نکاح کے لئے ضروری ہے" کے مفہوم میں شامل ہیں۔

(المرأۃ بین البیت والمجتمع، للاستاذ البھی الخولی۔ ص ۲۴)

پیغام دینے والا شخص مخطوبہ اور اس کے گھر والوں کو مطلع کر کے بھی اسے دیکھ سکتا ہے اور بغیر اطلاع کے بھی، بشرطیکہ ارادہ واقعی پیغام دینے کا ہو۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے بارے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ میں ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

مغیرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان باپ کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ رسم ورواج کے نام پر اپنی بیٹی کو دیکھنے سے کسی ایسے شخص کو روکے جو واقعی اس کو نکاح کا پیغام دینا چاہتا ہو۔ ضروری ہے کہ رسم ورواج شریعت کے تابع رہیں۔ شریعت کو رسم ورواج کے تابع کرنا بڑی غلط بات ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی جائز نہیں ہے، نہ باپ کے لئے اور نہ پیغام دینے والے کے لئے اور نہ ہی مخطوبہ کے لئے کہ وہ رخصت سے فائدہ اٹھا کر کسی نوجوان لڑکے یا لڑکی کے گلے میں ہاتھ ڈالیں اور پیغام کے نام پر تھیٹروں، تفریح گاہوں اور بازاروں کی سیر کریں اور ساتھ میں کوئی محرم بھی نہ ہو۔ آج کل مغربی تہذیب کے دلدادہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انتہا پسندی خواہ وہ دائیں جانب ہو یا بائیں جانب اسلام کے مزاج سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتی۔

پیغام دینے کی حرام صورتیں

مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دے جو طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت گذار رہی ہو۔ چونکہ عدت کی مدت سابق رشتۂ زوجیت کے احترام کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس معاملہ میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو دورانِ عدت اس کے ذہن میں یہ بات اشارے کنایہ میں ڈال سکتا ہے کہ وہ نکاح کے لئے آمادہ ہے۔ مگر صراحت کے ساتھ وہ پیغام نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (البقرۃ - ۲۳۵) "اور اس بات میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ پیغام نکاح کی بات اشارہ کنایہ میں کہو"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر پیغام دینا حرام ہے جبکہ بات چیت کامیابی کے مرحلہ میں پہنچ گئی ہو۔ کیونکہ جس شخص نے پہلے پیغام دیا ہے اس کو ایک قسم کا حق حاصل ہو گیا ہے جس کا خیال رکھنا چاہیئے نیز لوگوں کے ساتھ تعلقات کی بہتری اور خلافِ مروت کام کرنے سے احتراز کے پیشِ نظر بھی ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے شخص کا حق چھین لیا گیا اور یہ ایک طرح کی زیادتی ہوگی۔ لیکن اگر پہلا شخص جس نے پیغام دیا ہے اپنا ارادہ ترک کردے یا خود ہی دوسرے شخص کو پیغام کی اجازت دیدے تو ایسی صورت میں دوسرے شخص کے پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْمُؤْمِنُ اَخُوا الْمُؤْمِنِ فَلَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَبْتَاعَ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْہِ وَلَا یَخْطِبَ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ۔ (مسلم)

"مومن مومن کا بھائی ہے۔ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ یہ بات جائز ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے۔"

نیز فرمایا:

لَا یَخْطِبُ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَۃِ الرَّجُلِ حَتّٰی یَتْرُکَ الْخَاطِبُ قَبْلَہٗ اَوْ یَأْذَنَ لَہٗ۔

(البخاری)

"کوئی شخص کسی کے پیغام پر پیغام نہ دے تاوقتیکہ جس نے پیغام دیا ہے وہ اپنا ارادہ ترک نہ کرے یا دوسرے شخص کو اجازت نہ دے۔"

کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے اور جبر نہ کیا جائے

جوان لڑکی اپنے نکاح کے معاملہ میں اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہ دینا اور اس کی رضامندی کی پرواہ نہ کرنا اس کے باپ یا ولی کے لئے جائز نہیں ہے۔ فرمانِ نبوی ہے:

اَلثَّیِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا وَالْبِکْرُ تُسْتَأْذَنُ فِیْ نَفْسِهَا

"شوہر دیدہ عورت ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری عورت سے اس کے نفس کے معاملہ میں اجازت لی جائے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَإِذْنُهَا صِمَاتُهَا۔ (متفق علیہ)

اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔"

وَجَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا مِنَ ابْنِ أَخِيهِ وَهِيَ لَهُ كَارِهَةٌ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ: قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِي وَلٰكِنْ أَرَدْتُ أَنْ أُعْلِمَ النِّسَاءَ أَنْ لَيْسَ لِلْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔ (ابن ماجۃ)

"ایک لڑکی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح اپنے بھتیجہ سے کر دیا ہے لیکن یہ رشتہ اسے پسند نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فیصلہ کرنے کا اختیار دیدیا۔ اس نے کہا: میرے والد نے جو رشتہ کر دیا ہے میں اسے برقرار رکھتی ہوں: دراصل میں عورتوں کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ باپ کو لڑکی کی مرضی کے بغیر رشتہ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔"

باپ کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ لڑکی کا نکاح کسی ایسے شخص کا پیغام آجانے پر موخر کر دے جو دیندار، با اخلاق اور اس کی برابری کا ہو۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

ثَلٰثٌ لَا يُؤَخَّرْنَ: اَلصَّلٰوةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفْئًا۔ (الترمذی)

"تین چیزوں کو موخر نہیں کرنا چاہیئے: نماز جبکہ وقت ہو جائے، جنازہ جبکہ حاضر ہو، مجرد عورت کا نکاح جبکہ اس کی برابری کا رشتہ مل جائے۔"

نیز فرمایا:

إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِي الْأَرْضِ فِتْنَةٌ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔ (الترمذی)

"جب ایسا رشتہ سامنے آجائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔"

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے وہ یہ ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔باپ کی بیوی :۔ (یعنی سوتیلی ماں) خواہ باپ نے اسے طلاق دی ہو یا بیوہ ہو گئی ہو۔
زمانۂ جاہلیت میں یہ نکاح جائز تھا لیکن اسلام نے اس کو باطل قرار دیا کیونکہ باپ کی منکوحہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے۔اس لئے مناسب یہی تھا کہ باپ کے احترام کے پیشِ نظر اسے حرام کر دیا جائے۔یہ حُرمت ابدی ہے جس کے بعد نہ بیٹے کے دل میں خواہش پیدا ہو سکتی ہے نہ سوتیلی ماں کے دل میں۔اس طرح دونوں کے درمیان احترام اور عظمت کے تعلقات استوار ہو سکتے ہیں۔

۲۔ماں :۔ اسی طرح دادی اور نانی اور جو اس سے اوپر کے درجہ میں ہوں۔

۳۔لڑکی :۔ اسی طرح پوتی اور نواسی اور جو اس سے نیچے کے درجہ میں ہوں۔

۴۔بہن :۔ خواہ سگی ہو یا عَلّاتی یا اَخیافی۔

۵۔پھوپھی :۔ یعنی باپ کی سگی، علّاتی یا اخیافی بہن۔

۶۔خالہ :۔ یعنی ماں کی سگی، علّاتی یا اخیافی بہن۔

۷۔بھتیجیاں۔

۸۔بھانجیاں۔

یہ رشتہ دار خواتین اسلام میں "محارم" کہلاتی ہیں کیونکہ یہ مسلمان کے لئے ابدی طور پر حرام ہیں۔کسی وقت اور کسی حال میں اِن سے نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔مرد کو بھی ان کی نسبت سے "محَرم" کہا جاتا ہے۔

اِن رشتوں کو حرام قرار دینے کی مصلحتیں

(۱) مہذب انسان کی فطرت کبھی اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے تعلق قائم کر لے۔انسان تو انسان بعض حیوانات بھی ایسا نہیں کرتے۔خالہ اور پھوپھی کے بارے میں بھی آدمی اپنی ماں ہی کی طرح احترام کے جذبات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے۔ اور چچا اور ماموں عورت کے لئے بمنزلۂ والد کے ہوتے ہیں۔

(ب) اگر شریعت نے ان محرمات کے سلسلہ میں احکام نہ دیئے ہوتے جس نے شہوانی تعلق کے تصور ہی کو ختم کر کے رکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ خلوت میں رہنے اور شدتِ اختلاط کی وجہ سے عجب نہیں تھا کہ ان کے ساتھ جنسی تعلقات پیدا ہو جاتے۔

(ج) اِن اقربار کے ساتھ گہری جذباتی وابستگی ہوتی ہے جس کی بنا پر آدمی ان کا احترام کرتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی و شفقت سے پیش آتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ آدمی محبت کے جذبات کے ساتھ اجنبی عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کرے۔ اس طرح نئے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے درمیان محبت و مودت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔ "اور تمہارے درمیان مودت و رحمت پیدا کر دی"

(الروم-۲۱)

(د) جو فطری جذبہ ان رشتہ داروں کے بارے میں انسان کے اندر پایا جاتا ہے اس کا برقرار رہنا اشد ضروری ہے تاکہ ان کے درمیان جو دائمی رشتہ ہے وہ پختہ ہو سکے اور ان سے محبت اور ان کی سرپرستی وغیرہ کے لئے بنیاد فراہم ہو سکے۔ اس کے برعکس ان کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنے کا مطلب ان سے اختلاف اور نزاع کے لئے بنیاد فراہم کرنا ہے جس کا نتیجہ علیحدگی اور تعلقات کے انقطاع کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

(ھ) ان رشتہ داروں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی صورت میں جو نسل پیدا ہوگی اس کا کمزور ہونا اغلب ہے۔ اور اگر کسی کنبہ میں جسمانی یا عقلی عیب ہو گا تو اس کی نسل میں وہ منتقل ہو سکتا ہے۔

(و) عورت اس بات کی ضرورت مند ہوتی ہے کہ اس کی طرف سے کوئی مقدمہ لڑنے والا ہو اور اس کے شوہر کے پاس اس کے مفاد کی حمایت کرنے والا ہو خاص طور سے ایسی صورت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورت اس کی شدید ضرورت محسوس کرتی ہے جبکہ میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ لیکن جب پوزیشن یہ ہو کہ اس کا حامی ہی حریف بن جائے تو پھر عورت کا کیا حال ہو گا ؟

رضاعت کی بنا پر حرام رشتے

۹۔ جس عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہو اس سے نکاح کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے۔ دودھ پلانے کی وجہ سے عورت ماں کے حکم میں ہو گئی۔ دودھ نے اس کے گوشت اور ہڈیوں کے بننے میں حصہ لیا ہے اور رضاعت نے دونوں کے درمیان ماں بیٹے کا جذباتی تعلق پیدا کر دیا ہے۔ رضاعت کے موثر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ بچپن میں یعنی بچہ کی عمر دو سال ہونے سے قبل اسے دودھ پلایا گیا ہو۔ یہ زمانہ بچہ کے دودھ پینے کا ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ بچہ نے کم از کم پانچ مرتبہ شکم سیر ہو کر دودھ پیا ہو۔ ایک بار مرتبہ شکم سیر ہو کر دودھ پینے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ خود سیری کے احساس سے پستان چھوڑ دے۔

پانچ مرتبہ کی قید مختلف روایتوں کے پیشِ نظر راجح اور مبنی بر اعتدال ہے۔

۱۰۔ رضاعی بہنیں :۔ جس طرح عورت بچہ کی رضاعی ماں بن گئی اسی طرح اس کی لڑکیاں، بچہ کی رضاعی بہنیں بن گئیں۔ نیز اس عورت کی بہنیں بچہ کی رضاعی خالائیں بن گئیں۔

اسی طرح عورت کے دوسرے رشتہ دار بھی اس کے رضاعی رشتہ دار بن گئے۔

حدیثِ نبوی ہے :

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ (متفق علیہ)

"جو رشتے نسب سے حرام ہو جاتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔"

جس طرح نسب سے پھوپھی، خالہ، بھتیجی، اور بھانجی کا رشتہ حرام ہے اسی طرح رضاعت سے بھی یہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُصاہرت سے رشتوں کی حُرمت

۱۱۔ بیوی کی ماں :۔ (ساس) کا رشتہ بھی حرام رشتوں میں شامل ہے۔ اسلام میں یہ رشتہ اس کی بیٹی کے ساتھ محض عقد ہو جانے کی بنا پر حرام ہو جاتا ہے خواہ اس بیٹی سے زن و شو کا تعلق قائم نہ ہوا ہو کیونکہ ساس ماں کے درجہ میں ہے۔

۱۲۔ ربیبہ :۔ یعنی جس بیوی سے مرد زن و شو کا تعلق قائم کر چکا ہو اس کی لڑکی (جو دوسرے شوہر سے ہو) لیکن اگر اس سے زن و شو کا تعلق قائم نہ کر چکا ہو تو اس کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۳۔ بیٹے کی بیوی :۔ بیٹے سے مراد صُلبی بیٹا ہے نہ کہ متبنیٰ۔ کیونکہ اسلام نے تبنیت (لے پالک) کے قاعدہ کو باطل قرار دیا ہے کہ یہ خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ بات ہے۔ اور اس سے حلال حرام اور حرام حلال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ "اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا نہیں بنایا ہے۔
قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (الاحزاب) یہ محض تمہارے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں"۔

یعنی یہ محض مُنہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔ اس سے حقیقت بدلتی نہیں ہے اور نہ اجنبی آدمی رشتہ دار بن سکتا ہے۔

اِن تینوں کی حُرمت مُصاہرت کی وجہ سے ہے۔ مصاہرت سے جو رشتہ استوار ہوتا ہے وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ رشتے حرام قرار پائیں۔

دو بہنوں کو جمع کرنا

۱۴۔ اسلام نے دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ٹھہرایا ہے حالانکہ زمانہ جاہلیت میں یہ جائز تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ دو بہنوں کا باہمی رشتہ محبت جس کو اسلام دائمی طور پر برقرار رکھنا چاہتا ہے ایسی صورت میں برقرار نہیں رہ سکتا جبکہ دو بہنیں آپس میں سوکنیں ہوں۔

قرآن نے دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت صراحت کے ساتھ بیان کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید یہ حکم دیا ہے کہ:

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔ "عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ جمع نہ کیا جائے اور نہ اسے اس کی خالہ کے ساتھ جمع کیا جائے۔"

جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے۔ نیز فرمایا:

إِنَّكُمْ إِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ أَرْحَامَكُمْ "اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کرو گے۔"

(ابن حبان)

اسلام نے صلہ رحمی کی سخت تاکید کی ہے لہٰذا وہ ایسی بات کو کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے جو قطع رحمی کا باعث ہو؟

شادی شدہ عورتیں

۱۵۔ شادی شدہ عورت کے لئے جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہے دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا جواز دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

(ا) شوہر کا انتقال ہو جائے یا وہ طلاق دیدے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے جس عدت کا حکم دیا ہے وہ پوری ہو جائے۔ یہ عدت سابق زوجیت کے حق میں وفا اور عورت کے لئے تحفظ کا ذریعہ ہے۔

حاملہ کے لئے عدت کی مدت وضع حمل تک ہے خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ۔

اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مطلقہ کی عدّت تین حیض ہے۔ تین حیض کی قید اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ رحم پاک ہو جائے اور سابق شوہر سے حمل قرار پانے کا جو امکان ہوتا ہے اس کے پیشِ نظر یہ حکم احتیاط کے طور پر ہے تاکہ اختلاطِ نسب سے روکا جائے۔ یہ عدّت ان عورتوں کے لئے نہیں ہے جو اس قدر کم سن یا اتنی بوڑھی ہو چکی ہوں کہ ان کو حیض نہ آتا ہو۔ ایسی عورتوں کی عدّت تین ماہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ "مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے کو روکے رکھیں۔"

(البقرۃ - ۲۲۸)

اور فرمایا:

وَاللّٰٓـئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ، وَّاللّٰٓـئِیْ لَمْ يَحِضْنَ، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

"تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کے معاملہ میں شبہ ہے تو ان کی عدّت تین مہینے ہے اور یہی عدّت ان کی بھی ہے جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدّت یہ ہے کہ وضعِ حمل ہو جائے۔"

(الطلاق - ۴)

نیز فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

"اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں۔"

(البقرۃ - ۲۳۴)

عورتوں کی ان پندرہ اصناف سے نکاح حرام ہے۔ یہ پندرہ اصناف قرآن کریم کی سورۂ نساء میں مذکور ہیں:-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ
اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ
مَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ
وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ
وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ
مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ
وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ
نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ
تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ
وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ
سَلَفَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔

(النساء ـ ۲۲ تا ۲۴)

"جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو کچھ پہلے ہو چکا۔ بے شک یہ کھلی بے حیائی ہے، ناپسندیدہ بات ہے اور نہایت برا چلن ہے۔ تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (ساسیں) اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پلی ہوں اور تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو۔ اگر ان سے تمہارا تعلق زن و شو نہ ہوا ہو تو (ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرو مگر جو کچھ پہلے ہو چکا۔ بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔ اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو قیدِ نکاح میں ہوں۔"

مشرک عورتیں

۱۶۔ مشرک عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ مشرکہ یعنی بُت پرست عورت، مثلاً عرب کی مشرک عورتیں اور ان جیسی دوسری عورتیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ	■ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن لونڈی ایک آزاد مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ تمہیں بھلی معلوم ہو۔ اور اپنی عورتیں مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بھلا لگے۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اِذن سے تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے“

(البقرۃ - ۲۲۱)

اس آیت نے واضح طور سے بیان کر دیا کہ مسلمان کا مشرک عورت سے نکاح اسی طرح جائز نہیں ہے جس طرح کہ مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں اَدیان کے درمیان اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہے۔ ایک گروہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور دوسرا آگ کی طرف۔ یہ اللہ، رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، نبوت کا انکار کرتا ہے اور آخرت کا منکر ہے ـــ رشتۂ ازدواج تو باعثِ سکون اور ذریعۂ مودت ہے۔ مگر یہ دونوں سرے جن کے درمیان کافی فاصلہ ہے کس طرح ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں ؟

کتابیہ سے نکاح

یہودی اور نصرانی کتابیہ سے نکاح ان کے اہلِ کتاب، ہونے کی بنا پر قرآن نے جائز ٹھہرایا ہے۔ اور ان کے ساتھ خصوصی معاملہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اگرچہ کہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کی ہے لیکن بہرحال وہ آسمانی مذہب کے حامل ہیں۔ اسلام نے جس طرح ان کا ذبیحہ جائز قرار دیا ہے اسی طرح ان کی عورتوں سے رشتۂ مصاہرت قائم کرنا بھی جائز ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (المائدہ - ۵)

"جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کی پاکدامن عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں"۔

اسلامی رواداری کی یہ ایک نادر مثال ہے جو مشکل سے دیگر مذاہب و ملل میں مل سکے گی۔ اسلام نے اہلِ کتاب کو کافر اور گمراہ قرار دینے کے باوجود مسلمان کے لئے جائز کر دیا ہے کہ کتابیہ اس کی بیوی اور اس کے گھر کی مالکہ ہو جس سے وہ سکون حاصل کر سکتا ہے، جو اس کی رازدار بن سکتی ہے اور جو اس کی اولاد کی ماں ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ زوجیت کے تعلق کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ (الروم - ۲۱)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودت و رحمت پیدا کی"۔

یہاں ہم اس بات پر متنبہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ دیندار مسلمان خاتون جو دین سے گہرا لگاؤ رکھتی ہو ایک مسلمان کے لئے اس مسلمان عورت سے بہتر ہے جس نے اسلام کو محض وراثت میں پایا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اَظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ (البخاری)

"دیندار خاتون سے نکاح کرو کہ یہ کامیابی کا باعث ہے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ (اگر ایسا نہ کرو)"

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مسلمان عورت خواہ وہ کیسی ہی ہو مسلمان مرد کے لئے کتابی عورت کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ نیز جب کوئی مسلمان اپنی اولاد کے عقیدہ اور تربیت کے تعلق سے ایسی بیوی کی طرف سے اندیشہ محسوس کرے تو دین کی خاطر اس سے احتیاط کرنا اور اس اندیشہ سے بچنا ضروری ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر کسی ملک میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو تو ایسی صورت میں مسلمان مردوں پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہونا چاہیے کیونکہ اس صورت میں اگر مسلمان اپنی عورتوں کو چھوڑکر کتابی عورتوں سے نکاح کریں گے جبکہ مسلمان عورتیں صرف مسلمان مردوں ہی سے نکاح کرسکتی ہیں تو گویا مسلمان لڑکیوں کو مبتلائے مصیبت کرنا ہوگا کہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور وہ تباہ ہو کر رہ جائیں۔ یہ صورت مسلم معاشرہ کے لئے سخت مضر ہے اور اس ضرر کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے کہ اس مباح چیز کو مشروط مانا جائے اور ایک وقت تک کے لئے اس پر عمل درآمد موقوف رکھا جائے۔

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح

مسلمان عورت پر غیر مسلم سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ غیر مسلم کتابی ہو یا غیر کتابی۔ اس کے لئے کسی حال میں غیر مسلم سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۔ (البقرۃ - ۲۲۱)

"اپنی عورتوں کو مشرکین کے نکاح میں نہ دو جبتک کہ وہ ایمان نہ لائیں"

اور مومن مہاجر عورتوں کے بارے میں فرمایا:

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۔ (الممتحنہ - ۱۰)

"پھر جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن عورتیں ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لئے حلال"

اور کوئی نص ایسی وارد نہیں ہوئی ہے جس میں اہل کتاب کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہو، لہٰذا مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے لیکن مسلمان عورتوں کو یہودیوں اور نصرانیوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد گھر کا مالک ہوتا ہے اور عورت کے لئے قوّام کی حیثیت رکھتا ہے نیز اس کے بارے میں جوابدہ ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے کتابیہ بیوی کو آزادئ عقیدہ کی ضمانت دی ہے اور شرعی قوانین و احکامات کے ذریعہ اس کے حقوق متعین کئے ہیں اور اس کی حرمت کا تحفظ کیا ہے۔ لیکن دیگر مذاہب۔ مثلاً یہودیت اور نصرانیت نے کسی اور مذہب سے تعلق رکھنے والی بیوی کے لئے نہ کسی قسم کی آزادی کی ضمانت دی ہے اور نہ اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کس طرح اپنی بیٹیوں کے مستقبل کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے اور ان کو ایسے لوگوں کے حوالے کر سکتا ہے جو ان عورتوں کے دین کے معاملہ میں نہ رشتہ داری کا خیال کریں اور نہ عہد کا؟

دراصل مرد کو اپنی بیوی کے عقیدہ کا احترام کرنا چاہئے تاکہ دونوں کے درمیان بہتر تعلقات قائم رہیں۔ جہاں تک مسلمان کے عقیدہ کا تعلق ہے وہ یہودیت و نصرانیت کو اپنی اصل کے اعتبار سے — ان کی تحریفات سے قطع نظر کرتے ہوئے — آسمانی مذہب خیال کرتا ہے، وہ تورات و انجیل پر ایمان رکھتا ہے اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے اُولوالعزم رسولوں کو بھی مانتا ہے۔ اس لئے کسی کتابی عورت کے لئے ایسے مرد کے پہلو میں زندگی گذارنا مشکل نہیں ہے جو اس کے اصل دین، اس کی کتاب اور اس کے نبی کا احترام کرتا ہو، اور احترام ہی نہیں بلکہ ان باتوں کو مانے بغیر ایمان ہی صحیح نہ قرار پاتا ہو۔ اس کے برخلاف یہودی اور نصرانی اسلام کا ادنیٰ اعتراف نہیں کرتے۔ نہ اسلام کی کتاب کا اور نہ اس کے رسول کا، لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مسلمان عورت اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے مرد کے زیرِ سایہ زندگی گذارے؟ جبکہ مسلمان عورت کا دین اس سے شعائر و عبادات اور فرائض و واجبات کا مطالبہ کرتا ہے اور کتنی چیزوں کو حلال اور کتنی ہی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے؟ ایسی صورت میں مسلمان عورت کے لئے اپنے عقیدہ اور اپنے دین کا تحفظ کرنا جبکہ مرد قوّام ہو کر اس کا پوری طرح منکر ہو، ایک امرِ محال ہے۔

یہاں اسلام کی اس معقولیت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس نے مسلمان کا بُت پرست مشرکہ سے نکاح کیوں حرام ٹھہرایا ہے! ۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام شرک اور بُت پرستی کا سخت مخالف ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنابریں زوجین کے درمیان سکون، مودّت اور رحمت کی صورت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟

زانی عورتیں

یہاں زانی عورتوں سے مراد قحبہ گری کرنے والی عورتیں ہیں جو علانیہ زنا کا پیشہ اختیار کرتی ہیں۔
روایت ہے کہ مرثد بن ابی مرثد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک زناکار عورت سے جس کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں ان کا تعلق تھا اور جس کا نام عناق تھا، نکاح کرنے کی اجازت طلب کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (النور ــ ۳)

"زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ کے ساتھ، اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ اہلِ ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے"۔

آپؐ نے یہ آیت انہیں سنائی اور فرمایا:

لَا تَنْکِحْهَا۔ (ابوداؤد والنسائی والترمذی) "اس سے نکاح نہ کرو"۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکدامن مومن عورتوں اور پاکدامن کتابی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح مردوں کے لئے نکاح اس شرط کے ساتھ جائز ٹھہرایا ہے کہ وہ ــ

مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ۔ (النساء ــ ۲۴) "قیدِ نکاح میں لانے والے ہوں نہ کہ بدکاری کرنے والے"۔

تو جو شخص کتاب اللہ کے اس حکم کو تسلیم نہ کرے اور اس کی پابندی قبول نہ کرے وہ مشرک ہے۔ اس سے نکاح کرنا وہی شخص پسند کر سکتا ہے جو اسی کی طرح مشرک ہو۔ لیکن جس نے اس حکم کو تسلیم کیا اور اس کی پابندی کو قبول کیا لیکن عمل اس کے خلاف کیا اور جس عورت سے نکاح حرام ہے اس سے نکاح کر لیا تو وہ زانی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۂ نور کی مذکورہ آیت درج ذیل آیت کے بعد بیان ہوئی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ (النور-۲) "زانی عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ"

یہ جسمانی سزا ہے اور وہ تادیبی سزا کیونکہ زانی یا زانیہ سے نکاح کی حرمت اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے اہم مقامات پر رہنے نہ دیا جائے، اس کی قومیت (Nationality) کو ختم کر دیا جائے یا موجودہ عرف کے لحاظ سے جو حقوق مقرر ہیں ان سے اسے محروم کر دیا جائے۔

ابن قیم فرماتے ہیں:-

"یہ حکم جو قرآن کی رو سے بالکل صریح اور واجب ہے وہ مقتضائے عقل و فطرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کے لئے یہ بات حرام ٹھہرائی ہے کہ وہ کسی فاحشہ عورت کا شوہر یا دیوث یا رفیق ہو۔ اللہ نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے وہ ایسی باتوں کو قبیح اور معیوب خیال کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کو بہت زیادہ برا بھلا کہنا ہو تو بولتے ہیں یہ فاحشہ عورت کا شوہر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے لئے حرام ٹھہرایا کہ وہ واقعی ایسا بن جائے۔

اس تحریم سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ..... عورت کا یہ گناہ شوہر کے بستر کی خرابی اور نسب کی خرابی کا موجب ہے حالانکہ اللہ نے نسب کو عظیم مصلحتوں پر قائم فرمایا ہے اور اس کو اپنی نعمتوں میں شمار کیا ہے لیکن زنا نطفہ کے اختلاط کا باعث ہے اور اس سے نسب مشتبہ ہو جاتا ہے، لہٰذا شریعت کی یہ خوبی ہے کہ اس نے زانیہ سے نکاح حرام ٹھہرایا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور اپنے رحم کو پاک نہ کرے۔ (یعنی کم از کم ایک حیض نہ آئے)۔"

(اغاثۃ اللھفان - ج ۱، ص ۶۶، ۶۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زانیہ سے نکاح کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زانیہ خبیث عورت ہوتی ہے ...... اللہ سبحانہ نے نکاح کو باعثِ مودّت ورحمت بنایا ہے۔ اور مودّت خالص محبت کا نام ہے، لہٰذا ایک خبیث عورت کس طرح ایک پاکیزہ مرد کی محبوب بیوی بن سکتی ہے ؟ زوج کو زوج اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باہم متشابہ (ہم آہنگ) ہوتے ہیں۔ لیکن طیب اور خبیث کے درمیان شرعًا اور عقلاً کامل منافرت پائی جاتی ہے اس لئے دونوں کے درمیان نہ ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہمدردی اور محبت کے جذبات۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل صحیح فرمایا ہے :

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ۔ (النور-۲۶)

"خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے"

نکاحِ مُتعہ

اسلام میں نکاح کی حیثیت ایک مضبوط عقد اور پختہ عہد کی ہے جس کی پشت پر زوجین کا ابدی زندگی گذارنے کا ارادہ کارفرما ہوتا ہے تاکہ باہم نفسیاتی سکون اور مودّت ورحمت کی فضا پیدا ہو۔ علاوہ ازیں اس کا مقصد عمرانی بھی ہے یعنی سلسلۂ تناسل کو جاری رکھنا تاکہ نوعِ انسانی کی بقا کا سامان ہو۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً۔ (النحل-۷۲)

"اور اللہ نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے"

رہا متعہ کا نکاح جو مرد کے کسی عورت سے مقررہ مدت کے لئے مقررہ اُجرت پر تعلق پیدا کرنے کا نام ہے تو وہ اس حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اس کی اجازت شریعت کی تکمیل سے پہلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سفر اور غزوات وغیرہ کے موقع پر دی گئی تھی لیکن بعد میں آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور ابدی طور پر اس کو حرام قرار دیا۔

شروع میں متعہ کو اس لئے جائز قرار دیا گیا تھا کہ مسلمان جاہلیت سے اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے عبوری دور سے گزر رہے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں زنا آسان اور عام تھا۔ جب اسلام آیا اور غزوات وجہاد کے لئے سفر کا معاملہ درپیش ہوا تو عورتوں سے دوری لوگوں پر شاق گذرنے لگی۔ مسلمانوں کے اندر ایمان کے لحاظ سے قوی اور ضعیف دونوں طرح کے لوگ تھے۔ ضعیف الایمان لوگوں کے زنا میں مبتلا ہو جانے اور بے حیائی کے راستہ پر جا پڑنے کا اندیشہ تھا، لیکن جو لوگ قوی الایمان تھے انہوں نے اپنے کو خصی کر لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ، فَقُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِيْ؟ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ وَرَخَّصَ لَنَا أَنْ نَنْكِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ إِلَى أَجَلٍ۔

(متفق علیہ)

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں اس لئے ہم نے عرض کیا کیا ہم اپنے کو خصی نہ کر لیں؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمیں اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک مدت تک کے لئے کپڑے کے عوض نکاح کر سکتے ہیں۔"

متعہ کا یہ جواز رخصت کی حیثیت رکھتا تھا تاکہ ضعیف الایمان اور قوی الایمان دونوں گروہوں کی مشکلات کا حل نکل آئے۔ اسلام مسلمان کی ازدواجی زندگی کے لئے جو شرعی قوانین بنانا چاہتا تھا اس راہ میں یہ ایک قدم تھا۔ وہ ایسی ازدواجی زندگی عطا کرنا چاہتا تھا جو نکاح کے جملہ مقاصد کو پورا کرے مثلاً پاکدامنی، رشتۂ نکاح کی مستقل حیثیت، سلسلۂ تناسل، مودت ورحمت نیز خاندان کے دائرہ کی مصاہرت (سسرال) کے ذریعہ توسیع وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس طرح قرآن نے شراب اور سُود کی حُرمت کے بارے میں تدریجاً احکام دیئے جبکہ زمانۂ جاہلیت میں اِن چیزوں کا بڑا رواج اور غلبہ تھا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرمگاہوں کی حُرمت کے سلسلہ میں بھی احکام دینے میں تدریج کا لحاظ فرمایا۔ چنانچہ مجبوری کی صورت میں متعہ کی اجازت دی لیکن بعد میں نکاح کی اس قسم کو بھی حرام قرار دیا جیسا کہ حضرت علیؓ اور صحابہ کے ایک گروہ کا بیان ہے اور صحیح مسلم نے سبرہ جُہنی سے روایت بیان کی ہے کہ :

أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَتْحِ مَكَّةَ فَأَذِنَ لَهُمْ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ قَالَ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى حَرَّمَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

" وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکّہ کے موقع پر غزوہ میں شریک تھے۔ آپؐ نے شرکائے غزوہ کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپؐ نے وہاں سے نکلنے سے پہلے ہی اسے حرام کر دیا "

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :

وَاِنَّ اللهَ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

" اللہ نے اسے قیامت تک کیلئے حرام کر دیا ہے "

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ حُرمت ایسی قطعی ہے جیسے ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کرنا یا یہ حُرمت مُردار، خون اور سوٗر کے گوشت کی طرح ہے کہ یہ چیزیں مجبوری کی صورت میں اور مشقت میں پڑنے کے اندیشہ کے پیشِ نظر جائز ہو جاتی ہیں ؟

جمہور صحابۂ کرام کی رائے میں یہ تحریم قطعی ہے جس میں رخصت کے لئے کوئی گنجائش شریعت کے اس حکم کو مستقل حیثیت دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔ البتہ ابنِ عباسؓ نے اس سے اختلاف کیا تھا۔ ان کی رائے میں مجبوری کی صورت میں جائز تھا، چنانچہ کسی نے ان سے متعہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو جائز کہا۔ ان کے غلام نے پوچھا کیا یہ حکم شدید مجبوری کی صورت میں ہے ؟ ابنِ عباسؓ نے فرمایا : جی ہاں۔ (بخاری)

لیکن جب ابنِ عباسؓ کو معلوم ہو گیا کہ لوگوں نے اس معاملہ میں کافی گنجائش پیدا کر لی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور بات مجبوری کی حد تک نہیں رہی تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دینا بند کر دیا اور اس سے رجوع کر لیا۔
(زاد المعاد ج ۴، ص ۷، بحوالۂ بیہقی)

تعددِ ازدواج

اسلام ایک ایسا دین ہے جو فطرت سے ہم آہنگ اور تمام مصائب کا علاج ہے۔ وہ انسان کو مہذب بناتا ہے اور افراط و تفریط سے باز رکھتا ہے۔ اُس کی اِس خوبی کا مشاہدہ ہم اُس کے اِس موقف سے کرتے ہیں جو اس نے تعددِ ازدواج کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے۔ اسلام نے انسانیت، فرد اور اجتماعیت سب کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمان کے لئے ایک سے زائد بیویاں کرنا جائز کر دیا ہے۔

قبلِ اسلام مختلف قوموں اور ملتوں میں بہ کثرت عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا کبھی تو ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا اور کبھی یہ تعداد بلا شرط و بلا قید سینکڑوں تک پہنچ جاتی۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس نے تعددِ ازواج کے لئے قید اور شرط عائد کر دی۔

جہاں تک قید کا تعلق ہے اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی حد مقرر کر دی۔ چنانچہ جب غیلان ثقفی نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

اِخْتَرْ مِنْهُنَّ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ۔ "ان میں سے کوئی سی چار بیویاں رکھ لو اور بقیہ کو چھوڑ دو"

(الشافعی واحمد والترمذی وابن ماجۃ وابن ابی شیبۃ والدارقطنی والبیہقی)

اسی طرح جس شخص کے پاس قبولِ اسلام کے وقت آٹھ یا پانچ بیویاں تھیں ان کو بھی آپؐ نے چار سے زیادہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (احمد واصل السنن والدارمی وابن حبان والحاکم)

رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج کا مسئلہ تو آپؐ کی زندگی میں دعوتی ضرورت اور آپؐ کے بعد اُمت کی ضرورت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خصوصی اجازت دے دی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعددِ ازواج کے جواز کے لئے عدل کی شرط

تعددِ ازواج کے لئے اسلام نے جو شرط عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے نفس پر یہ اعتماد ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان کھانے پینے، رہنے، سونے اور خرچ کرنے کے معاملہ میں عدل کرے گا لیکن جس شخص کو اپنے نفس پر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ ان حقوق کو عدل اور مساوات کے ساتھ ادا کر سکے گا اس کے لئے ایک سے زائد بیوی کرنا حرام ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ (النساء - ۳)

"لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک پر اکتفا کر لو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيلُ لِاِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَجُرُّ اَحَدَ شِقَّيْهِ سَاقِطًا اَوْ مَائِلًا۔

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ صرف ایک کی طرف مائل ہو کر رہ جائے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک بازو گر رہا ہوگا اور وہ اسے گھسیٹ رہا ہوگا۔"

(اہل السنن وابن حبان والحاکم)

جس میلان اور جھکاؤ سے اس حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے اس کا مطلب حقوق کے معاملہ میں زیادتی کرنا ہے۔ مجرد قلبی میلان مراد نہیں ہے کیونکہ یہ ناقابلِ استطاعت عدل میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے صرفِ نظر فرمایا ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ۔ (النساء - ۱۲۹)

"اور بیویوں کے درمیان تم اگر چاہو بھی تو پورا پورا عدل نہیں کر سکتے لہٰذا کسی ایک کی طرف جھک نہ پڑو۔"

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب باشی وغیرہ میں عدل کرنے کے باوجود فرماتے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ۔ (اصحاب السنن)

"خدایا یہ میری تقسیم ہے جہاں تک میرے بس میں ہے تو جو تیرے بس میں ہے اور میرے بس میں نہیں ہے اس پر گرفت نہ فرما۔"

یعنی کسی ایک بیوی کی طرف جو جذباتی اور قلبی میلان ہو جاتا ہے وہ انسان کے بس میں نہیں ہے۔ آپؐ کی یہ دُعا اسی سلسلہ میں تھی۔

جب آپؐ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے حق میں قرعہ نکل آتا اس کو ہم سفر بنا لیتے۔ یہ طریقہ آپؐ نے دلوں کی خلش کو دُور کرنے اور سب کو خوش رکھنے کے لئے اختیار فرمایا تھا۔

تعددِ ازواج کے جواز کی مصلحت

اسلام اللہ کا آخری دین ہے جس پر سلسلہ رسالت ختم ہو جاتا ہے اس لئے اسلامی شریعت بھی دوامی اور ہمہ گیر ہے جو تمام زمانوں اور تمام انسانوں کے لئے ہے۔ اس میں افراد اور گروہوں کی مجبوریوں اور ضرورتوں نیز ان کی مصلحتوں کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

بعض مردوں کو اولاد سے زبردست رغبت ہوتی ہے لیکن وہ عورت کے بانجھ یا بیمار ہونے کی وجہ سے اولاد سے محروم رہتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس عورت کے لئے باعزت اور اس شخص کے لئے بہتر طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ پہلی بیوی کو اپنے پاس رکھتے ہوئے اور اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے دوسری بیوی کر لے تاکہ اس کی اولاد کی خواہش پوری ہو؟

بعض مردوں کی قوتِ باہ شدید ہوتی ہے اور ان پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے لیکن بیوی کو مرد سے رغبت نہیں ہوتی یا وہ بیمار رہتی ہے یا اس کے حیض کی مدت طویل ہوتی ہے اور مرد عورت کے معاملہ میں زیادہ صبر نہیں کر سکتا تو کیا ایسی صورت میں کسی گرل فرینڈ (Girl Friend) کو تلاش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بجائے دوسری بیوی کر لینا بہتر نہ ہوگا؟

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور سے جنگ کے ایام میں تو کتنے ہی ممتاز افراد اور نوجوانوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر سماج کی مصلحت اور خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر زوجیت کی زندگی سے محروم اور کنواری بڑھیائیں ہو کر رہ جانے کے مقابلہ میں سوکن کی حیثیت سے رہنے کو ترجیح دیں کہ یہ سکون، مودت اور پاکدامنی کی زندگی ہے اور اس طرح اسے ماں بن جانے کا شرف بھی حاصل ہو سکتا ہے اور درحقیقت ایسی ہی زندگی ان کی فطرت کی آواز ہے۔

نکاح کی استطاعت رکھنے والے مردوں کی تعداد کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد جب بڑھ جائے تو وہ تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر سکتی ہیں:۔

۱۔ یا تو وہ پوری عمر محرومی کی تلخیوں میں گذار دیں۔

۲۔ یا ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ مردوں کے لئے کھیل تماشا بن جائیں۔

۳۔ یا یہ کہ ان کا نکاح ایسے شادی شدہ مردوں کے ساتھ جائز قرار دیا جائے جو نفقہ ادا کرنے پر قادر ہوں اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکتے ہوں۔

بے شک یہی آخری طریقہ ایک عادلانہ حل اور نسخۂ شفا ہے اور اسلام نے اسی کا حکم دیا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ. (المائدہ۔ ۵۰) "جو لوگ اللہ پر یقین کرنے والے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے؟"

یہ ہے تعددِ ازواج کی حقیقت جس کے سلسلہ میں مسیحی مغرب مسلمانوں پر اعتراض کرتا ہے جبکہ ان لوگوں کا اپنا حال یہ ہے کہ انہوں نے مردوں کے لئے تعددِ معشوقات اور تعددِ محبوبات کو بلا تحدید اور کسی قسم کی قانونی یا اخلاقی پابندی کو تسلیم کئے بغیر جائز کر لیا ہے۔ اس لادینی اور لا اخلاقی کا ثمرہ انہیں جس (حرام) اولاد کی شکل میں مل رہا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر غور فرمائیے کہ کس گروہ کی بات وزنی ہے اور کون راہِ راست پر گامزن ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زوجین کے باہمی تعلقات

قرآنِ کریم نے نکاح کے مقاصد نہایت مہتم بالشان طریقہ پر بیان کئے ہیں۔ یہ وہ ستون ہیں جن پر ازدواجی زندگی کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ جنسی اضطراب کی جگہ زوجین کے درمیان پیار و محبت اور سکونِ نفس، بیوی اور شوہر کے خاندانوں کے درمیان مودّت و الفت کے تعلقات، انسانی ہمدردی اور مشفقانہ جذبات کا مکمل ظہور اور والدین کی حیثیت میں اولاد کے ساتھ جذباتی وابستگی وغیرہ وہ مقاصد ہیں جو رشتۂ نکاح کے ذریعہ مطلوب ہیں۔ ان مقاصد کی طرف سورۂ روم کی درج ذیل آیت اشارہ کر رہی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ (الروم۔ ۲۱)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان مودّت و رحمت پیدا کی۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔"

مذکورہ مقاصد کے علاوہ قرآن نے حسّی پہلو اور زوجین کے درمیان جسمانی تعلق کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ اس معاملہ میں بھی بالکل سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی ہے جس پر چل کر انسان گندے اور غلط طریقوں سے بچتے ہوئے اپنی فطری خواہش کو پورا کر سکتا ہے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ یہودی اور مجوسی عورتوں سے حالتِ حیض میں کنارہ کشی اختیار کرنے کے معاملہ میں بڑا غلو کرتے تھے اور نصاریٰ حیض کی پرواہ کئے بغیر عورتوں سے مجامعت کرتے تھے۔ رہے اہلِ جاہلیت تو وہ حائضہ کے ساتھ نہ کھاتے پیتے تھے اور نہ اُٹھتے بیٹھتے تھے بلکہ اس کو گھر سے باہر نکال دیتے تھے۔ ان کا سلوک بالکل یہودیوں اور مجوسیوں جیسا تھا۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر بعض مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حائضہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے ؟ اس معاملہ میں حلال کیا ہے اور حرام کیا ؛ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی :

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۔	" وہ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو وہ گندگی ہے ۔ اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جس طرح کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے "

(البقرۃ - ۲۲۲)

حیض میں عورتوں سے علٰحدہ رہنے کا مطلب بعض بدؤں نے یہ سمجھا کہ ان کے ساتھ رہنا سہنا جائز نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا :

" میں نے تمہیں عورتوں سے حالتِ حیض میں مجامعت سے باز رہنے کا حکم دیا تھا۔ عجمیوں کی طرح انہیں گھر سے نکالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب یہودیوں نے یہ بات سُنی تو کہا ، اس شخص نے ہر معاملہ میں ہماری مخالفت کرنے کی ٹھان لی ہے "

(تفسیر رازی ۔ ج ۶ ، ص ۶۶)

مسلمان اپنی بیوی سے حالتِ حیض میں متمتع ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ حیض کی جگہ سے دُور رہے۔ اس طرح اسلام نے ــــ جیسا کہ اس کا مستقل اصول ہے ــــ دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال کا موقف اختیار کیا یعنی حائضہ سے اس قدر دُوری بھی نہیں کہ اس کو گھر سے نکال دیا جائے اور اس حد تک اختلاط بھی نہیں کہ مجامعت کو جائز سمجھ لیا جائے ۔

جدید علمِ طب نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ حیض کے خارج شدہ خون میں ایک قسم کا مسموم مادہ ہوتا ہے جو اگر جسم کے اندر رہ جائے تو مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح حالتِ حیض میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جماع سے اجتناب کرنے کے راز پر سے بھی پردہ اُٹھا دیا ہے چنانچہ عورت کے صنفی اعضاء دوران حیض خون کے مجتمع ہونے کی وجہ سے سکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اعصاب داخلی غدود کے سیلان کے باعث حالت اضطراب میں ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں جنسی اختلاط اس کے لئے مضر ہوتا ہے اور کبھی حیض کی رُکاوٹ کا سبب بن جاتا ہے جس سے اسے عصبی تکلیف ہوتی ہے اس کے علاوہ بعض اوقات صنفی اعضاء میں سوزش بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ ہو الاسلام والطب الحدیث۔ از ڈاکٹر عبد العزیز اسمٰعیل مرحوم)

دُبر سے اجتناب

عورتوں سے جسمانی تعلق کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ (البقرۃ۔ ۲۲۳)

"عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے مستقبل کا سامان کرو اور اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ تمہیں اس سے لازماً ملنا ہے۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری سُنا دو۔"

مذکورہ آیت کے سببِ نزول اور اس کی حکمت پر علاّمۂ ہند شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

"یہودیوں نے طریقۂ مباشرت کے سلسلہ میں کسی آسمانی حکم کے بغیر خواہ مخواہ تنگی پیدا کر لی تھی۔ اور انصار وغیرہ جو اُن سے قریب رہتے تھے ان ہی کے طریقہ کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ جب آدمی پُشت کی جانب سے مجامعت کرتا ہے تو اولاد بھینگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ یعنی مجامعت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگلے حصّہ ہی میں کی جائے خواہ اس کا طریقہ آگے کی جانب سے آنے کا ہو یا پیچھے کی جانب سے آنے کا۔ طریقۂ مباشرت کا کوئی تعلق تمدنی یا ملّی مصلحت سے نہیں ہے۔ رہی ذاتی مصلحت تو انسان اپنی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس معاملہ میں یہودیوں کی تنگ نظری ان کی موشگافیوں کا نتیجہ تھی اس لئے اس کو رد ہی کیا جانا چاہیے تھا۔"

(حجۃ اللہ البالغۃ ۔ ج ۲، ص ۱۳۶)

دین نے اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وہ مباشرت کے طریقوں اور اس کی کیفیتوں کی تحدید کرے۔ اس کی نظر میں اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور یہ جان لے کہ اسے اللہ سے بہرحال ملنا ہے اور اس تصور کے پیش نظر وہ دُبر سے اجتناب کرے کیونکہ وہ گندی جگہ ہے اور یہ فعلِ خبیث لواطت کے مشابہ ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ شریعت اسے ممنوع قرار دیتی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِيْ اَدْبَارِهِنَّ ۔ "عورتوں کے دُبر میں صحبت نہ کرو۔"

(احمد والترمذی وابن ماجہ والنسائی)

اور جو شخص عورت کے دُبر میں صحبت کرتا ہے اس کو آپؐ نے

هُوَ اللُّوْطِيَّةُ الصُّغْرٰى ۔ (احمد والنسائی) "یہ بھی ایک قسم کی لواطت ہے۔"

سے تعبیر فرمایا۔

انصار کی ایک عورت نے آپؐ سے پوچھا کہ پشت کی جانب سے اگلے حصّہ میں مجامعت کرنے کا کیا حکم ہے تو آپؐ نے آیت نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تلاوت فرمائی۔ (احمد)

اور حضرت عمرؓ نے پوچھا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكْتُ، قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ؟ "یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا کیا بات ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِي الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ السَّابِقَةُ فَقَالَ لَهٗ اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الْحَيْضَةَ وَالدُّبُرَ۔ (احمد والترمذی)

حضرت عمرؓ نے کہا گذشتہ شب میں نے اپنی سواری کا رُخ بدل دیا۔ یعنی پشت کیطرف سے مجامعت کرلی ۔ آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: آگے سے آؤ یا پیچھے سے مگر حیض اور دُبر میں مجامعت کرنے سے اجتناب کرو۔

زن و شوئی کے رازوں کی حفاظت

قرآن نے نیک بیویوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ (النساء۔ ۳۴)

"فرمانبردار اور اللہ کی حفاظت کے تحت رازوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں"

جن پوشیدہ باتوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے ان میں زوجین کے درمیان خصوصی تعلّق رکھنے والی باتیں بھی شامل ہیں۔ ان رازدارانہ باتوں کا تذکرہ دوستوں اور سہیلیوں کی مجلسوں اور انجمنوں میں کرنا صحیح نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلَ يُفْضِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا۔

(مسلم وابوداؤد)

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جو عورت سے اپنی حاجت پوری کرلیتا ہے اور بعد میں اس کے راز افشاء کرتا ہے"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو ہماری طرف رُخ کرکے فرمایا بیٹھے رہو اور سُنو۔ کیا تم میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو دروازہ بند کرلیتا ہے اور پردہ ڈال دیتا ہے، پھر جب باہر نکلتا ہے تو لوگوں سے بیان کرتے پھرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ کے اس سوال کا جواب کسی نے نہیں دیا........ پھر آپؐ نے عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم میں بھی ایسی عورتیں ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتی ہوں ؟ ایک نوعمر لڑکی نے جو اپنے گھٹنوں کے بل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور آپؐ کا کلام سُننے کی کوشش کر رہی تھی کہا قسم بخدا .... مرد بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔ آپؐ نے فرمایا :

هَلْ تَدْرُوْنَ مَا مَثَلُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ؟ اِنَّ مَثَلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ شَيْطٰنٍ وَّشَيْطَانَةٍ لَقِيَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ بِالسِّكَّةِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ مِنْهَا وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ۔

"جانتے ہو جو شخص ایسی باتیں کرتا ہے اس کی مثال کیسی ہے ؟ اس کی مثال شیطان یا شیطانہ جیسی ہے جو اپنی بیوی سے سرِ راہ ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کرتا ہے، درآنحالیکہ لوگ یہ (تماشا) دیکھ رہے ہوتے ہیں ۔"

(احمد وابوداؤد والبزار)

یہ مثال ایک مسلمان کے لیے اس لحاظ سے بہت کافی ہے کہ وہ اس قسم کی حماقتوں سے متنفر ہو جائے کیونکہ یہ نہایت ذلیل حرکت ہے اور کوئی مسلمان شیطان یا شیطانہ بننا پسند نہیں کر سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاندانی منصوبہ بندی

(Family Planing)

نوعِ انسانی کا بقاء ازدواج کا اوّلین مقصد ہے اور اس بقاء کا انحصار سلسلۂ تناسل کے جاری رہنے پر ہے۔ اسی لئے اسلام نے افزائشِ نسل کو نہایت پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسلام کی نظر میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب خیر و برکت کا باعث ہیں لیکن اس کے ساتھ اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ معقول وجوہ اور قابلِ لحاظ ضرورتوں کی بنا پر خاندانی منصوبہ بندی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ عہدِ رسالت میں سلسلۂ پیدائش کو روکنے یا کم کرنے کے لئے عَزل ــــ یعنی انزال کے وقت منی رحم کے باہر خارج کرنے ــــ کا طریقہ رائج تھا۔ صحابہ کرامؓ عہدِ رسالت میں اس طریقہ کو اختیار کرتے تھے، چنانچہ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ۔

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے درانحالیکہ قرآن نازل ہو رہا ہوتا"۔

اور صحیح مسلم میں ہے:

كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا۔

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ جَارِيَةً وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا وَإِنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ

"ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک لونڈی ہے جس سے میں عزل کرتا ہوں۔ مجھے اس سے وہی رغبت ہے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَحْمِلَ وَاَنَا اُرِيْدُ مَا يُرِيْدُ الرِّجَالُ وَاِنَّ الْيَهُوْدَ تُحَدِّثُ اَنَّ الْعَزْلَ الْمَوْؤُدَةُ الصُّغْرٰى۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ، لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّخْلُقَهٗ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَصْرِفَهٗ۔

(اصحاب السنن)

مردوں کو عورتوں سے ہوتی ہے۔ لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ یہود عزل کو موؤدہ صغریٰ (ایک درجہ میں قتلِ اولاد) سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہود غلط کہتے ہیں۔ اگر اللہ بچہ پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو ٹال نہیں سکتے۔"

آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عزل کرنے کے باوجود ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ منی کا قطرہ نکل کر رحم میں پہنچ جاتا ہے اور لاعلمی میں حمل ٹھہر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں عزل کا ذکر چھڑ گیا تو ایک شخص نے کہا کہ لوگ اسے موؤدہ صغریٰ سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا، موؤدہ (زندہ درگور کرنا بالفاظِ دیگر قتلِ اولاد) کا اطلاق اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ جنین سات اطوار سے گذر جائے۔ منی کا خلاصہ نطفہ بن جائے پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈیاں پھر گوشت پوست۔ اور ان سب مدارج سے گذرنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "آپ نے بالکل صحیح کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے۔"

خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کی صورتیں

خاندانی منصوبہ بندی کا جواز چند ضرورتوں کی بنا پر ہے۔ ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ماں کی زندگی یا صحت کو مرض یا زچگی کی وجہ سے خطرہ لاحق ہو۔ یہ بات تجربہ سے معلوم ہو جائے یا قابلِ اعتماد ڈاکٹر بتا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (القرآن) "اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ "اپنے کو ہلاک نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے"

(القرآن)

دوسری ضرورت یہ ہے کہ دُنیوی حرج میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کے نتیجہ میں دینی حرج پیدا ہو جائے اور آدمی اولاد کی خاطر حرام چیز کو قبول کرنے اور ناجائز باتوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ-۱۸۵)

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا"

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ۔ (المائدہ-۶)

"اللہ تم پر تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا"

تیسری ضرورت اولاد کی صحت کے خراب ہو جانے یا ان کی صحیح تربیت نہ ہونے کا احتمال ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِيْ۔ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا - اَوْ قَالَ - عَلٰى اَوْلَادِهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ ضَارًّا اَلضَّرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ۔

"اُسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا بچہ کو — یا یہ کہا کہ بچوں کو — نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے۔ آپ نے فرمایا: اگر نقصان پہنچنے کی بات صحیح ہوتی تو فارس و روم والوں کو ضرور نقصان پہنچتا"

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک افراد کا یہ طرزِ عمل اُمت کے لئے بحیثیتِ مجموعی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مُضر نہیں تھا اور مُضر نہ ہونے کی دلیل یہ تھی کہ فارس و رُوم کی قوموں کو جو اس وقت کی بڑی طاقتور حکومتیں تھیں، اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

شرعًا جو ضرورتیں معتبر ہیں ان میں سے ایک ضرورت یہ ہے کہ دودھ پیتے بچہ کو نئے حمل کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں اس بات کا امکان ہے کہ ماں کا دودھ خراب ہو جائے اور بچہ کمزور ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو ایسی باتیں اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے جو اُمت کے حق میں مفید ہوں اور ان باتوں کو اختیار کرنے سے منع فرماتے تھے جو اُمت کے حق میں مضر ہوں۔

چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے:

لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَاِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فِيْهِ عَثْرَه۔ (ابوداؤد)

"اپنی اولاد کو خفیہ طریقہ پر ہلاک نہ کرو کیونکہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنے سے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے۔"

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت حُرمت کے درجہ میں نہیں فرمائی کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں دوسری قوموں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا اور انہیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ نیز اگر دودھ پلانے کی وجہ سے جماع کی قطعی ممانعت کر دی جاتی تو ان کے شوہروں کو اس سے تکلیف ہوتی جبکہ دودھ پلانے کا سلسلہ دو سال تک جاری رہتا ہے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ ثُمَّ رَاَيْتُ فَارِسَ وَالرُّوْمَ يَفْعَلُوْنَهٗ وَ لَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ شَيْئًا۔ (مسلم)

"میں چاہتا تھا کہ دودھ پیتے بچوں کی ماؤں سے مباشرت کرنے سے منع کروں لیکن فارس اور روم کے لوگوں کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور ان کے بچوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"

ابنِ قیم رحمۃ اللہ نے اِن دونوں حدیثوں میں تطابق کی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں پہلو تھے۔ ایک یہ کہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں اس کی ماں سے مباشرت بچے کے حق میں نقصان دہ ہوگی اگرچہ کہ یہ نقصان بچے کو قتل کرنے یا ہلاک کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ تاہم نقصان کے اندیشے کے پیشِ نظر آپؐ نے ممانعت فرمائی لیکن یہ ممانعت حُرمت کے درجہ میں نہیں تھی۔ پھر آپؐ نے سدِّ ذریعہ کے طور پر اس سے روکنا چاہا لیکن دوسرا پہلو آپؐ کے سامنے یہ آیا کہ اس ذریعہ کا انسداد اس مفسدہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا جو مدتِ رضاعت میں مباشرت کی ممانعت کی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے۔ خاص طور سے نوجوانوں اور اربابِ شہوت کے مفسدہ میں مبتلا ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا آپؐ کی رائے یہ ہوئی کہ یہ مصلحت سدِّ ذریعہ کے مفسدہ کے مقابلہ میں راجح ہے۔ نیز اس دور کی دو بڑی قوموں کا طرزِ عمل بھی پیشِ نظر تھا جو اس سے احتراز نہیں کرتی تھیں۔ ان امور کے پیشِ نظر آپؐ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی"۔

(مفتاح دار السعادۃ۔ ص ۶۲۰۔ زاد المعاد۔ ج ۴، ص ۶۶)

ہمارے زمانہ میں منعِ حمل کے نئے نئے ذرائع ایجاد[1] ہوئے ہیں جن کو استعمال کرکے اس مصلحت کا تحفظ کیا جاسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر تھی یعنی دودھ پیتے بچے کو نقصان پہنچنے سے بچانا اور اس مفسدہ سے بھی بچانا جو دورانِ رضاعت مباشرت کی ممانعت کی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ مؤلف کی یہ بحث فیملی پلاننگ سے متعلق ہے نہ کہ نس بندی سے متعلق اس لئے اس کو نس بندی کے جواز پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔ نس بندی درحقیقت خلق اللہ میں تبدیلی ہے، اس لئے اس کا گناہ اور ناجائز ہونا بالکل واضح ہے الا یہ کہ آدمی کے لئے جبر و اضطرار کی صورت پیدا ہوجائے ——————— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِس کی روشنی میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں دو ولادتوں کے درمیان کی مثالی مدت اُس شخص کے لئے جو رضاعت کی تکمیل کرنا چاہتا ہو تیس یا تینتیس مہینے ہے۔

امام احمد کے نزدیک عزل جائز ہے بشرطیکہ بیوی کی اجازت سے کیا جائے کیونکہ اولاد اور تلذذ دونوں میں اس کا حق ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا۔

اِس سے اسلام کا وہ ممتاز نقطۂ نظر نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جو اس نے عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں ایسے زمانہ میں اختیار کیا جبکہ لوگ حقوقِ نسواں سے بالکل آشنا نہ تھے۔

اِسقاطِ حمل

اسلام نے مانع حمل طریقے اختیار کرنا ایسی صورت میں جائز ٹھہرایا ہے جبکہ ضرورت اس کی متقاضی ہو لیکن جب حمل قرار پا چکا ہو تو اس کو نقصان پہنچانا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفخ رُوح کے بعد جنین کا اسقاط حرام اور جرم ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ صورت جنین کے حق میں جو ایک زندہ وجود اور اپنی ساخت میں کامل ہے صریح ظلم ہے۔ اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ حمل ساقط کرانے کی صورت میں اگر جنین زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو دِیت لازم آئے گی اور اگر جنین مُردہ پیدا ہو گیا تو جرمانہ ادا کرنا ہو گا جس کی مقدار دیت سے کم ہو گی۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ جب قابلِ اعتماد ذرائع سے یہ اندازہ ہو جائے کہ جنین کو بچانے کی صورت میں لامحالہ ماں کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور اِسقاط کے سوا کوئی دوسری صورت جان بچانے کی ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسقاط ضروری ہو جاتا ہے۔ شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ دو ضرر رساں چیزوں میں سے کم ضرر رساں چیز کو اختیار کیا جائے۔ اس قاعدے کے بپیشِ نظر بچہ کی جان کو بچانے کی خاطر ماں کی زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ ماں کی زندگی اصل ہے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا حق مقدم ہے۔ لہٰذا اس کی زندگی کو جنین کی زندگی پر ہرگز قربان نہیں کیا جا سکتا۔
(فتاویٰ شیخ شلتوت ۲۶۴)

اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ :-

"منع حمل اور اسقاط میں فرق کیا جانا چاہیے۔ منع حمل قتلِ اولاد کے مترادف نہیں ہے کیونکہ قتلِ اولاد کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ بچہ وجود میں آچکا ہو۔ بچے کے وجود میں آنے کے کئی مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ رحم میں نطفہ قرار پا جائے اور اس میں زندگی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ایسی صورت میں اس کو ضائع کرنا گناہ کا کام ہے۔ پھر جب خون کا لوتھڑا بن جائے تو اس کو ضائع کرنا اس سے زیادہ گناہ کی بات ہے۔ اور جب اس میں رُوح پھونکی جا چکی ہو اور وہ صحیح الخلقت انسان بن گیا ہو تو اس کو ضائع کرنا گناہ میں مزید اضافہ کا موجب ہے اور حد درجہ گناہ یہ ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد قتل کر دیا جائے۔"

(اِحیاءُ العلُوم ۔ کتاب النکاح)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زوجین کے معاشرتی حقوق

نکاح وہ پختہ عہد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان ذریعۂ ارتباط بنایا ہے۔ دونوں میں سے ہر فرد نکاح کے بعد زوج کہلاتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کا جوڑ ہوتا ہے اور اپنے دل میں اس کے درد کی چوٹ محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بندھن کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ "وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔"

(البقرۃ ۔ ۱۸۷)

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ زوجین کو باہم متحد، ایک دوسرے کی ستر پوشی کرنے والا، ایک دوسرے کا حامی اور ایک دوسرے کے لئے باعث زینت ہونا چاہیے۔ گویا دونوں کے ایکدوسرے پر حقوق ہیں جن کو بغیر کسی کوتاہی کے ادا کرنا چاہیے۔ یہ حقوق مساوی ہیں بجز اُن باتوں کے جو مردوں کے ساتھ ان کی فطرت کے لحاظ سے مخصوص ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۔ "عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔"

(البقرۃ ۔ ۲۲۸)

یہ درجہ قوام اور ذمہ دار و جوابدہ ہونے کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ ۔ "یہ کہ انہیں اپنے ساتھ کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ، اس کے چہرہ پر نہ مارو اور نہ اسے بُرا بھلا کہو اور اسے اس کے گھر کے سوا کہیں نہ چھوڑو۔"

(ابوداؤد وابن حبان)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِس لئے کسی مسلمان شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے نانِ نفقہ اور پوشش کی طرف سے بے اعتنائی برتے۔ حدیث میں ہے:

کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ۔ (ابوداؤد والنسائی والحاکم)

"آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ جن کے نان نفقہ کی اس پر ذمہ داری ہے اُن کی طرف سے وہ بے پرواہ ہو جائے۔"

اسلام شوہر کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی بیوی کے مُنھ پر مارے کیونکہ یہ انسانی احترام کے خلاف ہے اور اس سے جسم کے اشرف حصّہ کو جس میں جسم کے جملہ محاسن جمع ہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ گو نافرمان اور سرکش بیوی کو وقتِ ضرورت بغرضِ تادیب مارنا جائز ہے لیکن اس طرح زدوکوب کرنا کہ اسے اذیت پہنچے یا اس کے چہرہ کو مار لگے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بیوی کو بُرا بھلا کہا جائے اور اذیت دہ باتیں کی جائیں یا ایسی باتیں کی جائیں جو اسے ناگوار ہوں یا مثلاً یہ کہا جائے کہ اللہ تیرا بُرا کرے وغیرہ۔

رہا شوہر کا حق بیوی پر تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ اَنْ تَاْذَنَ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَھُوَ کَارِہٌ وَلَا تَخْرُجَ وَھُوَ کَارِہٌ وَلَا تُطِیْعُ فِیْہِ اَحَدًا، وَلَا تَعْتَزِلُ فِرَاشَہٗ وَلَا تَضْرِبُہٗ فَاِنْ کَانَ ھُوَ اَظْلَمَ فَلْتَاْتِہٖ حَتّٰی تُرْضِیَہٗ، فَاِنْ قَبِلَ مِنْھَا فَبِھَا وَنِعْمَتْ وَقَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَھَا وَاَفْلَجَ حُجَّتَھَا، وَاِنْ ھُوَ لَمْ یَرْضَ فَقَدْ اَبْلَغَتْ عِنْدَ اللّٰہِ عُذْرَھَا۔ (الحاکم)

"جو عورت اللہ پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں اس شخص کو آنے کی اجازت دیدے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو اور نہ اس کی مرضی کے بغیر وہ باہر نکلے اور نہ اس معاملہ میں کسی کی بات مانے اور نہ اپنے شوہر کے بستر سے الگ رہے اور نہ اس کو مارے۔ اگر شوہر ظالم ہو تو اپنی حد تک اسے خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کی یہ خدمت شوہر نے قبول کرلی تو فبہا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا اور اس کا برسرِ حق ہونا ظاہر فرمائے گا۔ اور اگر شوہر راضی نہ ہوا تو اللہ کے حضور اس کا عذر پہنچ ہی جائے گا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میاں بیوی کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں صبر کرنا چاہئے

مسلمان شوہر کو اپنی بیوی کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرنا چاہئے اور انسان میں انسان ہونے کی حیثیت سے جو نقائص ہوتے ہیں اور عورتوں میں نسوانیت کی بنا پر جو کمزوریاں ہوتی ہیں ان کو برداشت کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ اسی طرح بیوی کی برائیوں کے مقابلہ میں اچھائیوں اور عیوب کے مقابلہ میں اس کی خوبیوں پر نظر رکھنا چاہئے۔ حدیث میں ہے:

لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ سَخِطَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا غَیْرَهٗ۔ (مسلم)

"کوئی مومن کسی مومنہ سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس میں ایک خصلت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری خصلت پسندیدہ ہوگی"

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ (النساء - ۱۹)

"اُن کے ساتھ بھلے طریقہ سے رہو۔ اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو"

اسلام نے جس طرح شوہر کو بیوی کی ناگوار باتوں پر صبر و تحمل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے اسی طرح بیوی کو بھی یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو ممکن حد تک خوش رکھنے کی کوشش کرے اور اپنے شوہر کو ناراضگی کی حالت میں چھوڑ کر شب بسر نہ کرے۔ حدیث میں ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُھُمْ فَوْقَ رُءُوْسِھِمْ شِبْرًا۔ رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَھُمْ لَهٗ کَارِھُوْنَ، وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَلَیْھَا سَاخِطٌ، وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ۔ (ابن ماجۃ و ابن حبان)

"تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھر بھی اوپر نہیں اٹھتی۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرے درانحالیکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسرے وہ عورت جو اس حال میں شب بسر کرے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تیسرے وہ دو بھائی جو ایک دوسرے سے لڑیں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی اور نزاع کی صورت میں

مرد گھر کا سردار اور خاندان کا سرپرست ہے اس بنا پر کہ اس کی تخلیق اسی طرز پر ہوئی ہے اور اس کے اندر اس کی استعداد پائی جاتی ہے اور کارگہِ حیات میں اس کی حیثیت بھی یہی کچھ ہے نیز وہ مہر اور نان نفقہ کا ذمہ دار ہے لہٰذا عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے خروج اختیار کرے اور اس سے سرکشی کرے ورنہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تعلقات خراب ہو جائیں گے اور سفینۂ بیت ڈانواڈول ہونے لگے گا اور عجب نہیں کہ کسی ناخدا کے نہ ہونے کی وجہ سے غرق ہو جائے۔

شوہر جب دیکھ لے کہ بیوی کی طرف سے نافرمانی کا صدور ہو رہا ہے اور بیوی اس کے خلاف سر اٹھا رہی ہے تو کلماتِ خیر، مؤثر نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے ذریعہ اس کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے۔ لیکن جب نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو اس کو اس کے بستر پر چھوڑ دے تاکہ نسوانی جذبات اُبھر آئیں اور فرمانبرداری کرنے لگے۔

اور اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو پھر اس پر ہاتھ اُٹھا سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں اذیت دہ حد تک زدوکوب کرنے اور چہرے پر مارنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بعض عورتوں کے لئے بعض حالات میں یہی علاج کارگر ہوتا ہے۔ مارنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوڑے یا لکڑی وغیرہ سے مارنا بلکہ اس کی نوعیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ آپؐ نے اپنے ایک خادم سے جس نے کسی کام کے سلسلہ میں آپؐ کو غصہ دلایا تھا فرمایا کہ:

لَوْلَا الْقِصَاصُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاَوْجَعْتُكَ بِهٰذَا السِّوَاكِ۔ "اگر قیامت کے دن بدلہ نہ لیا جانے والا ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مارتا"

(طبقاتِ ابنِ سعد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زدوکوب کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عَلَامَ يَضْرِبُ اَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ اَنْ يُجَامِعَهَا فِي اٰخِرِ الْيَوْمِ ۔ (احمد)

"تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کیوں پیٹتا ہے جس طرح غلاموں کی پٹائی ہوتی ہے؛ اور اس کے بعد شاید وہ رات میں اس سے مجامعت بھی کرلے"

جو لوگ عورتوں کو مارتے ہیں ان کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے:

لَا تَجِدُوْنَ اُولٰئِكَ خِيَارَكُمْ ۔ "ایسے لوگوں کو تم اپنے میں بہتر نہ پاؤ گے"

(فتح الباری بحوالہ احمد، ابی داؤد ونسائی)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

"آپؐ کا یہ ارشاد کہ تم میں جو لوگ اچھے ہوں گے وہ کبھی اپنی بیویوں کو نہیں ماریں گے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کو مارنا فی الجملہ جائز ہے جس کا مناسب موقع اس وقت ہے جبکہ شوہر بیوی میں کوئی ایسی ناگوار بات دیکھ لے جس میں اس کی اطاعت کرنا اس پر واجب ہے۔ ایسی صورت میں وہ اسے تادیباً مار سکتا ہے۔ البتہ اگر دھمکی وغیرہ سے کام چل سکے تو اچھا ہی ہے اور جب ذو معنی الفاظ استعمال کرنے سے کام چلتا ہو مار پیٹ سے احتراز کرنا چاہئے کیوں کہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہ حُسنِ معاشرت کے خلاف ہے، حالانکہ حسنِ معاشرت ازدواجی زندگی میں اصالۃً مطلوب ہے۔ اِلّا یہ کہ کسی ایسے معاملہ میں اسے مارنا پڑے جو اللہ کی نافرمانی سے تعلق رکھتا ہو نسائی نے حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَةً لَهُ وَلَا خَادِمًا قَطُّ وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا خادم کو کبھی نہیں مارا اور نہ کسی اور شخص پر کبھی اپنا ہاتھ اُٹھایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَوْ تُنْتَھَکُ حُرُمَاتُ اللہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ۔	ہاں اللہ کی راہ میں یا حرماتِ الٰہی کی بےحرمتی کی وجہ سے اللہ کی خاطر کسی کو سزا دی ہو تو یہ اور بات ہے۔"

(فتح الباری ــ ج ۹ ــ ص ۲۴۹)

لیکن اگر یہ سب باتیں غیر مؤثر ثابت ہو جائیں اور اختلافات کی خلیج وسیع ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اسلامی معاشرہ اور اہل الرائے اور اصحابِ خیر کو اس میں مداخلت کر کے اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ شوہر کے اہل میں سے ایک حَکَم اور بیوی کے اہل میں سے ایک حَکَم جو خیر پسند ہو مقرر کر لیں۔ اگر انہوں نے میاں بیوی کو ملانا اور خرابی کی اصلاح کرنا چاہا تو اللہ ان کے درمیان ضرور موافقت پیدا کرے گا۔ اِن اُمور کے سلسلہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا ــ اِنَّ اللہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللہُ بَیْنَھُمَا۔ اِنَّ اللہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔ (النساء ــ ۳۴، ۳۵)	"جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو، ان کو ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو۔ یقین جانو کہ اللہ بالاتر اور بہت بڑا ہے۔ اور اگر تمہیں دونوں کے درمیان افتراق کا اندیشہ ہو تو ایک حَکَم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ اگر دونوں اصلاح کے طالب ہوئے تو اللہ ان کے درمیان سازگاری پیدا کر دیگا۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔"

صرف ایسی صورت میں طلاق جائز ہو جاتی ہے

ان تمام صورتوں اور تمام کوششوں کے ناکام ہو جانے کے بعد شوہر کے لئے جائز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے کہ وہ بہ تقاضائے ضرورت آخری چارۂ کار تلاش کرے جسے اسلام نے مشروع قرار دیا ہے تاکہ مشکلات کا حل نکل آئے...... اور یہ آخری چارۂ کار طلاق ہے۔ اسلام نے اس طریقہ کو اختیار کرنے کی اجازت بکراہت دی ہے۔ اسے نہ مندوب قرار دیا ہے اور نہ مستحب بلکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔ (ابوداؤد)

"اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے"

مَا أَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ۔ (ابوداؤد)

"اللہ نے طلاق سے زیادہ کسی ناپسندیدہ چیز کو حلال نہیں قرار دیا"

اور طلاق کا حلال مگر ناپسندیدہ ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ طلاق ایک رُخصت ہے جسے ضرورۃً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسے ایسی صورت میں اختیار کیا جا سکتا ہے جبکہ گھریلو زندگی متاثر ہو جائے اور زوجین کے دلوں میں نفرت بیٹھ جائے اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ حدودُ اللہ پر قائم رہ سکیں اور حقوقِ زوجیت ادا کر سکیں۔ بقول کسے جب وِفاق کی کوئی صورت نہ رہی تو فراق ہی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ۔ (النساء۔ ۱۳۰)

"اگر دونوں جُدا ہو جائیں گے تو اللہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے نیاز کر دے گا"

اسلام سے قبل طلاق کا طریقہ

طلاق کو اسلام ہی نے تنہا جائز نہیں قرار دیا ہے بلکہ اسلام سے پہلے پوری دنیا میں طلاق کا طریقہ رائج تھا بجز ایک دو قوموں کے۔ مرد جب عورت پر غصہ ہو جاتا، کسی معقول وجہ سے یا ناحق، تو اسے اس کے مکان سے باہر نکال دیتا اور عورت اپنی مدافعت میں کچھ نہ کر سکتی۔ نہ اس سے اس کا کوئی معاوضہ لے سکتی تھی اور نہ اس کو اور کسی قسم کا حق حاصل تھا۔ جس زمانہ میں یونانیوں نے شہرت حاصل کی اور ان کی تہذیب کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈنکا بج رہا تھا اس وقت ان میں بھی طلاق کسی قید اور شرط کے بغیر رائج تھی ۔ اور رومانیوں کے نزدیک طلاق نکاح کے وجود میں آنے ہی سے معتبر سمجھی جاتی تھی یہاں تک کہ اگر زوجین عدمِ طلاق کی شرط لگاتے تو منصف نکاح کے باطل ہونے کا فیصلہ دے دیتا ۔

رومانیوں کے قدیم قبائل کے نزدیک مذہبی نکاح کی صورت میں طلاق حرام ہوجاتی تھی البتہ شوہر کو اپنی بیوی پر لامحدود اختیارات حاصل ہوجاتے تھے یہاں تک کہ بعض حالات میں بیوی کو قتل کرنا بھی اس کے لئے روا ہوجاتا ۔ بعد میں ان کے مذہب نے طلاق کو اسی طرح مباح قرار دیا جس طرح کہ شہری قانون کی رُو سے مباح تھی ۔

یہودی مذہب میں طلاق

جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے اس نے بیوی کی حالت کو بہتر بنانے کا سامان کیا لیکن طلاق کو جائز قرار دے کر اس کے جواز میں بڑی وسعت پیدا کردی ۔ شوہر عورت پر فسق کا جرم ثابت ہوجانے کی صورت میں شرعاً طلاق دینے کے لئے مجبور تھا یہاں تک کہ اگر شوہر اس کے جرم کو معاف کردیتا تب بھی اس کے لئے طلاق دینا ضروری تھا نیز قانون کی رُو سے بھی اگر دس سال گذر جانے کے باوجود عورت کو اولاد نہیں ہوئی ہے تو طلاق دینا ضروری تھا ۔

(الاسلام دین عام خالد - از فرید وجدی ، ص ۱۷۲)

مسیحی مذہب میں طلاق

مسیحی مذہب طلاق کے معاملہ میں بالکل منفرد ہے ۔ اس نے یہودی مذہب کی مخالفت کی اور انجیل نے حضرت مسیح کی طرف منسوب کرکے طلاق کو حرام قرار دیا نیز طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت کا نکاح حرام ٹھہرایا ۔ متی کی انجیل میں ہے :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاقنامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔" (متی - باب ۵، آیت ۳۱، ۳۲)

اور مرقس کی انجیل میں ہے:

"جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔" (مرقس ۱۰: ۱۱، ۱۲)

انجیل میں اس تحریم کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ:

"جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔"

(متی ۱۹: ۶)

یہ جملہ معناً اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن اسے طلاق کی حُرمت کے لئے علت قرار دینا قابلِ تعجب ہے۔ اللہ کی طرف سے زوجین کے جوڑے جانے کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ اس نے نکاح کی اجازت دی ہے اور اسے مشروع ٹھہرایا ہے۔ اب اگر اس نے کچھ ضرورتوں کی بنا پر طلاق کی اجازت دے دی تو یہ تفریق بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوئی اگرچہ کہ انسان نے تفریق کا یہ کام انجام دیا ہو۔ اس سے واضح ہوا کہ جسے اللہ نے جوڑا ہے اسے جدا کرنے والا انسان نہیں ہے بلکہ اللہ ہی ہے۔ کیا زنا کی صورت میں دونوں کو جدا کرنے والا اللہ نہیں ہے؟ اسی طرح زنا کے علاوہ تفریق کے اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں؟

طلاق کے مسئلہ میں مسیحی مذہب کا اختلاف

اگرچہ کہ انجیل نے زنا کی صورت میں طلاق کو حُرمت سے مستثنیٰ کر دیا ہے لیکن کیتھولک مذہب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اس استثناء کی تاویل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت یہاں کوئی استثناء ہے ہی نہیں اور نہ طلاق دینے کی کوئی گنجائش ہے۔ طلاق کا تو مسیحی مذہب میں وجود ہی نہیں ہے۔ رہی زنا کی علت تو وہ فی نفسہٖ عقد کو فسخ کرنے والی ہے اس لئے زنا کی صورت میں مرد کے لئے نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے کہ عورت کو چھوڑ دے۔

اس کے برعکس پروٹسٹنٹ مذہب کے پیرو طلاق کو مخصوص صورتوں میں مثلاً بیوی کے زنا کرنے یا شوہر کی خیانت وغیرہ کرنے کی صورت میں جائز قرار دیتے ہیں۔ انجیل متی کے بیان پر یہ اضافہ ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت دونوں کا بعد میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا حرام ٹھہرایا ہے۔

رہے آرتھوڈاکس (orthodox) مذہب کے پیرو تو مصر میں اُن کی مذہبی مجالس نے بیوی کے زنا کے ارتکاب اور چند دیگر اسباب کی بنا پر طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ ان اسباب میں سے تین سال تک بیوی کا بانجھ رہنا، متعدی امراض اور جھگڑوں کا طویل سلسلہ جس میں صلح کی طرف سے نا اُمیدی جیسے اسباب شامل ہیں۔ لیکن یہ اسباب انجیل پر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کے محافظ دوسروں سے ان اسباب کی بنا پر طلاق کا جواز منوا نہیں سکتے ہیں۔ اور اسی بنا پر مصر کی مسیحی عدالت نے ایک مسیحی عورت کا دعویٰ جس کے ذریعہ اس نے اپنے تنگدست شوہر سے طلاق طلب کی تھی مسترد کرتے ہوئے یہ ریمارک دیا ہے کہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ دین کے بعض علمبرداروں اور اس مجلس کے ممبروں نے ایسے اسباب کی بنا پر طلاق کو جائز قرار دیا ہے جس کی کوئی سند انجیل میں موجود نہیں ہے۔

طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کی اِن پابندیوں کا نتیجہ

اِن پابندیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحیت کے پیرو اپنے دین سے سرکشی کر بیٹھے اور انجیل کی ہدایت سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس طرح نکل گئے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور جس کو اللہ نے جوڑا تھا اس کو جدا کر کے رہے۔
چنانچہ مسیحی مغرب نے ایسے شہری قوانین (civil code) بنائے کہ ان کا اِس قیدِ دوام سے نکلنا جائز ہو گیا اور امریکہ وغیرہ بہت سے ممالک نے تو طلاق کے جواز کے معاملہ میں بالکل چھوٹ دیدی گویا کہ وہ انجیل کو چیلنج کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معمولی اسباب کی بنا پر لوگ طلاق کا ہتھیار استعمال کرنے لگے۔ اور جب اس انتہا پسندی کے نتیجہ میں ازدواجی زندگی اور خاندانی نظام میں انتشار پیدا ہوا تو اُن کے عقلاء کے نزدیک قابلِ شکایت قرار پایا یہاں تک کہ معاملاتِ طلاق کا ایک مشہور جج یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ عنقریب اُن کے ملک سے ازدواجی زندگی ختم ہو جائے گی اور عورت مرد کے درمیان اِباحت اور اَنارکی کی صورت میں تعلقات قائم ہوں گے۔ اور ازدواجی زندگی کی حیثیت آج تجارتی کمپنی کی ہے جس کے دونوں حصّے دار معمولی اسباب کی بنا پر معاہدہ کو توڑ دیتے ہیں۔ یہ صورتِ حال تمام مذاہب کی ہدایت کے خلاف ہے۔

طلاق کے معاملہ میں مسیحیت کا منفرد رویّہ

"دین کی تعلیمات سے ہٹ کر عائلی قوانین کو شہری قوانین کے مطابق ڈھالنے کی مثال غالباً مغربی مسیحیت کے سوا کہیں نہیں ملے گی۔ [illegible] عائلی زندگی کو مذہبی تعلیم کے تابع رکھتے ہیں لیکن اہلِ مسیحیت ہی ایک ایسی قوم ہے کہ جس نے اس سلسلہ میں اپنے دین سے انحراف کیا اور خاص طور سے طلاق کے معاملہ میں، کیونکہ ان کا اپنا احساس یہ تھا کہ اس کی تعلیمات طلاق کے معاملہ میں خلافِ حقیقت ہیں۔ انسانی مزاج اس سے ناآشنا ہے اور انسانی زندگی پر اس کا انطباق درست نہیں۔"

(حقوق الانسان فی الاسلام۔ از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص ۸۸)

مسیحیت وقتی علاج تھا نہ کہ شریعتِ عامّہ

طلاق کے معاملہ میں انجیل میں جو کچھ مذکور ہے اگر وہ صحیح ہو اور بالفرض قرونِ اُولیٰ میں اِس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی قسم کا تغیر نہیں کیا گیا تھا تب بھی یہ بات واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیش نظر دوامی اور عمومی شریعت بنانا نہ تھا جو تمام انسانوں کے لئے ہو۔ آپ کا مقصد تو یہ تھا کہ یہود نے اللہ کی بخشی ہوئی رخصتوں کے معاملہ میں جو حد سے تجاوز کیا ہے جیسا کہ انہوں نے طلاق کے معاملہ میں کیا ہے۔ اس کی مخالفت کی جائے۔ انجیل متی میں ہے کہ جب فریسیوں نے حضرت مسیح کا امتحان لینا چاہا تو آپ سے پوچھا:

"کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا روا ہے؛ اس نے جواب میں کہا، کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انہیں بنایا اس نے ابتدا ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اس سبب سے مرد باپ اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے ـــ انہوں نے اس سے کہا: پھر موسیٰ نے کیوں حکم دیا ہے کہ طلاقنامہ دے کر چھوڑ دی جائے؛ اس نے ان سے کہا کہ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔"

(متی ۱۹ : ۱ تا ۱۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے طلاق کی جو اجازت دی تھی اس میں جب یہود نے غلو کیا تو حضرت مسیحؑ نے سزا کے طور پر طلاق ان پر حرام کر دی بجز زانیہ کے۔ یہ وقتی علاج تھا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ایک ہمہ گیر اور دوامی شریعت کے ظہور تک کے لئے تھا۔

یہ بات معقول نہیں ہے کہ حضرت مسیح طلاق کے اس حکم کو دوامی شریعت کی حیثیت دینا چاہتے تھے کیونکہ آپ کے حواری اور مخلص تلامذہ نے خود اس حکم کو بوجھل قرار دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں"
(متی ۱۹ : ۱۱)

کیونکہ ایسی صورت میں نکاح کرنے کا مطلب اپنی گردن میں ایسا طوق ڈال دینا ہے جس سے چھٹکارا کسی طرح ممکن نہیں خواہ مرد کا دل بیوی کی طرف سے کتنا ہی متنفر ہو اور وہ اس سے کتنا ہی کبیدہ خاطر ہو اور دونوں کے مزاج اور رجحانات میں کتنا ہی اختلاف ہو۔

طلاق کے سلسلہ میں اسلام کی قیود

اسلامی شریعت نے طلاق کے معاملہ میں متعدد قیود عائد کی ہیں جس سے طلاق کا دائرہ محدود ہو گیا ہے۔ جن ذرائع کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں ان سے کام لئے بغیر اور بلا ضرورت طلاق دینا اسلام میں حرام اور ممنوع ہے کیونکہ اس سے بیوی کے علاوہ خود شوہر کو بھی ضرر پہنچتا ہے اور خلاف مصلحت بھی ہے اس لئے ایسی صورت میں طلاق دینا اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ مال کو ضائع کرنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔ (ابن ماجۃ والدارقطنی) "نہ اپنی ذات کو ضرر پہنچاؤ اور نہ دوسروں کو"

کی رُو سے بھی ایسی طلاق کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ (المغنی۔ ج ۷، ص ۷۷)

رہے بہ کثرت طلاق دینے والے ذائقہ پرست تو یہ بات نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کے رسولؐ کو۔ ارشادِ نبوی ہے:

لَا اُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالذَّوَّاقَاتِ مِنَ النِّسَاءِ۔ (الطبرانی والدارقطنی) "ذائقہ پرست مرد اور ذائقہ پرست عورتیں مجھے پسند نہیں ہیں"

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ۔ (الطبرانی) "اللہ کو ذائقہ پرست مرد اور ذائقہ پرست عورتیں پسند نہیں ہیں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ طلاق ضرورت کو پورا کرنے ہی کی غرض سے مشروع کی گئی ہے۔

حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے

طلاق دینے کی ضرورت پیش آنے پر کسی وقت بھی طلاق دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے۔ اور شرعاً اس کا مناسب وقت حالتِ طُہر ہے یعنی عورت حیض اور نفاس کی حالت میں نہ ہو نیز اس حالتِ طُہر میں اس نے مجامعت نہ کی ہو، اِلّا یہ کہ عورت حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو۔

یہ اس لئے کہ حالتِ حیض اور حالتِ نفاس میں شوہر بیوی سے علٰحدہ رہتا ہے۔ قربت سے یہ محرومی ہوسکتا ہے کہ اسے طلاق دینے پر آمادہ کرے۔ اس امکان کے پیشِ نظر حکم دیا گیا ہے کہ شوہر حیض کے ختم ہو جانے اور بیوی کے پاک ہو جانے کا انتظار کرے اور پاک ہو جانے پر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدے۔

جس طرح حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے اسی طرح اُس حالتِ طُہر میں بھی طلاق دینا حرام ہے جس میں وہ مجامعت کر چکا ہو۔ کیا معلوم اسے حمل ٹھہر گیا ہو اور کیا عجب اگر اس حمل کا شوہر کو علم ہو جاتا تو وہ اپنی رائے بدل دیتا، طلاق نہ دیتا اور جنین کی وجہ سے بیوی کی رفاقت کو پسند کرتا!

لیکن جب بیوی حالتِ طُہر میں ہو اور شوہر نے مجامعت نہ کی ہو یا حاملہ ہو اور حمل ظاہر ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی سے نفرت پختہ ہو گئی ہے اس لئے ایسی صورت میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے عہدِ رسالت میں اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دیدی، حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہو کہ رجوع کریں پھر اگر چاہیں تو حالتِ طُہر میں چھونے سے قبل طلاق دے دیں۔ یہ ہے عدّت کے لئے طلاق جس کا حکم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے لئے طلاق دو یعنی وہ اپنی عدت کا آغاز کر سکیں۔ اس سے مراد حالتِ طُہر ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْحَامِلًا۔ "اُن سے کہو کہ رجوع کریں پھر حالتِ طُہر یا حاملہ ہونے کی صورت میں طلاق دے دیں۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؛ مشہور یہ ہے کہ واقع ہوتی ہے لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اور فقہاء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی طلاق مشروع نہیں فرمائی ہے اور نہ اس کی اجازت دی ہے اس لئے ایسی طلاق طلاقِ شرعی نہیں ہے، پھر اسے صحیح کس طرح کہا جا سکتا ہے اور وہ نافذ کس طرح ہو سکتی ہے؟

ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابنِ عمرؓ سے پوچھا گیا:

كَيْفَ تَرَىٰ فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا، فَقَصَّ عَلَى السَّائِلِ قِصَّتَهُ حِيْنَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّهَا عَلَيْهِ وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا۔

"تمہاری رائے اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دیتا ہے! انہوں نے اپنے طلاق دینے کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طلاق کو رد کر دیا تھا اور اس کو طلاق شمار نہیں کیا تھا۔"

طلاق کی قسم کھانا حرام ہے

طلاق کو قسم قرار دینا یعنی یہ قسم کھا بیٹھنا کہ فلاں کام کے کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں طلاق واقع ہو گی، جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی کو ڈرا دھمکا کر یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ اگر تو نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔ کیونکہ اسلام میں قسم کا ایک خاص صیغہ ہے جس کے علاوہ کسی اور صیغے میں قسم کی اجازت اسلام نے نہیں دی ہے۔ یہ صیغہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؛

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ۔ "جس نے اللہ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔"

(ابوداؤد والترمذی والحاکم)

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ اَوْلِيَصْمُتْ۔ "جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔"

(مسلم)

مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں عدت گذارنا چاہیئے

اسلامی شریعت کی رُو سے مطلقہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گذارے۔ گھر سے باہر نکلنا اس پر حرام ہے۔ اسی طرح مرد پر بھی حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ناحق گھر سے باہر نکالے۔ کیونکہ دورانِ عدت اس بات کا اِمکان ہے کہ مرد رُجوع کرلے ــــ جبکہ طلاق پہلی یا دوسری مرتبہ دی گئی ہو ــــ ایسی صورت میں اگر بیوی گھر میں اپنے شوہر سے قریب رہے گی تو اسے شوہر کے جذبات کو آمادہ کرنے کا موقع ملے گا اور شوہر کو بھی اچھی طرح غور کرنے کا موقع ملے گا۔

عدت کا حکم رحم کی پاکیزگی، شوہر کے حق کی رعایت اور اس کی زوجیت کے احترام کی غرض سے دیا گیا ہے۔ جبکہ دلوں کا حال یہ ہے کہ وہ بدلتے بھی رہتے ہیں۔ آدمی نئے انداز سے سوچنے بھی لگتا ہے، اور غصہ ختم ہو کر آدمی راضی بھی ہو جاتا ہے اور جذبات کی رَو میں بہنے والا ٹھنڈا بھی پڑ جاتا ہے اور ناگوار خیال کرنے والا شخص پسند بھی کرنے لگتا ہے۔

مطلقہ عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ، لَا تُخْرِجُوْهُنَّ "اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ انہیں ان کے گھروں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ، وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۔ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۔ (الطلاق ۔ ۱)

نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں ۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور جو کوئی حدود اللہ سے تجاوز کرے گا وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرے گا ۔ تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد اللہ کوئی صورت پیدا فرمائے ۔"

لیکن اگر علٰحدگی ناگزیر ہو جائے تو پھر دونوں کو معروف طریقہ پر اور خوبصورتی کے ساتھ علٰحدگی اختیار کرنا چاہیے ۔ نہ اذیت دی جائے نہ الزام تراشی کی جائے اور نہ حقوق تلف کیے جائیں ۔

ارشادِ خداوندی ہے :

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۔ (الطلاق ۔ ۲)

" تو بھلے طریقہ پر ان کو روک رکھو یا بھلے طریقہ پر ان سے علٰحدگی اختیار کرو ۔"

اور فرمایا :

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۔ (البقرۃ ۔ ۲۴۱)

" اور مطلقہ عورتوں کو معروف طریقہ پر کچھ دینا ہے ۔ یہ حق ہے متقیوں پر ۔"

ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ طلاق

اسلام نے مسلمان کو اختیار دیا ہے کہ وہ تین طلاقیں تین مرتبہ دے ۔ اس طور سے کہ حالتِ طہر میں جس میں اس نے مجامعت نہ کی ہو ایک طلاق دیدے اور اسے اسی حال میں چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے ۔ اگر شوہر دورانِ عدت اسے رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے ، لیکن اگر وہ رجوع نہ کرے اور عدت ختم ہو جائے تو پھر وہ نئے نکاح کے ساتھ اسے واپس لا سکتا ہے ۔ اور اگر شوہر ضرورت نہ سمجھے تو عورت دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر پہلی طلاق کے بعد شوہر نے اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لیا اور پھر دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے اور صلح صفائی کی صورت پیدا نہ ہوسکی تو وہ دوسری مرتبہ طلاق دے سکتا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق جس کا ذکر اوپر گذر چکا ـــ شوہر کو اب بھی یہ اختیار رہتا ہے کہ دورانِ عدت رجوع کرے یا عدت گذر جانے پر نئے نکاح کے ساتھ اپنی زوجیت میں لے لے۔

لیکن اگر اس نے دوبارہ واپس لینے کے بعد پھر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دونوں کے درمیان نفرت پختہ ہوگئی ہے اور موافقت کی صورت ممکن نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یعنی تیسری طلاق کے بعد شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اسے واپس لے لے۔ اب وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ ایسا نکاح جو صحیح بھی ہو اور شرعی طریقہ پر ہوا ہو نیز فی نفسہٖ نکاح مقصود ہو محض سابق شوہر کے لئے حلالہ کرنے کی غرض سے نہ کیا گیا ہو۔

اِس طریقۂ طلاق کے برخلاف جو شخص تین وقفوں کو ایک وقفہ میں جمع کر دیتا ہے اور بیک کلمہ تین طلاقیں دے دیتا ہے وہ شرعی طریقہ کے خلاف کرتا ہے اور راہِ راست سے اِنحراف کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں تو غصّہ میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ؟ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَقْتُلُهُ ۔ (النسائی)

"کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ درانحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ ایک شخص آپ کی برہمی کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟"

معروف طریقہ پر روکے رکھنا یا اِحسان کے ساتھ چھوڑ دینا

طلاق دے چکنے کے بعد جب عدت کی مدت پوری ہونے کو ہو تو شوہر کو دو میں سے کوئی ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بات اختیار کرنا چاہیے۔

یا تو اُسے معروف طریقہ پر روکے رکھے یعنی حسنِ سلوک اور اصلاح کے ارادہ سے رجوع کرلے لڑنے اور تکلیف دینے کا ارادہ نہ ہو۔

یا پھر معروف طریقہ پر علحدگی اختیار کرلے یعنی عدت پوری ہونے تک اسے چھوڑے رکھے اور اس کے بعد کوئی اُلجھن پیدا کئے بغیر اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاتے ہوئے نیز ادائیگی حقوق کے معاملہ میں بخل سے کام نہ لیتے ہوئے جُدا ہو جائے۔

شوہر کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جب عدت کی مدت ختم ہونے کو ہو تو اذیت دہی اور عدت کو لمبا کرنے کی غرض سے رجوع کرلے اور بیوی کو ممکنہ طویل مدت تک دوسرے نکاح سے محروم رکھے۔

اہلِ جاہلیت اس قسم کی حرکتیں کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح عورت کو تکلیف دینا حرام ٹھہرایا ہے اور یہ حُرمت ایسے موثر پیرایہ میں بیان فرمائی ہے کہ دل دہل جاتے ہیں۔ فرمایا:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ..... وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ..... وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ..... وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ..... وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ .... وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

(البقرۃ۔ ۲۳۱)

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو بھلے طریقہ سے انہیں روک لو یا بھلے طریقہ سے انہیں رخصت کر دو۔۔۔ ستانے کے لئے انہیں نہ روکو کہ یہ زیادتی ہوگی ... اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرے گا ... اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ ... اور اللہ کے فضل کو نہ بھولو اور اس کتاب اور حکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہاری نصیحت کے لئے نازل کی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ... اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطلقہ کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے سے روکا نہ جائے

مطلقہ کی عدت جب پوری ہو جائے تو اسے اپنی مرضی سے کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے سے روکنا نہ سابق شوہر کے لئے جائز ہے اور نہ ولی کے لئے اور نہ کسی اور شخص کے لئے۔ اور اگر منگیتر اپنی منسوبہ سے معروف اور عُرفی طریقہ پر باہم راضی ہو جاتے ہیں تو عورت کے اس اندازِ رغبت پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ بعض طلاق دینے والے مرد عورت پر اپنا اثر باقی رکھنا چاہتے ہیں اور دوسرے نکاح کے بارے میں اُسے ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں۔ یہ سب جہالت اور جاہلیت کے کام ہیں۔

اسی طرح اگر عورت اپنے سابق شوہر کے پاس واپس جانا چاہتی ہو اور معروف طریقہ پر اس واپسی کے سلسلہ میں دونوں راضی ہوں تو ولی یا گھر والوں کا اس معاملہ میں رکاوٹ پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔ (النساء۔۱۲۸) "اور صلح کر لینا ہی بہتر ہے"

نیز فرمایا:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ۔ (البقرۃ۔۲۳۲)

"جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو تم اس بات میں مزاحم نہ ہو کہ وہ اپنے (ہونے والے) شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ معروف طریقہ سے باہم نکاح کر لینے پر راضی ہو جائیں۔"

عورت کا حق جبکہ شوہر اُسے پسند نہ ہو

عورت کو اگر شوہر پسند نہ ہو اور اس کے خیال میں اس کے ساتھ نباہ نہ ہو سکتا ہو تو وہ فدیہ دے کر اپنے نفس کو چھڑا سکتی ہے۔ شوہر کی طرف سے جو مہر، تحفہ وغیرہ ملا ہوا ہے مفاہمت کے ذریعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کم و بیش واپس کر کے اپنے کو زوجیت کے بندھن سے آزاد کرا سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شوہر نے جو کچھ دیا تھا اس سے زیادہ وہ واپس نہ لے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔ (البقرۃ۔ ۲۲۹)

"اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدودِ الٰہی پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو ان دونوں پر اس معاملہ میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیہ دے کر علٰحدگی حاصل کرلے۔"

حدیث میں ہے:

وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعِيبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي لَا أُطِيقُهُ بُغْضًا۔ فَسَأَلَهَا عَمَّا أَخَذَتْ مِنْهُ، فَقَالَتْ حَدِيقَةً۔ فَقَالَ لَهَا أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتٍ: اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً۔ (البخاری والنسائی)

"ثابت بن قیس کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ثابت بن قیس کے اخلاق اور دینداری میں مَیں کوئی عیب نکالنا نہیں چاہتی لیکن مجھے وہ پسند نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا تمہیں اس سے کیا ملا تھا؟ اس نے کہا باغ۔ فرمایا: تم اس باغ کو واپس کرنے کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے ثابت سے کہا، باغ واپس لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔"

بیوی کے لئے جلد بازی سے کام لے کر شوہر سے طلاق طلب کرنا حرام ہے جبکہ اسے شوہر کی طرف سے نہ کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو اور نہ علٰحدگی اختیار کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو۔ ارشادِ نبوی ہے:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔ (ابوداؤد)

"جو عورت اپنے شوہر سے ایسی صورت میں طلاق طلب کرتی ہے جبکہ شوہر کی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیوی کو ستانا حرام ہے

بیوی کو ستانا اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کرنا تا کہ وہ فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجبور ہو جائے ہرگز جائز نہیں ہے اِلّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ لِتَذۡهَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔ (النساء۔ ۱۹)

"تم نے جو کچھ اپنی بیویوں کو دیا ہے اس کا ایک حصہ واپس لینے کی غرض سے انہیں تنگ نہ کرو اِلّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔"

اور اگر شوہر کو بیوی پسند نہ ہو اور وہ خود اُسے علٰحدہ کر کے دوسری سے نکاح کا خواہشمند ہو تو ایسی صورت میں بیوی سے کچھ واپس لے لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ سُبحانہٗ کا ارشاد ہے:

وَاِنۡ اَرَدْتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ؕ اَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۔ (النساء۔ ۲۰)

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کر لو اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بُہتان لگا کر اور صریح حق تلفی کر کے اسے واپس لو گے؟"

بیوی کو چھوڑنے کی قسم کھانا حرام ہے

اسلام نے حقوقِ نسواں کا بڑا لحاظ کیا ہے۔ اس کی ایک درخشندہ مثال یہ ہے کہ اس نے شوہر کے لئے اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنی بیوی پر غصہ ہو کر اس سے خوابگاہ میں اتنے طویل عرصہ کے لئے علٰحدگی اختیار کر لے جس کی عورت متحمل نہ ہو سکتی ہو۔ شوہر جب بیوی سے علٰحدہ رہنے کی قسم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھا بیٹھے تو اس کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ ممکن ہے اس مدت میں اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے اور وہ اپنا ارادہ بدل دے۔ اگر اس نے چار ماہ گذرنے سے پہلے اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو اس سے جو گناہ سرزد ہوا ہو اس کو اللہ معاف کر دے گا اور اس کے لئے توبہ کی قبولیت کا وسیع دروازہ کھولے گا۔ ایسی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر یہ مدت گذر گئی اور اس نے اپنے ارادہ سے رجوع نہیں کیا اور قسم نہیں توڑی تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ بیوی کے حقوق کی طرف سے بے اعتنائی برتنے کا یہ ٹھیک بدلہ ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک مذکورہ مدت کے گذر جانے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔ قاضی یا حاکم کے فیصلہ کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور بعض فقہاء مدت گذر جانے پر حاکم کے سامنے معاملہ پیش کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ حاکم اسے دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کرنے کا موقع دے گا۔ یا تو وہ اپنے ارادہ پر نظرِ ثانی کر کے اپنی بیوی کو رضامند کر لے یا پھر طلاق دیدے۔ دو میں سے جو چیز اسے شیریں معلوم ہو اسے اختیار کر لے۔

بیوی سے قربت نہ کرنے کی اس قسم کو شرعی اصطلاح میں "اِیلاء" کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔	"جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا فیصلہ کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(البقرۃ - ۲۲۶، ۲۲۷)

چار ماہ کی مہلت اس لئے دی گئی ہے تاکہ شوہر کو نظرِ ثانی کرنے اور ہوش سے کام لینے کا پورا موقع مل جائے۔ ایک عورت اپنے شوہر سے عادۃً زیادہ سے زیادہ اس عرصہ تک صبر کر سکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں مفسرین نے حضرت عمرؓ کا یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک رات جب آپ سراغ رسانی کے لئے نکلے تو ایک عورت کی آواز سُنی جس کا شوہر جہاد کے لیے چلا گیا تھا۔ اس کی عدم موجودگی سے متاثر ہو کر وہ بے تابانہ اشعار گا رہی تھی:

"رات طویل ہو گئی اور ہر طرف تاریکی چھا گئی —— اور مجھے یہ تصور رُلا رہا ہے
کہ میرا خلیل میرے پاس موجود نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ کھیلوں ——
قسم بخدا اگر اللہ کے عذاب کا ڈر نہ ہوتا —— تو اس چارپائی کے
بازو حرکت میں آجاتے ۔"

حضرت عمرؓ نے اس کا یہ حال سُن کر اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کب تک صبر کر سکتی ہے ؟ انہوں نے کہا، چار ماہ ۔ اس وقت امیر المومنین نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کسی شخص کو اس کی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ دُور نہ رکھا جائے ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات

تحفظِ نسب

اولاد باپ کا راز، اُس کی خصوصیات کی حامل، زندگی میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مرنے کے بعد اس کے وجود کا تسلسل باقی رکھنے والی، اس کی یاد کا مظہر، اس کے حسن و قبح اور امتیازی خصوصیات کی وارث، اس کے دل کا ٹکڑا اور جگر کا گوشہ ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے زنا کو حرام ٹھہرایا ہے اور نکاح کو فرض کر دیا ہے تاکہ نسب کا تحفظ ہو اور نطفوں کا اختلاط نہ ہو نیز اولاد اپنے باپ کو اور باپ اپنی اولاد کو پہچان سکے۔ نکاح ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے عورت مرد کے لئے مختص ہو جاتی ہے اور اس پر شوہر کی خیانت حرام ہو جاتی ہے۔ نکاح کی صورت میں جو بچہ بھی زوجیت کے بستر پر پیدا ہوتا ہے وہ اس کے شوہر کی اولاد کہلاتا ہے۔ اس انتساب کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی کہ باپ کو اعلان کرنا پڑے یا ماں کو دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آئے کیونکہ ارشادِ نبوی کے مطابق

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ۔ (متفق علیہ) "بچہ اُس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا"

اپنے بیٹے کے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں

بنابریں شوہر کے لئے جائز نہیں کہ اس کی بیوی نے اس کے بستر پر یعنی اس کے ساتھ صحیح ازدواجی رشتہ قائم ہونے کی صورت میں جس بچہ کو جنم دیا ہو اس کے نسب کا انکار کرے۔ اس کا انکار کرنا بیوی بچہ کے حق میں سخت مضرت رساں اور باعثِ عار ہوگا لہٰذا محض وہم و گمان یا افواہ کی بنا پر اس قسم کا اقدام صحیح نہیں ہے، البتہ اگر ثبوت اور ناقابلِ انکار قرائن کی بنا پر اسے یقین ہو جائے کہ بیوی نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ خیانت کی ہے تو ایسی صورت میں اسلامی شریعت بچہ کو پرورش کے لئے زبردستی ایسے شخص کے حوالہ کرنا نہیں چاہتی جو اسے اپنا بچہ تسلیم نہ کرتا ہو اور نہ زبردستی اس کا وارث بنانا چاہتی ہے۔

غرضیکہ اسلامی شریعت اسے زندگی بھر کے لئے شک شبہ میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتی۔ اس اُلجھن سے نکلنے کی جو شکل اس نے تجویز کی ہے اسے "لِعَانْ" کہتے ہیں۔ لہٰذا جس کو اس بات پر وثوق یا غالب گمان ہو کہ اس کی بیوی نے اس کے بستر کو دوسرے کے نطفہ سے آلودہ کیا ہے اور بچہ کسی اور کے نطفہ سے ہے لیکن اس بات پر کوئی شہادت نہ پیش کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اسے اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرنا چاہیے۔ قاضی ان کے درمیان لعان کرائے گا جس کی تفصیل قرآنِ کریم نے سورۂ نور میں بیان کی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ. وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ.

"جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ یہ مرد جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر (عورت پر) اللہ کا غضب ہو اگر وہ (مرد) اپنے الزام میں سچا ہے۔"

(النور - ۶ تا ۹)

اس کے بعد ان کے درمیان ہمیشہ کے لئے تفریق کردی جائے گی اور بچہ کا الحاق ماں سے کردیا جائے گا۔

تبنیت (لے پالک بنانا) اسلام میں حرام ہے

جس طرح باپ کے لئے اپنی نسبی اولاد کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جو بچہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی صلبی اولاد نہ ہو اس کو بیٹا بنا لینا بھی جائز نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب دوسری قوموں کی طرح اپنا نسب تبنیت کے ذریعہ جس شخص سے چاہتے ملاتے اور آدمی جس لڑکے کو چاہتا اپنا بیٹا بنا لیتا اور اس کے حقوق و فرائض بیٹوں ہی کی طرح ہوتے۔ یہ تبنیت اس صورت میں بھی اختیار کی جاتی جبکہ متبنیٰ کا باپ معلوم اور اس کا نسب معروف ہوتا۔

اسلام کی جب آمد ہوئی تو عرب سماج میں تبنیت کا یہ طریقہ رائج تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو دورِ جاہلیت میں متبنیٰ بنایا تھا۔ لیکن اسلام نے اس کو اس نظر سے دیکھا کہ یہ ایک خلافِ واقعہ چیز ہے یعنی جعلی طور پر ایک اجنبی شخص کو خاندان کا فرد بنا دیا جاتا ہے اور وہ گھر کی عورتوں کے ساتھ اس طرح خلوت میں رہتا ہے گویا کہ وہ ان کا محرم ہے حالانکہ وہ ان کا محرم نہیں ہوتا اور یہ عورتیں اس کے لئے اجنبی ہوتی ہیں۔

جو شخص کسی کو متبنیٰ بناتا ہے وہ اس کو اپنا وارث بناتا ہے۔ ایسی صورت میں اصل قرابت دار وراثت کے مستحق ہونے کے باوجود اس سے محروم رہتے ہیں جس کی وجہ سے حقیقی رشتہ داروں کے دل میں منہ بولے بیٹے کے بارے میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا نتیجہ فتنہ اور تعلقات کی خرابی کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اِن وجوہ سے قرآن نے اس جاہلی نظام کو باطل اور قطعی حرام قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۔ ادْعُوهُمْ لِآبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۔ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوٓا آبَآءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۔ (الاحزاب - ۴، ۵)

"اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا ہے۔ یہ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے لیکن اللہ حق بات فرماتا ہے اور صحیح طریقہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اُن کو اُن کے باپ کی نسبت سے پکارو کہ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ لیکن اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا یہ بیان کہ "یہ تمہارے مُنہ سے نکلی ہوئی بات ہے" اس بات کی غمّازی کرتا ہے کہ یہ خالی خولی بات ہے جس کے پیچھے کوئی خارجی حقیقت نہیں ہے۔

فی الواقع زبان سے نکلی ہوئی بات نہ حقائق کو بدلتی ہے اور نہ واقعات کو۔ اس سے اجنبی شخص رشتہ دار نہیں بن جاتا اور نہ مُنہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا بن جاتا ہے۔ مُنہ سے نکلی بات متبنیٰ کی رگوں میں گود لینے والے شخص کا خون نہیں دوڑا سکتی اور نہ گود لینے والے شخص کے دل میں شفقتِ پدری پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح لڑکے کے دل میں پسری جذبات بھی نہیں پیدا کر سکتی اور نہ اس میں اس خاندان کی جسمانی، عقلی اور نفسیاتی خصوصیات پیدا کر سکتی ہے۔

اس نظام کے جملہ نقوش مثلاً وراثت، متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کی حُرمت وغیرہ کو اسلام نے مٹا دیا۔ چنانچہ وراثت کے سلسلہ میں قرآن نے کسی ایسے تعلق کو جو نہ خون کا ہو، نہ زوجیت کا ہو اور نہ حقیقی قرابت کا ہو کوئی اہمیت نہیں دی اور اس کو میراث میں حصہ دار نہیں بنایا

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۔ (الانفال - ۷۵) "اور خون کے رشتہ دار اللہ کے قانون میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"

اور نکاح کے سلسلہ میں قرآن نے اعلان کیا کہ حقیقی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں نہ کہ مُنہ بولے بیٹوں کی:

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۔ (النساء - ۲۳) "اور تمہارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صُلب سے ہوں"

لہٰذا گود لینے والے شخص کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرے کیونکہ وہ حقیقۃً اجنبی شخص کی بیوی ہے اور جب متبنیٰ نے اس کو طلاق دیدی تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عملی شہادت کے ذریعہ تبنیت کا ابطال

یہ بات لوگوں کے لئے آسان نہ تھی کیونکہ تبنیت کا اجتماعی نظام عربوں کی زندگیوں میں گھری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جڑیں رکھتا تھا۔اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس کا ابطال نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے بھی کیا جائے۔ اس اہم کام کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا انتخاب عمل میں آیا تاکہ ہر قسم کے شک شبہ کا ازالہ ہو جائے اور مسلمان اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کریں اور انہیں یقین ہو جائے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

زیدؓ بن حارثہ نے جو زید بن محمد کہلاتے تھے زینبؓ بنت جحش سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں نکاح کر لیا تھا لیکن دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور زید اپنی بیوی کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ الہام معلوم ہو گیا تھا کہ زید طلاق دیدیں گے اور اس کے بعد آپؐ انہیں اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔ لیکن بعض اوقات بشری کمزوری غالب آجاتی اور آپؐ اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے بلکہ زید کی شکایت سن کر کہتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ اس موقع پر قرآن نازل ہوا اور اس نے اِس قدیم نظام کا بالکل خاتمہ کر دیا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔	"پھر جب زید نے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ اُن سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔ اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہئے تھا"

(الاحزاب۔ ۳۷)

تبنیت بمعنی تربیت

یہ وہ تبنیت ہے جس کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ تبنیت کا یہ طریقہ اختیار کر کے آدمی دوسرے کے لڑکے کو گود لیتا ہے اور اس کو اپنے نسب اور اپنے خاندان سے ملاتا ہے اور اس پر بیٹے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احکام کا اطلاق کرتا ہے مثلاً گھر کی عورتوں کے ساتھ اختلاط جائز رشتوں کو اس پر حرام کر دینا اور میراث کا اس کو مستحق بنانا وغیرہ۔ لیکن ایک صورت ایسی ہے جو اس سے مختلف ہے۔ لوگ اس صورت کو بھی تبنیت خیال کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ تبنیت نہیں ہے جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کسی یتیم یا لاوارث بچہ کو اپنے پاس رکھ لے اور اس کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرے نیز اس کی پرورش اور تربیت اس طرح کرے گویا کہ وہ اس کا حقیقی بیٹا ہے۔ اس کو کھلانے پلانے، کپڑے پہنانے اور تعلیم وغیرہ دینے کے معاملہ میں بالکل اپنے بیٹے ہی جیسا سلوک کرے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اُسے اپنی طرف منسوب نہ کرے اور نہ بیٹے کے احکام کا اُس پر اطلاق کرے۔ اگر ان حدود میں رہ کر معاملہ کیا جاتا ہے تو یہ ایک پسندیدہ بات ہوگی جس پر وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔ (البخاری وابوداؤد والترمذی)

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے آپؐ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اور اس میں کشادگی پیدا کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی۔"

گمشدہ بچہ جو کسی کو مل جائے یتیم ہی کے حکم میں ہے اور اس پر بدرجۂ اولیٰ ابن السبیل یعنی مسافر کا اطلاق ہوتا ہے جس کا خیال رکھنے کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔

لہٰذا جب کسی شخص کو اولاد نہ ہو اور وہ ایسے بچہ کو مالی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ اپنی زندگی میں جس قدر چاہے ہبہ کر سکتا ہے اور اپنے انتقال سے پہلے اپنے ترکہ میں ایک تہائی کی حد تک اس کے لئے وصیت بھی کر سکتا ہے۔

حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ

اسلام نے نسب کے تحفظ کا سامان کر کے اور تبنیت کو حرام قرار دے کر خاندان کو غلط عناصر سے پاک رکھنا چاہا ہے۔ اس کے پیشِ نظر حمل ٹھہرانے کا مصنوعی طریقہ حرام قرار پاتا ہے جبکہ حمل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شوہر کے نطفہ کے علاوہ کسی اور کے نطفہ سے ٹھہرایا جائے بلکہ ایسی صورت میں ـــــ جیسا کہ استاذِ محترم شیخ شلتوت نے کہا ہے ـــــ یہ قابلِ نفرت جرم ہے اور بہت بڑے گناہ کی بات ہے بلکہ یہ زنا ہی کی ایک شکل ہے کیونکہ دونوں کی اصلیت ایک ہی ہے اور نتیجہ بھی ایک یعنی کسی اجنبی شخص کا نطفہ رحم کے اندر رکھنا جبکہ دونوں کے درمیان شرعی زوجیت کا رشتہ نہ ہو جس کی تائید طبیعی قانون اور آسمانی شریعت کرتی ہے۔

جہاں تک اس جرم کی ظاہری شکل کا تعلق ہے اس میں اگر قانونی سُقم نہ ہوتا تو یہ زنا کے حکم میں ہوتا جو الٰہی قوانین کی رُو سے ایک ایسا جرم ہے جس پر حد جاری کی جانی چاہئے۔

اس میں شک نہیں کہ حمل ٹھہرانے کی یہ شکل بدترین جرم ہے اور تبنیت سے بھی بڑا منکر ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے جو بچہ پیدا ہوگا اس میں دونوں قباحتیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک تو تبنیت میں پائی جانے والی قباحت یعنی نسب میں غیر متعلق عنصر کو داخل کرنا اور دوسری خست یعنی زنا کا قالب اختیار کرنا، جس کو نہ کوئی شریعت پسند کرتی ہے اور نہ کوئی قانون۔ یہ انسانیت کے معیار سے گری ہوئی حرکت ہے اور اس سے انسان حیوانیت کے درجہ میں اُتر آتا ہے جن کو سماجی روابط جیسی محترم چیزوں کا کوئی شعور نہیں ہے۔

باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرنا موجبِ لعنت ہے

اسلام میں جس طرح باپ کا اپنی اولاد کے نسب سے بلاوجہ انکار کرنا حرام ہے اسی طرح اولاد کا اپنے کو کسی دوسرے نسب کی طرف منسوب کرنا اور اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا باپ قرار دینا بھی حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شمار بدترین منکرات میں کیا ہے جس کے نتیجہ میں آدمی خالق اور مخلوق دونوں کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا۔
(متفق علیہ)

"جس نے اپنے کو حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور آقا کا غلام ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ اس سے نہ توبہ قبول کرے گا اور نہ فدیہ۔"

اور سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ۔
(متفق علیہ)

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔"

اولاد کو قتل نہ کرو

اس طرح اسلام نے انساب کا تحفظ کرتے ہوئے اولاد اور والدین دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق عائد کئے ہیں اور ان حقوق کے تحفظ کی غرض سے چند باتیں دونوں پر حرام کر دی ہیں۔ چنانچہ اولاد کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ ماں باپ کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں یا زندہ درگور کریں۔ انہیں کسی طرح زندگی سے محروم کر دینے کا حق نہیں پہنچتا ــــ زمانۂ جاہلیت میں بعض عربوں کے ہاں زندہ درگور کرنے کا دستور تھا ــــ اسلام کی نظر میں لڑکا اور لڑکی دونوں کی زندگیاں یکساں طور پر محترم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ، نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاکُمْ۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ (الاسراء۔۳۱)

"اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم اُن کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ، بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ (التکویر۔ ۸،۹)

"اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟"

اِس مُنکر کا داعیہ خواہ اقتصادی ہو یعنی مُفلسی کا ڈر اور رزق کی تنگی یا غیر اقتصادی ہو مثلاً لڑکی کی پیدائش کو اپنے لئے باعثِ عار سمجھنا وغیرہ۔ اس وحشیانہ فعل کو بہر صورت اسلام نے شدید حرام ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ یہ فعل قتل، قطعِ رحمی، اور کمزور نفس پر ظلم جیسے مُنکرات پر مشتمل ہے۔

حدیثِ نبوی ہے:

سُئِلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ؟ فَقَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَكَ۔ قِیْلَ ثُمَّ اَیُّ؟ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَۃَ اَنْ یَطْعَمَ مَعَكَ۔ (متفق علیہ)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا ہمسر ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پوچھا اس کے بعد کونسا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو اس اندیشہ سے کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہوگی۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ اس جُرم کے ارتکاب سے باز رہیں گی:

وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ۔ (الممتحنہ۔ ۱۲)

"اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔"

باپ پر بچّہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے۔ ایسا نام نہ رکھے کہ جب وہ بڑا ہو جائے تو اپنے نام سے اُسے کوفت ہونے لگے اسی طرح ایسا نام بھی نہ رکھے کہ غیر اللہ کا بندہ کہلائے جیسے عبدالنّبی، عبدالمسیح وغیرہ۔

اولاد کا یہ حق بھی ہے کہ اس کی نگہداشت اور تربیت کی جائے اور اس پر خرچ کیا جائے۔ ان حقوق کی طرف سے بے اعتنائی برتنا یا ان کو ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ (متفق علیہ)

"تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کے زیرِ نگرانی افراد کے بارے میں پرسش ہوگی۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ۔ (ابوداؤد والنسائی والحاکم)

"آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ اس پر جن کو کھلانے کی ذمہ داری ہے اُن کی طرف سے بے پرواہ ہو جائے۔"

بخشش کے معاملہ میں مساویانہ سلوک

باپ پر لازم ہے کہ بخشش کے معاملہ میں اپنی اولاد کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے تاکہ سب بچے اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کر سکیں۔ بخشش کے معاملہ میں اپنی بعض اولاد کو بلا ضرورت اور کسی وجہِ جواز کے بغیر ترجیح دینا حرام ہے کیونکہ اس سے اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں بغض و عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ یہ ہدایت جس طرح باپ کے لئے ہے اسی طرح ماں کے لئے بھی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ، اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَبْنَائِكُمْ۔ (احمد والنسائی وابوداؤد)

"اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو، اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو، اپنے بیٹوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرو۔"

واقعہ یہ ہے کہ بشیر بن سعد انصاری کی بیوی نے خاص طور سے اپنے لڑکے نعمان بن بشیر کے لئے مالی عطیہ کا مطالبہ کیا اور اس بخشش کی توثیق کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کے لئے کہا۔ بشیر بن سعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی چاہتی ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام ہبہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا اُس کے اور بھائی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا:

فَكُلَّهُمْ اَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا اَعْطَيْتَهُ؟ قَالَ لَا۔ قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا وَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلَى الْحَقِّ۔ (مسلم واحمد وابوداؤد)

"کیا اسی طرح سب کو ہبہ کیا ہے! انہوں نے کہا نہیں فرمایا پھر یہ بات درست نہیں ہے اور میں سوائے حق کے کسی اور چیز کا گواہ نہیں بنتا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت میں ہے:

لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ، إِنَّ لِبَنِيكَ عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَعْدِلَ بَيْنَهُمْ كَمَا لَكَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ أَنْ يَبِرُّوكَ۔ (ابوداؤد)

"مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ تمہارے بیٹوں کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ یکساں سلوک کرو جیسا کہ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں۔"

تیسری روایت میں ہے:

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ۔ (رواہ الشیخان)

"اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے معاملہ میں عدل اختیار کرو۔"

امام احمد سے منقول ہے کہ کسی سبب کی بنا پر اپنی اولاد میں سے کسی کو ترجیح دینا جائز ہے، کسی لڑکے کے معذور یا حاجتمند ہونے کی بنا پر اسے ترجیح دینا۔

"مغنی" میں ہے:

"اگر اولاد میں سے کسی کو کسی خاص وجہ سے ترجیح دی مثلاً حاجتمند، معذور، نابینا یا کثیر العیال ہونے یا مصروفیتِ علم وغیرہ کی بنا پر ترجیح دی یا کسی لڑکے کو فسق اور بدعت وغیرہ میں مبتلا ہونے یا معصیت کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے بخشش سے محروم رکھا تو ایسی صورت میں امام احمد جواز کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک بعض اولاد کے لئے وقف کر دینے کا تعلق ہے ضرورۃً ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر بلا ضرورت بعض اولاد کو بعض کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے تو میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں۔ رہا بخشش کا معاملہ تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔"

(مغنی - ج ۵، ص ۶۰۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میراث کے معاملہ میں قانونِ الٰہی کی پابندی

اسی طرح میراث کے معاملہ میں اپنی کسی اولاد کو یا اپنی لڑکیوں کو یا اپنی غیر محبوب بیوی کی اولاد کو میراث سے محروم کر دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ کسی رشتہ دار کا مستحقِ میراث رشتہ دار کو کسی حیلہ کے ذریعہ محروم کر دینا روا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میراث کا نظام اپنے علم، عدل اور حکمت کی بنا پر مرتب فرمایا ہے اور ہر حق دار کو اس کا حق عطا کیا ہے اور لوگوں کو قانونِ الٰہی اور شریعت کی پابندی کرنے کی ہدایت کی ہے لہٰذا جو شخص اس نظامِ وراثت کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنے رب کو الزام دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میراث کے مسائل تین آیتوں میں بیان فرمائے ہیں اور پہلی آیت کے خاتمہ پر فرمایا ہے:

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ (النسآء۔ ۱۱)

"تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے کون بلحاظِ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ فریضہ من جانب اللہ ہے۔ بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

دوسری آیت کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا:

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ (النسآء۔ ۱۲،۱۳)

"بغیر کسی کو ضرر پہنچائے۔ یہ اللہ کی طرف سے وصیت ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں رواں ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریگا اسے ایسی آگ میں داخل کریگا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور تیسری آیت کے اختتام پر واضح فرمایا:

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا، وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (النساء۔۱۷۶) "اللہ وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹکو نہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے"

لہٰذا جو شخص میراث کے معاملہ میں شریعت کی مخالفت کرتا ہے وہ اللہ کے واضح کردہ حق سے منحرف ہو کر گمراہی میں جا پڑتا ہے اور حدودِ الٰہی سے تجاوز کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا انتظار کرے:

نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (النساء۔۱۴) "آگ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے"

والدین کے ساتھ بدسلوکی گناہِ کبیرہ ہے

اولاد پر والدین کا یہ حق ہے کہ وہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرے، ان کی اطاعت کرے اور ان کا احترام کرے۔ یہ حق درحقیقت فطرت کی آواز ہے اور اس کو خوبصورتی کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ خاص طور سے ماں کے حق کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ماں نے حمل، زچگی، دودھ پلانے اور پرورش کرنے کے سلسلہ میں جو مصیبتیں جھیلی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (الاحقاف۔۱۵) "ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اُٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور مشقت اُٹھا کر اس کو جنا۔ اس کا حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے"

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ "میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ اَبُوْكَ۔

آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہارا باپ"

(متفق علیہ)

آپؐ نے والدین کے ساتھ بدسلوکی کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا کبیرہ گناہ قرار دیا ہے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہی ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے:

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا۔ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ۔

"کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کونسے ہیں؟ آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دُہرائی۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیے یارسول اللہ! فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کے ساتھ بُرا سلوک کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا سُنو! قولِ زور اور شہادتِ زور بھی"

نیز فرمایا:

كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

"اللہ جن گناہوں کو چاہتا ہے قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیتا ہے سوائے والدین کے ساتھ قطعِ تعلق کے کہ اللہ اس کا بدلہ موت سے پہلے اِس زندگی ہی میں دے دیتا ہے"

(الحاکم)

والدین جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی آپؐ نے بڑی تاکید فرمائی ہے کیونکہ اس وقت وہ کمزور ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن نے ہدایت کی ہے کہ:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

"تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔

(الاسراء - ۲۳، ۲۴)

اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو نہ انہیں اُف کہو اور نہ جھڑکو بلکہ ان سے شریفانہ بات کہو۔ اور اُن کے لئے رحمدلی کے ساتھ پستی کے بازو جھکائے رہو اور دُعا کرتے رہو کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔"

والدین کو گالیاں کھلانا کبائر میں سے ہے

والدین کو لعنت ملامت کرانا یعنی اس کا سبب بننا نہ صرف حرام بلکہ گناہِ کبیرہ ہے۔

ارشادِ نبوی ہے:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ فَاسْتَغْرَبَ الْقَوْمُ أَنْ يَلْعَنَ رَجُلٌ عَاقِلٌ مُؤْمِنٌ وَالِدَيْهِ وَهُمَا سَبَبُ حَيَاتِهِ، فَقَالُوا وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلَ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔

(متفق علیہ)

"کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت ملامت کرے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایک عقلمند مومن کس طرح اپنے والدین کو لعنت ملامت کر سکتا ہے جبکہ اسے زندگی ان ہی کے ذریعہ ملی ہے؟ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ آدمی اپنے والدین کو کس طرح لعنت ملامت کر سکتا ہے؟ فرمایا آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ وہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے اور یہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"

تو اُس شخص کے گناہ کا کیا ٹھکانا جو اپنے ماں باپ کو دُوبدو گالی دیتا ہے!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کیلئے جانا جائز نہیں جبکہ جہاد فرض عین نہ ہو

چونکہ اسلام والدین کی رضامندی کا بے حد خواہاں ہے اس لئے اس نے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلنا جبکہ جہاد تطوع کے طور پر ہو یعنی فرض عین نہ ہو حرام ٹھہرایا ہے، حالانکہ اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کا بدل نہ رات بھر کی عبادت ہو سکتی ہے اور نہ دن بھر کا روزہ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ. (متفق علیہ)

"ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے جہاد کی اجازت مانگی۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہارے والدین حیات ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: تو پھر ان ہی میں جہاد کرو۔"

یعنی والدین کی خدمت اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کو میدانِ جہاد بنا لو۔

اسی طرح ایک شخص کو جو ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا:

أَفَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا. (مسلم)

"کیا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا تو اپنے والدین کے پاس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو۔"

ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ سے بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اور والدین کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے۔ فرمایا:

اِرْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا. (البخاری)

"اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ اور جس طرح انہیں رلایا ہے اسی طرح انہیں ہنساؤ۔"

اسی طرح یمن سے ایک شخص ہجرت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دریافت فرمایا کہ آیا وہ والدین کی اجازت سے آیا ہے۔ اُس نے جب نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا:

فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبَرَّهُمَا۔ (ابو داؤد)

"اُن کے پاس واپس چلے جاؤ اور اُن سے اجازت طلب کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ اُن کی خدمت میں لگے رہو"۔

مشرک والدین

والدین کے معاملہ میں اسلام نے نہایت اعلیٰ تعلیم دی ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو بہرصورت حرام ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ اگر والدین مشرک و کافر ہوں اور شرک کے داعی بن کر اپنے بیٹے کو اس کے دین سے پھیرنے کے لئے دباؤ ڈالیں تب بھی ان کے ساتھ بدسلوکی روا نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيرُ۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰٓ اَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (لقمان ۱۴، ۱۵)

"میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف تجھے پلٹ کر آنا ہے اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی علمی دلیل نہیں ہے تو انکی بات نہ مان اور دنیا میں انکے ساتھ اچھا برتاؤ کر مگر اتباع اُس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اُس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو"۔

مذکورہ آیات میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ شرک کے معاملہ میں اپنے والدین کی اطاعت نہ کریں کہ خالق کی معصیت کے معاملہ میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اور شرک سے بڑھ کر معصیت اور کیا ہو سکتی ہے؟ البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس طور سے کہ کوئی مسلمان ایمان کے معاملہ میں ان کی رائے سے متاثر نہ ہو بلکہ مومنین صالحین کی راہ کی اتباع کرے اور اس کے اور والدین کے درمیان دین کا جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ احکم الحاکمین پر چھوڑ دے اس دن کے لئے جب نہ باپ بیٹے کے کچھ کام آسکے گا اور نہ بیٹا باپ کے۔

رواداری کی اس اعلیٰ تعلیم کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بابِ چہارم

- اعتقاد و تقلید
- معاملات
- کھیل اور تفریح
- اجتماعی روابط
- غیر مسلموں سے تعلّقات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعتقاد و تقلید

صحیح عقیدہ اسلامی معاشرہ کی اساس ہے اور توحید اس عقیدہ کا جوہر اور پورے دین کی رُوح ہے۔ صحیح عقیدہ اور توحیدِ خالص کا تحفظ وہ اوّلین مقصد ہے جس کو اسلام نے اپنی تشریع و تعلیم میں پیشِ نظر رکھا ہے۔ ساتھ ہی ان جاہلی معتقدات کی مخالفت بھی ضروری ہے جن کو بُت پرستوں نے رائج کر رکھا ہے تاکہ مسلم معاشرہ کو شرک کی آلائشوں اور گمراہی کے اثرات سے پاک رکھا جا سکے۔

سُننِ الٰہی کا احترام

اوّلین عقیدہ جس کو اسلام اپنے فرزندوں کے دلوں میں راسخ کرتا ہے یہ ہے کہ اس عظیم کائنات کا نظام جس کی زمین کے اوپر اور جس کے آسمان کے نیچے انسان زندگی بسر کرتا ہے کوئی اٹکل پچو چیز نہیں ہے جو بغیر رہنمائی کے چل رہا ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی مخلوق کی خواہش کے مطابق چلے کیونکہ خواہشات باہم متناقض ہوتی ہیں:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ۔

"اگر حق اُن کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور جو اُن میں ہیں سب درہم برہم ہو جاتے۔"

(المومنون۔۷۱)

واقعہ یہ ہے کہ یہ کائنات قوانینِ قدرت اور سُننِ الٰہی سے مربوط ہے جن میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل ممکن نہیں جیسا کہ قرآن نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَحْوِيلًا۔

"تم اللہ کی سُنّت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔"

(فاطر۔۴۳)

کتاب و سُنّت کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان ان سُنّتوں کا احترام کریں اور اسباب کے ذریعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نتائج کو حاصل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو نتائج کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے، اوران مزعومہ مخفیہ اسباب کی طرف مطلق توجہ نہ کریں جن کو عبادت گاہوں کے مجاور، پیشہ وران مکرو فریب اور مذہب کی دوکان چلانے والے مقصد براری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

اوہام و خرافات کے خلاف جنگ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو سوسائٹی میں فریب کاروں کا ایک گروہ موجود تھا جسے کاہن یا نجومی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ غیب کی سابقہ یا آئندہ ہونے والی باتیں جنات کے ذریعہ جاننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس دجل و فریب کے خلاف جس کو علم و ہدایت اور کتاب الٰہی سے کوئی واسطہ نہ تھا آپ نے اعلانِ جنگ کیا اور انہیں اللہ کا کلام سنایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (النمل ۔ ۶۵)

"کہو اللہ کے سوا زمین اور آسمانوں میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا"

درحقیقت غیب کا علم نہ فرشتے رکھتے ہیں، نہ جن اور نہ انسان۔ آپ نے اپنے رب کا یہ فرمان سنایا:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ (الاعراف ۔ ۱۸۸)

"اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بڑا خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتا۔ میں تو بس خبردار کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں"

اور حضرت سلیمان کے جنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ:

اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ۔ (سبأ ۔ ۱۴)

"اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ رہتے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا جو شخص اس بات کا مدعی ہو کہ حقیقتہً اس کو غیب کا علم ہے وہ اللہ، حقیقت اور لوگ سب کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو خیال کر رہا تھا کہ آپؐ بھی علمِ غیب کے مدعی ہوں گے اس لئے ان لوگوں نے اپنے ہاتھ میں کوئی چیز چھپائی اور آپؐ سے پوچھا: بتلایئے، ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ آپؐ نے واضح طور سے فرمایا: "میں کاہن نہیں ہوں۔ کاہن، کہانت اور کہان سب آگ میں ہوں گے"۔

کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے

اسلام نے کاہنوں اور دجالوں کی مخالفت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کو بھی گناہ میں شریک ٹھہرایا جو اُن کے پاس جا کر سوالات کرتے ہیں اور ان کے اوہام اور گمراہ کن باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا.

(مسلم)

"جو شخص نجومی کے پاس گیا اور سوالات کئے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کی اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی"۔

نیز فرمایا:

مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(البزار)

"جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایت سے کفر کیا"۔

کفر اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہدایت نازل کی گئی ہے کہ غیب اللہ وحدہٗ ہی کے لئے ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو غیب کا علم نہیں ہے اور کسی اور کو تو بدرجۂ اولیٰ نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓى اِلَیَّ ۔

(الانعام -- ۵۰)

"کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر کی جاتی ہے۔"

قرآن کی اس صریح اور واضح ترین بات کو جاننے کے باوجود اگر ایک مسلمان اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بعض لوگ پردہ ہٹا کر تقدیر کو دیکھ سکتے ہیں اور غیب کے رازہائے سربستہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ اس ہدایت کے ساتھ کفر کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے ۔

پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا

پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا جس مصلحت سے حرام کر دیا گیا ہے اس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں ۔

پانسے یعنی تیر جن کو عرب زمانۂ جاہلیت میں قسمت کا حال معلوم کرنے کی غرض سے استعمال کرتے تھے۔ ایک تیر پر یہ عبارت کندہ ہوتی "میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے" اور دوسرے پر ہوتی "میرے رب نے مجھے منع کیا ہے" اور تیسرا تیر سادہ ہوتا۔ جب سفر یا شادی وغیرہ کا ارادہ کر لیتے تو بتوں کے پاس جا کر پانسوں کے ذریعہ قسمت کا لکھا معلوم کرنا چاہتے۔ اگر حکم دینے والا تیر نکل آتا تو اس کام کے لئے قدم اُٹھاتے اور اگر ممانعت والا تیر نکل آتا تو رک جاتے اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو پھر سے قرعہ اندازی کرتے یہاں تک کہ امر یا نہی والا تیر نکل آتا ۔

ہماری سوسائٹی میں اس سے ملتی جلتی چیزیں یہ ہیں :- رمل، کوڑیاں، کتاب کھول کر فال نکالنا، تاش کے پتے اور فنجان پڑھنا۔ اس قسم کی تمام چیزیں اسلام میں حرام اور منکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ (المائدہ۔۳) "اور یہ کہ تم پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرو کہ یہ فسق ہے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا يَنَالُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مَنْ تَكَهَّنَ اَوِ اسْتَقْسَمَ اَوْ رَجَعَ مِنْ سَفَرٍ تَطَيُّرًا۔ (النسائی) "وہ شخص بلند درجات کو نہیں پہنچ سکتا جو کہانت کرے یا پانسوں کے ذریعہ قسمت کا حال معلوم کرے یا بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس لوٹ آئے۔"

جادو

اسلام جادو کا سخت مخالف ہے۔ جو لوگ جادو سیکھتے ہیں اُن کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔ (البقرۃ۔۱۰۲) "مگر وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو اُن کے حق میں مفید نہیں بلکہ مُضر تھی۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کا شمار مہلک اور کبیرہ گناہوں میں کیا ہے جو افراد ہی کو نہیں قوموں کو بھی ہلاک کر دیتا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں تباہی لاتا ہے۔ بعض فقہا نے سحر کو کفر یا موجب کفر قرار دیا ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک جادوگر کا قتل واجب ہے تاکہ سماج کو اس کے شر سے پاک کیا جا سکے۔

قرآن نے جادوگروں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ (الفلق۔۴) "اور پناہ مانگتا ہوں میں گرہوں میں پھونکنے والو(ں) نفوس کے شر سے۔"

گرہوں میں پھونکنا جادو کے طریقوں اور اس کی خصوصیات میں سے ہے۔ حدیث میں ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ نَفَثَ فِیْ عُقْدَۃٍ فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ اَشْرَكَ۔ (الطبرانی)

"جس نے گرہ میں پھونکا اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا وہ شرک کا مرتکب ہوا۔"

اسلام نے جس طرح نجومی کے پاس غیب اور راز کی باتیں معلوم کرنے کی غرض سے جانا حرام ٹھہرایا ہے اسی طرح جادو سیکھنے یا جادوگروں کے پاس کسی مرض کے علاج یا کسی مشکل کو حل کرنے کے لئے جانا بھی حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَ لَہٗ اَوْ تَکَھَّنَ اَوْ تُکُھِّنَ لَہٗ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَہٗ۔ (البزار)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو برا شگون لے یا جس کے لئے برا شگون لیا جائے یا جس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جو جادو کرائے۔"

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نجومی یا ساحر یا کاہن کے پاس جاکر سوالات کئے اور اس کی باتوں کو سچ مانا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایت سے کفر کیا۔ (بزار، ابویعلیٰ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ۔ (ابن حبان)

"جنت میں شرابی داخل نہ ہوگا اور نہ جادو پر اعتقاد رکھنے والا اور نہ قطع رحمی کرنے والا۔"

یہ حرمت صرف جادوگر ہی کی حد تک نہیں ہے بلکہ اس میں جادو پر اعتقاد رکھنے والے، اس کی حوصلہ افزائی کرنے والے اور جادوگر کی باتوں کو صحیح سمجھنے والے بھی شامل ہیں۔ اور یہ حرمت اس صورت میں اور بڑھ جاتی ہے جبکہ جادو کا استعمال ایسے اغراض کے لئے ہو جو فی نفسہ حرام ہیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے، کسی کو جسمانی نقصان پہنچانے وغیرہ کے لئے ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعویذ باندھنا

اسی قسم کی ایک چیز تعویذ اور منکے وغیرہ ہیں جو بیماری سے شفایابی یا تحفظ کے اعتقاد سے باندھے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے دروازہ پر گھوڑے کا نعل لگاتے ہیں اور آج دنیا کے مختلف گوشوں میں گمراہ کرنے والوں کی بھی کمی نہیں جو عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں تعویذیں لکھ لکھ کر دیتے ہیں۔ ان تعویذوں میں لکیریں اور طلسم ہوتے ہیں اور گنڈوں پر قسمیں کھا کر اور منتر پڑھ کر پھونکتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تعویذ گنڈا باندھنے والوں پر جنوں کا اثر نہیں ہوگا اور وہ آسیب، نظرِ بد اور حسد وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

جہاں تک اپنے تحفظ اور علاج کا تعلق ہے اس کے کچھ معروف طریقے ہیں جن کو اسلام نے جائز ٹھہرایا ہے لیکن ان معروف طریقوں کو چھوڑ کر گمراہ دجالوں کے طریقوں کو اختیار کرنا اسلام کے نزدیک سخت منکر ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

تَدَاوَوا فَاِنَّ الَّذِیْ خَلَقَ الدَّاءَ خَلَقَ الدَّوَاءَ۔ (احمد)

"علاج کرو کیونکہ جس نے بیماری پیدا کی ہے اُسی نے دوا بھی پیدا کی ہے۔"

نیز فرمایا:

اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَدْوِیَتِکُمْ خَیْرٌ فَفِیْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ: شُرْبَةُ عَسَلٍ اَوْ شَرْطَةُ مُحَجِّمٍ اَوْ کَیَّةٌ بِنَارٍ۔ (متفق علیہ)

"تمہاری ان دواؤں میں مفید تین چیزیں ہیں: شہد پینا، پچھنے لگوانا اور آگ سے داغ دینا۔"

ان تین چیزوں کی اسپرٹ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان پر قیاس کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے علاج کے یہ طریقے جائز قرار پاتے ہیں:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوا پینا۔

آپریشن کے ذریعہ علاج۔

داغ کے ذریعہ علاج جس میں الکٹرک شاک کے ذریعہ علاج کرنا بھی شامل ہے۔

رہا علاج یا تحفظ کے لئے تعویذ اور منکے وغیرہ باندھنا یا طلسمی منتر پڑھنا تو یہ جہالت اور گمراہی ہے جو سُننِ الٰہی کے خلاف اور توحید کے منافی ہے۔ عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ دس افراد پر مشتمل ایک قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ان میں سے نو افراد سے بیعت کی لیکن ایک شخص سے نہیں کی۔ ان کے دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا:

اِنَّ فِیْ عَضُدِہٖ تَمِیْمَۃٌ، فَقَطَعَ الرَّجُلُ التَّمِیْمَۃَ فَبَایَعَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ عَلَّقَ فَقَدْ اَشْرَکَ۔	"اس کے بازو میں تعویذ بندھی ہے۔ جب اس شخص نے تعویذ کاٹ ڈالی تو آپؐ نے بیعت کی اور فرمایا: جس نے تعویذ باندھی اس نے شرک کیا۔"

(احمد و الحاکم)

دوسری حدیث میں ہے:

مَنْ عَلَّقَ تَمِیْمَۃً فَلَا اَتَمَّ اللّٰہُ لَہٗ، وَمَنْ عَلَّقَ وُدْعَۃً فَلَا اَوْدَعَ اللّٰہُ لَہٗ۔	"جس نے تعویذ باندھی اللہ اس کو کامیاب نہ کرے اور جس نے منکے باندھے اللہ اسے سکون نصیب نہ کرے۔"

(احمد و ابو یعلیٰ و الحاکم)

"عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بازو میں پیتل کا چھلّہ دیکھا تو فرمایا: افسوس تم پر، یہ کیا ہے؟ اس نے کہا، یہ کمزوری کو دُور کرنے کے لئے پہنا ہے۔ فرمایا: یہ تمہاری کمزوری میں مزید اضافہ کرے گا۔ اسے نکال کر پھینک دو ورنہ اگر تمہاری موت اسی حالت میں ہوئی تو تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے۔" (احمد و ابن حبان)

اِن تعلیمات نے اصحابِ رسولؐ پر اس قدر گہرا اثر ڈالا تھا کہ وہ اس قسم کی گمراہیوں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت دُور رہے اور ان بے حقیقت چیزوں کو انہوں نے کوئی اہمیت نہیں دی۔

عیسیٰ بن حمزہ کہتے ہیں میں عبداللہ بن حکیم کے پاس گیا۔ وہاں حمزہ موجود تھے۔ میں نے کہا آپ تعویذ نہیں باندھتے؟ انہوں نے کہا، اس سے اللہ کی پناہ! اور ایک دوسری روایت میں ہے "موت اس سے قریب تر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ۔ (الترمذی)

"جو شخص (اپنے گلے میں) کوئی چیز لٹکائے اس کو اسی کے حوالہ کر دیا جائے گا"

ابنِ مسعودؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے گلے میں گنڈا بندھا ہوا دیکھا تو اسے کھینچ کر کاٹ ڈالا اور فرمایا: آلِ عبداللہ شرک سے بے پرواہ ہو گئے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

إِنَّ الرُّقَىٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتُّوَلَةَ شِرْكٌ۔ (ابن حبان والحاکم)

"منتر، تعویذ اور تُولہ سب شرک ہیں"

"تُوَلہ" ایک قسم کا جادو ہی ہے اور اس طریقہ کو عورتیں اپنے شوہروں کی نظروں میں محبوب بننے کے لئے اختیار کرتی ہیں۔ علماء کہتے ہیں ممنوع منتر وہ ہیں جو عربی میں نہ ہوں بلکہ کسی اور زبان میں ہوں اور زبان کی مغایرت کی وجہ سے ان کے معنی معلوم نہ ہوں۔ ایسے منتروں میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ جادو یا کُفر کے قسم کی کوئی بات ہو لیکن اگر اس کے معنی سمجھ میں آجائیں اور اس میں اللہ کا ذکر ہو تو وہ مستحب ہے۔ ایسے منتر اللہ سے دُعا اور اس سے اُمید کے مترادف ہوتے ہیں۔ ان کی حیثیت علاج یا دوا کی نہیں ہوتی۔ البتہ اہلِ جاہلیت کے منتر جادو، شرک اور طلسم سے مرکب ہوتے تھے اور معنی مفہوم سے خالی ہوتے تھے۔

روایت ہے کہ ابنِ مسعودؓ نے اپنی اہلیہ کو ان جاہلی منتروں سے منع کیا تو اس نے یہ واقعہ سُنایا: ایک روز میں باہر نکلی تو مجھے فلاں شخص نے دیکھ لیا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاری ہو گیا۔ جب میں منتر پڑھتی ہوں تو آنسو رک جاتے ہیں اور جب منتر پڑھنا ترک کرتی ہوں تو آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ جب تم اُس کی بات مانتی ہو تو وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے اور جب اس کی بات نہیں مانتی ہو تو اپنی انگلی تمہاری آنکھ میں چبھوتا ہے۔ لیکن اگر تم وہی کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا اور اُمید ہے کہ تمہیں شفا حاصل ہوگی۔ اپنی آنکھوں میں پانی چھڑکو اور یہ کلمات کہو:

أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

"اے انسانوں کے رب! تکلیف کو دُور فرما اور شفایاب کر کر تُو ہی شفا دینے والا ہے، کوئی شفا نہیں بجز تیری شفا کے، ایسی شفا عطا فرما کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔"

(ابنِ ماجہ و ابوداؤد والحاکم)

بدشگونی

بدشگونی، جگہ، وقت اور اشخاص وغیرہ سے لی جاتی ہے۔ یہ اُن اوہام میں سے ہے جن کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ حضرت صالحؑ کی قوم نے اُن سے کہا تھا:

اِطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۔ (النمل۔۴۷) "ہمارے خیال میں تو تم اور تمہارے ساتھی شگونِ بد ہیں۔"

اور فرعون اور اس کی قوم پر جب کوئی مصیبت آتی تو

يَطَّيَّرُوا بِمُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۔ "وہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نحوست قرار دیتے"

(الاعراف۔۱۳۱)

اکثر کفار جو گمراہی میں مبتلا رہے ہیں کسی مصیبت کے نازل ہو جانے پر یہی کہتے رہے ہیں کہ:

إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۔ (یٰسٓ۔۱۸) "ہم تمہیں اپنے لئے شگونِ بد سمجھتے ہیں"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا جواب انبیاء علیہم السلام یہ دیتے رہے ہیں کہ:

طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ۔ (یٰسٓ - ۱۹) "تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے"

یعنی تمہاری مصیبت کا سبب تمہارے ساتھ لگا ہوا ہے اور وہ ہے تمہارا کفر و عناد اور تمہاری سرکشی۔

بدشگونی کے بارے میں زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے عقائد مختلف تھے لیکن اسلام نے ان کو باطل قرار دے کر لوگوں کو عقلیت (Rationality) کی راہ پر لگایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطُيِّرَ لَهٗ اَوْ تَكَهَّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ۔ (الطبرانی)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بُرا شگون لے یا جس کے لئے بُرا شگون لیا جائے یا جس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جو جادو کرائے"

نیز فرمایا:

اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ۔ (ابوداؤد والنسائی وابن حبان)

"رمل، پرندہ سے بُرا شگون لینا اور کنکریاں مار کر بُرا شگون لینا جبت (وہم پرستی) کے قبیل سے ہے"

یہ بدشگونی نہ علم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور نہ واقعات کی بنیاد پر بلکہ محض ضعفِ اعتقاد اور وہم پرستی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنی کہ ایک عقلمند آدمی سچ مچ یہ خیال کرنے لگے کہ فلاں شخص یا فلاں جگہ منحوس ہے یا وہ کسی پرندے کی آواز سن کر یا آنکھوں کی حرکت دیکھ کر یا کوئی کلمہ سن کر گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر انسان کی طبیعت میں کمزوری ہو تو وہ اسے بدشگونی پر آمادہ کرتی ہے۔ لہٰذا انسان کو اس کمزوری کے آگے سپر نہیں ڈالنا چاہیے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے: "تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے کسی کا بچنا مشکل ہے: بدگمانی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بدشگونی اور حسد۔ لہٰذا جب بدگمانی پیدا ہو جائے تو اس پر یقین نہ کرو اور جب بدشگونی تردد پیدا کرے تو راستہ سے واپس نہ لوٹو اور جب حسد کا احساس ہونے لگے تو ویسا نہ چاہو۔" (طبرانی)

اس احتیاط پر عمل کرنے کی صورت میں ان تینوں باتوں کی حقیقت دل میں گذرنے والے خیالات اور وساوس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی اور ان باتوں کا کوئی اثر عمل پر مرتب نہ ہوگا۔ ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ نے درگذر فرمایا ہے۔ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔" ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں: "ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں بدشگونی کے خیالات نہ پیدا ہوتے ہوں لیکن اللہ پر توکل کرنے سے اس قسم کے خیالات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی)

جاہلیت کی تقلید کے خلاف جہاد

اسلام نے جس طرح جاہلی اعتقادات واوہام کے خلاف جنگ کی کیونکہ یہ چیزیں عقل، اخلاق، برتاؤ سب کے لئے خطرناک ہیں اسی طرح اس نے جاہلیت کی تقلید کے خلاف بھی جہاد کیا جو عصبیت، فخر و غرور اور قبائلی نخوت پر قائم تھی۔

اسلام میں عصبیت نہیں

اس سلسلہ میں اسلام نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ عصبیت کی تمام صورتوں کو دفن کر دیا اور عصبیت کے جذبات کو پیدا کرنا اور اس کی طرف بلانا حرام ٹھہرایا۔ ارشادِ نبوی ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ۔ (ابوداؤد)

"جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں ہے، جو عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو عصبیت پر مرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام رنگ، قوم اور خطۂ زمین کی بنیاد پر انسان اور انسان کے درمیان امتیاز کرنے کا قائل نہیں ہے۔ اور اس کے نزدیک یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمان کوئی، قومی اور ملکی تعصب سے کام لیں، اور حق اور باطل، انصاف اور ظلم دونوں صورتوں میں اپنی قوم کی حمایت کریں۔ واثلہ بن اسقع کہتے ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: اَنْ تُعِيْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ۔ (ابوداؤد)

"میں نے کہا یا رسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی قوم کی ظلم کے معاملہ میں بھی مدد کرو۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ (النساء-۱۳۵)

"اے ایمان لانے والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کی خاطر گواہی دینے والے بنو اگرچہ کہ اس شہادت کی زد تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔"

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ (المائدۃ-۸)

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ عدل نہ کرو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُهٗ۔ (البخاری)

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو ہم مدد کریں گے لیکن ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کریں؟ فرمایا: اپنے بھائی کو ظلم سے روکنا درحقیقت اس کی مدد کرنا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو دعوت مسلمانوں کو ان کے درمیان ملکی اور گروہی عصبیت پیدا کرنے کی غرض سے دی جائے مثلاً وطن پرستی یا قوم پرستی کی دعوت تو وہ جاہلیت کی دعوت ہے۔ جس سے اسلام، اس کا رسول اور اس کی کتاب بری ہے۔

اسلام دوسرا عقیدہ رکھنے والوں کے ساتھ ولایت کے تعلقات قائم کرنے کا قائل نہیں ہے اور نہ کفر و ایمان کے علاوہ کسی اور بنیاد پر لوگوں کے درمیان فرق و امتیاز کا قائل ہے۔ اسلام کا دشمن اور کافر مسلمانوں کا بھی دشمن ہے خواہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۔

(المجادلۃ ـ ۲۲)

"تم کبھی نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ محبت رکھتے ہوں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔"

رنگ و نسب کی کوئی اہمیت نہیں

بخاری کی روایت ہے کہ "ابوذرؓ اور بلال حبشیؓ نے غصہ میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ابوذرؓ نے غصہ میں بلالؓ سے کہا "اے سیاہ فام کی اولاد"! بلالؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپؐ نے ابوذرؓ سے فرمایا: تم نے ان کی ماں کو برا بھلا کہا؛ تمہارے اندر جاہلیت کی خو بو ابھی باقی ہے۔"

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے کو دیکھو کیونکہ سرخ یا سیاہ رنگ کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے البتہ تقویٰ کی بنا پر تم فضیلت حاصل کر سکتے ہو۔" (احمد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور آپؐ نے فرمایا:

کُلُّکُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ۔ "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے"۔

(البزار)

اس طرح اسلام نے اس بات کو حرام ٹھہرایا کہ مسلمان جاہلی خواہشات کے پیچھے پڑ کر حسب و نسب پر ناز کرنے لگے اور اپنے باپ دادا کی بڑائیاں ہانکنے لگے۔

نسب اور خاندان کی کیا حیثیت جبکہ سب کی اصل ایک ہے۔ اور اگر بالفرض نسب کی حیثیت تسلیم کی جائے تو اس باپ یا اُس باپ سے پیدا ہونے میں انسان کی اپنی کیا فضیلت ہے یا اُس کا اس میں کیا قصور ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آباء و اجداد پر فخر کرنے والوں کو نہایت سخت انداز میں متنبہ فرمایا ہے۔

"لوگ اپنے باپ داداؤں پر فخر کرنا چھوڑ دیں۔ اُن باپ داداؤں پر جو مر کر جہنم کا کوئلہ بن گئے ہیں ورنہ وہ کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کے طریقہ کو مٹا دیا ہے۔ اب یا تو آدمی متقی مومن ہو گا یا بدبخت فاجر۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی"۔ (ابو داؤد، ترمذی، بیہقی)

اس حدیث میں اُن لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جو اپنے قدیم اجداد اور عربی و عجمی جاہلیت کے علمبردار فرعون و کسریٰ پر ناز کرتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت ارشادِ نبوی کے مطابق جہنم کے کوئلہ سے زیادہ نہیں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ ہزارہا افراد نہایت توجہ کے ساتھ اسلام کا پیغام سُن رہے تھے، آپؐ نے اپنے خطبہ میں چند اصولی باتوں کا اعلان فرمایا:

یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ، "لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے۔ سُنو کسی عربی کو عجمی پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی. اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ (البیہقی)

فضیلت حاصل نہیں ہے اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے، نہ گورا کالے پر فضیلت رکھتا ہے نہ کالا گورے پر بجز تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے"

نوحہ کرنا

کسی کی موت پر نوحہ کرنا، واویلا مچانا، جزع فزع کرنا اور اظہارِ غم میں غلو کرنا جاہلیت کے طور طریقوں کی تقلید ہے جس کا اسلام سخت مخالف ہے۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ موت درحقیقت اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے کا نام ہے نہ کہ بالکل فنا اور معدوم ہو جانے کا۔ اور جزع فزع سے نہ مُردہ زندہ ہو سکتا ہے اور نہ قضائے الٰہی ٹل سکتی ہے لہٰذا ایک مومن کو موت کا اسی طرح سامنا کرنا چاہیے جس طرح کہ وہ دوسری مصیبتوں کا صبر و احتساب کے ساتھ سامنا کرتا ہے۔ اسے اس بات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور آخرت میں ابدی ملاقات کی اُمید رکھنا چاہیے نیز اس کی زبان پر یہ کلمات ہونے چاہئیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (البقرۃ-۱۵۶) "ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے"

لیکن اگر وہ اہلِ جاہلیت کا سا طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ منکر اور حرام ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ۔ (البخاری)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنا منہ پیٹے، دامن پھاڑے اور جاہلیت کی پکار بلند کرے"

مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اظہارِ غم کے لئے ماتمی لباس پہنے یا زینت ترک کرے یا معمول کے لباس اور ہیئت میں تبدیلی کرے، البتہ بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک منائے کہ یہ حقِ زوجیت کے ایفاء کا تقاضا ہے اور اس میں اس مقدس رشتہ کا احترام ہے جس نے دونوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمع کیا۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ زینت کا اظہار نہ کرے اور عدّت کے زمانہ میں پیغام دینے والوں کی نگاہوں میں کھب جانے کا باعث نہ بنے۔ لیکن اگر میّت شوہر کے علاوہ کوئی اور ہو مثلاً باپ، بیٹا، بھائی تو ایسی صورت میں عورت کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت بیان کی ہے، وہ اُمّ حبیبہؓ سے روایت کرتی ہیں جب ان کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوگیا اور جب زینب بنتِ جحش کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے خوشبو منگوا کر لگائی اور کہا: قسم بخدا! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو میں نے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ (البخاری)

"جو عورت اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میّت پر سوگ کرے البتّہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک اسے منانا چاہئے۔"

یہ سوگ بیوی پر واجب ہے جس کے سلسلہ میں اسے تساہل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ایک عورت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری بیٹی کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا وہ سُرمہ لگا سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ (بخاری۔ کتاب الطّلاق)

آپؐ کا یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دورانِ عدّت زیبائش و آرائش حرام ہے البتّہ بغیر جزع فزع کے اظہارِ غم اور بغیر چیخ پکار کے رونا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے بلکہ ایک فطری امر ہے۔

حضرت عمرؓ نے بعض عورتوں کے رونے کی آواز سُنی جو خالدؓ بن ولید پر رو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا انہیں ابوسلیمان پر رونے دو بشرطیکہ وہ سر پر مٹی نہ ڈالیں یا چیخ چیخ کر نہ روئیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملات

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس طور سے فرمائی ہے کہ افراد ایک دوسرے کے ضرورتمند ہیں۔ کوئی شخص بھی خود مکتفی اور دوسروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کسی کے پاس ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن سے وہ خود بے نیاز ہوتا ہے اور جن چیزوں سے دوسرے لوگ بے نیاز ہوتے ہیں ان کا وہ ضرورتمند ہوتا ہے۔ اس تمدنی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ اموالِ تجارت اور منفعت بخش چیزوں کا بیع و شرار کے ذریعہ تبادلہ کریں تاکہ زندگی اُستوار ہو اور معاملات مفید اور نتیجہ بخش طریقہ پر انجام پا سکیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عربوں میں بیع و شرار اور مبادلہ کی مختلف شکلیں رائج تھیں۔ ان میں سے جو شکلیں شرعی اصول سے ہم آہنگ تھیں ان کو آپؐ نے برقرار رکھا اور جو شکلیں ہم آہنگ نہ تھیں ان سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت چند اسباب کی بنا پر تھی مثلاً معصیت کے کام میں تعاون، دھوکہ دہی، نفع اندوزی، معاملہ کے کسی فریق کے ساتھ ظلم و زیادتی وغیرہ۔

حرام چیزوں کی بیع حرام ہے

(۱) اشیائے ممنوعہ سے فائدہ اُٹھانا معصیت کے قبیل سے ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت اور تجارت حرام ہے مثلاً خنزیر، شراب، خورد و نوش کی حرام چیزیں، بُت، صلیب، مجسّمے وغیرہ۔ اگر ان چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی تجارت کو جائز قرار دیا جاتا تو معصیت کے ان کاموں کو فروغ حاصل ہوتا، لوگوں کو ان چیزوں کے قریب جانے کا موقع ملتا، ان کا حصول آسان ہو جاتا اور لوگوں کے اندر ان کی رغبت پیدا ہو جاتی۔ لیکن چونکہ ان کی خرید و فروخت اور ان کا حصول حرام کر دیا گیا ہے اس لئے وہ ان چیزوں سے گریز کر سکتے ہیں۔ اب نہ ان چیزوں کی طرف توجہ مبذول ہو سکتی ہے اور نہ ان کی یاد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تازہ ہو سکتی ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ۔ (متفق علیہ)

"اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مُردار، سوّر اور بتوں کی خرید و فروخت حرام کر دی ہے۔"

نیز فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهٗ۔ (احمد و ابوداؤد)

"اللہ جب کسی چیز کو حرام کر دیتا ہے تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتا ہے۔"

دھوکہ کی بیع ممنوع ہے

(ب) ہر وہ معاملۂ بیع جس میں مال کے مجہول ہونے یا دھوکہ کی صورت پیدا ہو جانے یا ایک فریق کے دوسرے فریق کو گھاٹا دینے کی بنا پر نزاع کے لئے گنجائش پیدا ہوتی ہو سدِّ ذریعہ کے طور پر ممنوع ہے، مثلاً نر کی صُلب میں یا اونٹنی کے بطن میں جو بچہ ہو اس کا سودا کرنا یا اُڑتے ہوئے پرندے یا پانی کے اندر کی مچھلیوں اور اس قسم کی ہر مجہول چیز کی خرید و فروخت۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پھلوں کو کھیتوں اور باغوں میں ان کے پختہ ہونے سے پہلے ہی فروخت کر دیا جاتا تھا اور معاملہ طے ہو جانے کے بعد کبھی ایسا ہوتا کہ آفتِ سماوی کی وجہ سے پھل تباہ ہو جاتے اور ایسی صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان نزاع پیدا ہو جاتی۔ بائع کہتا میں سودا مکمل کر چکا ہوں اور خریدار کہتا تو نے پھل فروخت کئے ہیں اور پھل ہی غائب ہیں۔ اس لئے آپؐ نے منع فرمایا کہ پھلوں کو ان کی پختگی ظاہر ہونے سے پہلے فروخت نہ کیا جائے اِلّا یہ کہ معاملہ فوری طور سے پھل توڑنے کی شرط پر کیا جائے۔ اسی طرح آپؐ نے خوشوں کی بیع کی بھی ممانعت فرمائی یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائیں اور آفت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے یہ بھی سوچا کہ جب اللہ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھلوں کو روک دیا ہو تو تمہارے لئے اپنے بھائی کا مال لینا کس طرح جائز ہو گا؟ (بخاری)

ہر مجہول چیز ممنوع نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں اس سے خالی نہیں ہوتیں مثلاً اگر کوئی شخص مکان خریدتا ہے تو اس کی بنیاد اور دیواروں کے اندر کا حال اسے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو چیز ممنوع ہے وہ کسی چیز کا صریح مجہول ہونا ہے جس کے باعث نزاع یا باطل طریقہ پر لوگوں کا مال کھانے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی چیز معمولی درجہ میں مجہول ہو تو اس کی بیع حرام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ان چیزوں کی بیع جو زمین کے اندر ہوتی ہیں جیسے مولی، گاجر، پیاز وغیرہ۔ اسی طرح لکڑی اور خربوزے کے کھیتوں کی بیع جو امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق ہے۔ امام موصوف ان تمام چیزوں کی خرید و فروخت کو جائز کہتے ہیں جو بہ تقاضائے ضرورت ہوں اور جن میں مجہول ہونے کا پہلو بہت معمولی ہو۔

ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"بیع کے سلسلہ میں امام مالک کے اصول دوسرے فقہاء کے اصولوں کے مقابلہ میں بہتر ہیں کیونکہ ان کا مسلک سعیدؓ بن مسیب کے مسلک سے ماخوذ ہے جو بیع کے مسائل میں سب سے بڑے فقیہ مانے جاتے تھے۔"

(القواعد النورانیہ۔ ص ۱۱۸)

اور امام احمدؒ کا مسلک بھی قریب قریب یہی ہے۔

قیمتوں سے کھیلنا

(ج) اسلام نے بازار کو آزاد چھوڑنا پسند کیا ہے کہ طبعی قوانین اپنا کام کرتے رہیں۔ بازار میں اشیاء کی آمد اور ان کی مانگ کی مناسبت سے قیمتوں میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں عہدِ رسالت میں جب قیمتیں چڑھ گئیں اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے لئے اشیاء کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نرخ مقرر کر دیجئے تو آپ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يُطَالِبُنِيْ بِمَظْلِمَةٍ فِيْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ۔

"اللہ ہی قیمتوں کا مقرر کرنے والا ہے۔ گرانی اور ارزانی وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دینے والا بھی وہی ہے۔ میں اللہ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص بھی خون یا مال کے سلسلہ میں مجھ سے کوئی مطالبہ نہ کرے۔"

(احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والدارمی وابویعلی)

پیغمبرِ اسلام نے اس حدیث کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ افراد کی آزادی میں بلاضرورت مداخلت کرنا ظلم ہے، لیکن اگر بازار میں غیر طبعی عوامل داخل ہو جائیں مثلاً ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں سے کھیلنا تو ایسی صورت میں اجتماعی مصلحت کو افراد کی آزادی کے مقابلہ میں مقدم سمجھنا چاہیئے۔ اور ایسی صورت میں نرخ مقرر کرنا سماج کی ضرورت کا تقاضا ہے تاکہ نفع اندوزی کرنے والے حریصوں سے سماج کو بچایا جا سکے۔

مذکورہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نرخ مقرر کرنا ہر حال میں ممنوع ہے خواہ رفعِ حرج اور صریح ظلم سے روکنے کے لئے کیوں نہ کئے جائیں بلکہ محقق علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نرخ مقرر کرنا بعض حالات میں تو حرام اور ظلم ہے لیکن بعض حالات میں منصفانہ اور جائز کام ہے۔ لہٰذا اگر ناروا طریقہ پر ظلم و زیادتی کر کے لوگوں کو ایسی قیمت پر چیزیں فروخت کرنے کے لئے مجبور کر دیا جائے جس سے وہ راضی نہیں ہیں یا مباحات سے انہیں روکا جائے تو یہ حرام ہوگا۔ اور اگر لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے کی غرض سے نرخ مقرر کئے جائیں مثلاً مروّجہ قیمت (Standard Price) کے مطابق معاوضہ لے کر فروخت کرنے کے لئے انہیں مجبور کر دیا جائے یا معروف معاوضہ سے زیادہ معاوضہ وصول کرنے سے انہیں روکا جائے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا۔

پہلی صورت کے بارے میں مذکورہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا جب لوگ معروف طریقہ پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بغیر ظلم و زیادتی کے مال فروخت کرتے ہوں اور اشیاء کی قلت یا آبادی میں اضافہ کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جائیں تو معاملہ اللہ کے حوالہ کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں لوگوں کو مجبور کرنا کہ وہ مقررہ قیمت پر چیزیں فروخت کریں ناحق کی زیادتی ہوگی۔

رہی دوسری صورت یعنی لوگوں کے ضرورتمند ہونے کے باوجود تجار اشیاء فروخت نہ کریں اور معروف قیمت سے زیادہ کا مطالبہ کریں تو ایسی صورت میں مروجہ نرخ کے مطابق اشیاء فروخت کرنا واجب ہے۔ اور نرخ مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مروجہ نرخ کو ان پر لازم کر دیا جائے۔ ایسے موقع پر قیمتوں کی تعیین کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس عدل کو لازم کر دیا ہے اس پر کاربند ہونے کے لئے تاجروں کو مجبور کر دیا جائے۔ (ملاحظہ ہو رسالۃ الحسبۃ از ابن تیمیہ اور الطرق الحکمیۃ از ابن قیم ص ۲۱۴)

ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے

اگرچہ کہ اسلام افراد کو بیع و شراء اور فطری مقابلہ (Natural competition) کی آزادی دیتا ہے لیکن اس بات سے اسے شدید انکار ہے کہ لوگ خود غرضی اور لالچ میں مبتلا ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے چلے جائیں خواہ غذائی اجناس اور قوم کی دیگر اشیائے ضرورت ہی کے ذریعہ کیوں نہ دولت سمیٹی جا سکے۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذخیرہ اندوزی کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے:

مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ "جس نے چالیس دن تک غلہ روکے رکھا اس سے اللہ بری الذمہ ہے"

(احمد والحاکم وابن ابی شیبۃ والبزار)

اور فرمایا:

لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ۔ (مسلم) "ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے شخص کی نفسیات اس طرح بیان کی ہیں:

بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ إِنْ سَمِعَ بِرُخْصٍ سَاءَهُ وَإِنْ سَمِعَ بِغَلَاءٍ فَرِحَ. (رزین)

"بہت بُرا ہے وہ بندہ جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ جب ارزانی ہوتی ہے تو بُرا محسوس کرنے لگتا ہے اور جب گرانی ہوتی ہے تو خوش ہو جاتا ہے۔"

نیز فرمایا:

اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ. (ابن ماجۃ والحاکم)

"بازار میں مال درآمد کرنے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔"

اصل میں تاجر کے نفع کمانے کی دو صورتیں ہیں:- ایک صورت یہ ہے کہ وہ اشیائے تجارت جمع کر رکھے تاکہ مہنگے داموں فروخت کر سکے یعنی جب چیزیں بازار سے غائب ہو جائیں تو شدید ضرورتمند لوگ مُنھ مانگے دام دے کر خریدنے کے لئے مجبور ہو جائیں۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ تاجر اشیائے تجارت بازار میں لے آئے اور تھوڑے نفع کے ساتھ اسے فروخت کر دے۔ پھر دوسرا مال لائے اور تھوڑے نفع کے ساتھ اسے بھی فروخت کر دے۔ اس طرح اپنا کاروبار جاری رکھے۔ اس منافع میں تمدّنی مصلحت بھی ہے اور برکت بھی اور ایسا تاجر رزق بھی پاتا ہے جس کی خوشخبری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

ذخیرہ اندوزی اور قیمتوں کے ساتھ کھیلنے سے متعلق ایک اہم حدیث معقل بن یسارؓ صحابی سے مروی ہے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کے لئے اُموی حاکم عبید اللہ بن زیاد تشریف لائے تو حضرت معقلؓ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

"جس نے مسلمانوں کے لئے گرانی پیدا کرنے کی غرض سے قیمتوں میں مداخلت کی تو اللہ پر یہ حق ہے کہ قیامت کے دن اسے آگ پر بٹھائے۔"

(احمد، طبرانی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں علماء نے یہ حکم مُستنبط کیا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی حُرمت دو باتوں کے ساتھ مشروط ہے :- ایک یہ کہ کسی ایسی جگہ ایسے وقت ذخیرہ کیا جائے جبکہ وہاں کے باشندوں کو اس سے تکلیف پہنچے۔ دوسرے اس سے مقصود قیمتیں چڑھانا ہو تاکہ خوب نفع کمایا جا سکے

بازار کی آزادی میں مصنوعی مداخلت

ذخیرہ اندوزی سے تعلق رکھنے والی ایک بات یہ ہے کہ شہر میں رہنے والا شخص دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی شخص ضرورت کی اشیاء بازار بھاؤ سے فروخت کے لئے لائے لیکن اس کے پاس کوئی شہری پہنچ کر یہ کہے کہ مال میرے حوالہ کر تاکہ میں بعد میں اسے زیادہ قیمت پر فروخت کروں۔ اگر دیہاتی خود فروخت کرتا تو چیز سستے میں فروخت ہو جاتی اور وہ خود بھی نفع کماتا اور دوسرے لوگ بھی فائدے میں رہتے۔

اُس زمانہ میں اِس کا بہت زیادہ رواج تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں :

نُهِيْنَا اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَّلَوْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ - (متفق علیہ) "ہمیں اس بات سے منع کیا گیا تھا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔"

معلوم ہوا کہ مصلحتِ عامہ ذاتی تعلّقات پر فوقیت رکھتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ - (مسلم) "کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو اپنے حال پہ چھوڑ دو۔ اللہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعہ رزق دے گا۔"

اس سے تجارت کے سلسلہ میں ایک اہم اصول ہاتھ آتا ہے اور وہ یہ کہ بازار، قیمتوں اور مبادلہ کو بغیر کسی مداخلت کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ فطری مقابلہ اور طبیعی عوامل کے ذریعہ قیمتوں میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ کے معنی پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان میں کوئی دلال نہ ہو۔ (بخاری)

دلال کو عام طور سے اپنی اُجرت کی فکر ہوتی ہے اور اس قسم کے معاملات میں وہ مصلحتِ عامّہ کو بھول جاتا ہے۔

دلالی جائز ہے

دلالی اگر دوسرے کاموں کے سلسلہ میں کی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ دلال بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور دونوں یا کسی ایک فریق کے لئے سہولت پیدا کر دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں درآمد و برآمد کے سلسلہ میں اور تھوک فروش اور خوردہ فروش تاجروں کے درمیان واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ واسطہ دلال ہوتے ہیں جو بہت اہم پارٹ ادا کرتے ہیں۔ ان کو اپنی طے شدہ اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ نقد کی شکل میں ہو یا منافع میں سے متناسب کمیشن کی شکل میں یا کسی ایسی شکل میں جس پر دونوں متفق ہو جائیں۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں :

"ابنِ سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن کے نزدیک دلال کی اُجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابنِ عباسؓ کہتے ہیں "یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کپڑا فروخت کرو اور اس سے اور اس سے زیادہ جو کچھ وصول ہو وہ تیرے لئے ہے۔" اور ابنِ سیرین کہتے ہیں "اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اسے فلاں قیمت پر فروخت کرو اور جو منافع ہو گا وہ تجھے ملے گا یا میرے اور تیرے درمیان مشترک ہو گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اَلْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں)"

نفع اندوزی اور دھوکہ دہی حرام ہے

خارجی اور مصنوعی مداخلت کے سلسلہ کی ایک چیز "بخش" ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے۔ اور "نجش" حضرت ابنِ عمرؓ کی تشریح کے مطابق یہ ہے کہ تمہارا ارادہ مال خریدنے کا نہ ہو لیکن تم قیمت سے زیادہ بولی بولو تاکہ دوسرا شخص زیادہ قیمت دے کر مال خرید لے۔ یہ طریقہ عام طور سے دوسروں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اختیار کیا جاتا ہے۔

معاملاتِ بیع کو نفع اندوزی سے اور قیمتوں کو دھوکہ وغیرہ کی آلائشوں سے پاک رکھنے کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منڈی میں مال آنے سے پہلے اس کو باہر ہی باہر خریدنے سے منع فرمایا ہے ورنہ منڈی میں مال کی آمد ٹھیک طور پر نہیں ہو سکے گی اور اس کے نتیجہ میں مناسب نرخ مقرر نہ ہو سکیں گے کیونکہ نرخ کا تعین مال کی منڈی میں آمد اور اس کی مانگ کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ مذکورہ صورت ایسی ہے کہ بائع کو بازار کے نرخ کا علم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں مال آجانے پر بائع کو سابق سودا فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ (مسلم)

جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے

اسلام نے فریب اور دھوکہ کی تمام صورتوں کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ بیع و شراء سے متعلق ہوں یا دوسرے انسانی معاملات سے متعلق۔ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں سچائی اختیار کریں۔ دین کی مخلصانہ پیروی ہر دنیوی مفاد کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَھُمَا فِیْ بَیْعِھِمَا وَاِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا مُحِقَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِھِمَا۔ (البخاری)

"بائع اور مشتری دونوں کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے۔ اگر دونوں سچائی سے کام لیں اور عیب بیان کریں تو اُن کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو سودے کی برکت اُٹھا دی جاتی ہے۔"

وَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ یَبِیْعُ طَعَامًا فَاَعْجَبَہٗ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِیْہِ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک غلّہ فروش کے پاس سے ہوا۔ آپؐ کو غلّہ اچھا معلوم ہوا لیکن جب ہاتھ ڈال کر دیکھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَرَاٰی بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ۔ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی یَرَاهُ النَّاسُ۔ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ (مسلم)

تو نمی محسوس ہوئی۔ فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: بارش کی وجہ سے نمی پیدا ہوگئی ہے۔ فرمایا پھر اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے؟ جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

مسلمانوں کے اسلاف معاملہ کرتے وقت مال کا عیب بیان کر دیتے تھے، سچ بولتے اور جھوٹ سے پرہیز کرتے، خلوص کا ثبوت دیتے اور دھوکہ دہی سے اجتناب کرتے۔ چنانچہ ابن سیرین کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے ایک بکری فروخت کی تو خریدار سے کہا، میں اس کا عیب بیان کر کے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ یہ بکری پاؤں سے چارہ اِدھر اُدھر پھیلا دیتی ہے۔

اسی طرح حسن بن صالح کا قصہ ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی فروخت کی تو خریدنے والے سے کہا، اس لونڈی نے ایک بار خون تھوکا تھا۔

بہ کثرت قسمیں کھانا

حُرمت اس صورت میں شدید ہو جاتی ہے جبکہ دھوکہ دہی کے ساتھ جھوٹی قسم بھی کھائی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو بہ کثرت قسمیں کھانے سے اور خاص طور سے جھوٹی قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

اَلْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ۔ (البخاری)

"قسم کھانے سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے لیکن برکت اٹھ جاتی ہے۔"

کاروبار میں بہ کثرت قسمیں کھانا اس لئے ناپسندیدہ ہے کہ ایسی صورت میں غلط بیانی کا زیادہ احتمال ہے نیز اس کے نتیجہ میں دل سے اللہ کی عظمت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناپ تول میں کمی کرنا

دھوکہ دہی کی ایک قسم ناپ تول میں کمی ہے۔ قرآن نے معاملہ کے اس پہلو کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ، لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (الانعام-۱۵۲)

"اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے"

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (الاسراء-۳۵)

"اور جب تم ناپو تو ناپ بھر کر دو اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب تر ہے"

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ، يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (المطففین)

"تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے۔ یہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ انہیں ایک بڑے دن اٹھایا جائے گا، جس دن کہ لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے"

عدلِ حقیقی کا تصور تو مشکل ہے البتہ ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ جہاں تک ہوسکے وہ عدل کرے۔ اسی لئے قرآن میں ناپ تول میں پورے انصاف سے کام لینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ "ہم کسی نفس پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے"

ایک ایسی قوم کا قصہ بھی قرآن میں بیان کیا گیا ہے جس نے معاملات کے سلسلہ میں ظالمانہ روش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار کی تھی اور لوگوں کو گھاٹا دینے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عدل اور اصلاح کی راہ پر لگانے کے لئے رسول بھیجا۔ یہ قوم شعیبؑ تھی جس کو دعوت دیتے ہوئے اور انجام بد سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ۔ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ، وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔ (الشعراء۔ ۱۸۱ تا ۱۸۳)

"ناپ پورا دو اور گھاٹا دینے والے نہ بنو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو، اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔"

یہ واقعہ ایک مثال کی حیثیت سے ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو کس طرح زندگی بسر کرنا چاہئے اور اسے اپنے تعلقات اور اپنے تمام معاملات میں کن باتوں کا پابند ہونا چاہئے۔ مسلمان کا یہ کام نہیں کہ دو پیمانوں سے ناپے اور دو ترازوؤں سے تولے۔ لینے کے پیمانے اور ہوں اور دینے کے اور۔ لیتے وقت بھرپور وزن کر کے لے اور دوسروں کو دے تو گھاٹا دے۔

چوری کا مال خریدنا چور کے ساتھ مشارکت ہے

اسلام نے جرم کی مخالفت اور مجرم کو مشکل بنانے کی غرض سے ایسی چیز کا خریدنا بھی حرام ٹھہرایا ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غصب شدہ یا چوری کا مال ہے یا اصل مالک سے ناروا طریقہ پر حاصل کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں غاصب، چور اور زیادتی کرنے والے شخص کے ساتھ غصب، چوری اور زیادتی کے معاملہ میں تعاون ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنِ اشْتَرَى سَرِقَةً وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهَا سَرِقَةٌ فَقَدِ اشْتَرَكَ فِي إِثْمِهَا وَعَارِهَا۔ (البیہقی)

"جس نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسروقہ مال پر لمبی مدت گذر جانے سے گناہ زائل نہیں ہوتا کیونکہ اسلام میں وقت کی طوالت حرام کو حلال نہیں بناتی اور نہ معاملہ پرانا ہو جانے سے اصل مالک کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض انسانی قوانین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

سُود کی حُرمت

اسلام نے تجارت کے ذریعہ مال کو نفع بخش بنانا جائز قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ (النساء - ۲۹)

"اے ایمان لانے والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔"

اور تجارت کی غرض سے سفر کرنے والوں کی تعریف کی ہے لیکن اسلام نے سُود کے ذریعہ مال کو نفع بخش بنانے کا ہر طریقہ ختم کر دیا ہے چنانچہ سود کی ہر مقدار خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر حرام ٹھہرائی ہے اور یہودیوں کی مذمت کی ہے کہ ممانعت کے باوجود وہ سُود کھاتے رہے۔ سورۂ بقرہ کی درج ذیل آیتیں قرآن کے آخری نازل شدہ حصہ سے تعلق رکھتی ہیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ۔ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔

(البقرۃ - ۲۷۸، ۲۷۹)

"اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کر لو تو زرِ اصل لینے کا تمہیں حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُود اور سُود خوار دونوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واضح فرمایا کہ سُود سماج کے لئے نہایت خطرناک ہے:

"جب کسی بستی میں سُود اور زنا کا ظہور ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں" (حاکم، ابو یعلیٰ)

آسمانی مذاہب میں اسلام پہلا دین نہیں ہے جس نے سُود کو حرام ٹھہرایا ہو بلکہ یہودی مذہب میں بھی سود حرام تھا چنانچہ عہد نامۂ قدیم میں ہے:

"جب تیرا بھائی محتاج ہو تو اس کی مدد کر، اس سے فائدہ اور نفع طلب نہ کر"

(خروج ۲۲: ۲۴)

اور نصرانی مذہب کے بارے میں انجیل لوقا میں ہے:

"بھلائی کے کام کرو اور قرض دو اس کی واپسی کا انتظار کئے بغیر۔ ایسی صورت میں تمہارا اجر بڑا ہوگا" (لوقا ۶: ۲۴، ۲۵)

افسوسناک بات یہ ہے کہ عہد نامۂ قدیم میں تحریف کر کے "اپنے بھائی" کا مفہوم خاص طور سے "یہودی" لے لیا گیا۔ چنانچہ "سِفر تثنیۃ الاشتراع" میں ہے:

"تُو پردیسی کو سُود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سُود پر قرض نہ دینا"

(استثنا ۲۳: ۲۰)

حُرمتِ سُود کی مصلحت

اسلام نے سُود کو شدید حرام قرار دینے میں انسان کے اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی مصالح کا لحاظ کیا ہے۔ علمائے اسلام نے اس کے معقول وجوہ بیان کئے ہیں اور جدید تحقیقات نے بھی ان مصلحتوں کو مزید واضح کر دیا ہے۔ امام رازی نے اس مسئلہ پر جو روشنی ڈالی ہے اس کو بیان کرنے پر ہم اکتفا کریں گے:

"اوّلاً سُود اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان کا مال بلا عوض حاصل کیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو شخص ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ فروخت کرتا ہے اس کو بلا عوض ایک درہم زیادہ مل جاتا ہے حالانکہ انسان کا مال ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہے اور بڑی حرمت والی چیز ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے "انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے" (ابو نعیم) لہٰذا بغیر معاوضہ کے مال حاصل کرنا حرام ہونا ہی چاہیئے۔

ثانیاً سود پر اعتماد کرنے کے نتیجہ میں لوگ محنت کے ذریعہ کمانے سے جی چرانے لگیں گے کیونکہ صاحبِ مال کے لئے سودی لین دین کے ذریعہ زائد مال حاصل کرنا خواہ نقد ہو یا اُدھار آسان ہو گا۔ ایسی صورت میں وہ کسب وتجارت اور دشوار کاموں کے لئے کیوں محنت مشقت کرنے لگے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عوام کا مفاد متاثر ہو جائے گا۔ اصل میں دنیا کا مفاد تجارت، صنعت وحرفت اور تعمیری کاموں ہی سے وابستہ ہے۔

(اور اس میں شک نہیں کہ یہ مصلحت اقتصادی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح ہے۔)

ثالثاً اس کے نتیجہ میں قرض دینے کا جو معروف طریقہ لوگوں کے درمیان رائج ہے وہ ختم ہو جائے گا کیونکہ سود کو حرام قرار دینے کی صورت میں تو طبیعت اس بات کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے کہ ایک درہم قرض دے کر ایک درہم ہی واپس لیا جائے لیکن اگر سود کو جائز قرار دیا جائے تو حاجتمند کی ضرورت اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ایک درہم لے کر دو درہم واپس کر دے۔ اس کے نتیجہ میں انسانی ہمدردی اور احسان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(یہ علت اخلاقی نقطۂ نظر سے تسلیم شدہ ہے۔)

رابعاً قرض خواہ عام طور سے غنی اور قرض دار محتاج ہوتا ہے لہٰذا سودی لین دین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائز قرار دینے کی صورت میں غنی محتاج اور کمزور سے زائد مال حاصل کرے گا۔

اس صورت کو رحمتِ خداوندی کس طرح جائز قرار دیتی ؟

(اس میں اجتماعی پہلو مدِ نظر ہے۔)

غرضیکہ سُود طاقتور کے مفاد کی خاطر غریب کا خون چُوس لینے کا نام ہے۔ اس سے دولتمند کی دولت میں اور غریب کی غریبی میں اضافہ ہوجاتا اور ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر مالدار ہوجاتا ہے۔ یہ چیز کینہ اور بُغض پیدا کرتی ہے اور سماج کے درمیان باہمی کشمکش کی آگ بھڑکاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں انتہا پسندانہ انقلابات کے لئے راہ ہموار ہوجاتی ہے چنانچہ تاریخ نے قریبی زمانہ ہی میں ثابت کر دکھایا ہے کہ سُود اور سُود خور سیاست، حکومت اور مقامی اور قومی امن کے لئے کس قدر خطرناک ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

سُود دینے والا اور لکھنے والا

سُود کھانے والا قرض خواہ اور صاحبِ مال ہوتا ہے۔ وہ قرض دار کو روپیہ دیتا ہے تاکہ زرِاصل پر فائدہ کا اضافہ کرکے لوٹائے۔ ایسے شخص کے عنداللہ اور عندالنّاس ملعون ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اسلام نے جُرم کو صرف سُود خور تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ سُود کھلانے والے کو بھی گناہ میں شریک قرار دیا ہے۔ اور سُود کی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں کو بھی گناہ میں حصّہ دار ٹھہرایا ہے۔

حدیث میں ہے :

لَعَنَ اللّٰهُ اٰكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهٗ۔ "اللہ نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، گواہ بننے والے اور کاتب سب پر لعنت فرمائی ہے"

(احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

البتہ اگر شدید ضرورت سودی معاملہ کرنے کی متقاضی ہو تو ایسی صورت میں سُود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھانے والا ہی گنہگار ہوگا :-

۱- بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو۔ مجرّد اپنی حاجت یا ترقی کے کاموں میں توسّع پیش نظر نہ ہو۔ ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس سے بے نیاز نہ ہو سکتا ہو اِلّا یہ کہ اپنے کو ہلاک کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ مثلاً غذا، کپڑا اور علاج جو ناگزیر ہے۔

۲- یہ رُخصت بس اس حد تک ہے کہ اپنی ضرورت کو پورا کیا جائے مثلاً اگر نو۹ روپے سے کام چلتا ہو تو دس۱۰ روپے قرض نہ لئے جائیں۔

۳- اس سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہئے اور مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کی مدد کریں۔ لیکن اگر ضرورتمند شخص سُودی قرض کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ نہ پائے تو سُودی قرض لے سکتا ہے بشرطیکہ اس کو نہ چاہنے والا ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا۔ ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۴- مجبوراً اسے یہ صورت اختیار کرنا پڑے تو وہ بہ کراہت یہ کام انجام دے اور اس پر ناراضگی کا اظہار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی دوسری صورت پیدا فرما دے۔

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قرض سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے

مسلمان کو اس بات سے واقف ہونا چاہئے کہ اسلام زندگی میں اعتدال پیدا کرنے اور معیشت میں میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے:

وَلَا تُسْرِفُوٓا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (الانعام - ۱۴۱) - "اور اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ (بنی اسرائیل ۲۶، ۲۷) "اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے مومنوں سے (اللہ کی راہ میں) اِنفاق کا جو مطالبہ کیا ہے وہ اللہ کے بخشے ہوئے پورے مال کا نہیں بلکہ اس کے کچھ حصّہ کو خرچ کرنے کا مطالبہ ہے۔ جو شخص اپنی کمائی کا ایک حصّہ خرچ کرے گا وہ شاید کبھی محتاج نہ ہوگا۔ اس اعتدال اور میانہ روی کا تقاضا ہے کہ مسلمان کو قرض کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قرض کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ قرض شب و روز کی پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ آپؐ قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔ (ابوداؤد)

"خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے قہر سے"

اور دُعا کرتے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ. فَقَالَ رَجُلٌ اَتَعْدِلُ الْکُفْرَ بِالدَّیْنِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ نَعَمْ۔ (النسائی والحاکم)

"میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کُفر اور قرض سے۔ ایک شخص نے کہا کیا کُفر اور قرض برابر ہیں یارسول اللہ؟ فرمایا: جی ہاں"

نماز میں اکثر آپؐ یہ دُعا مانگا کرتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّکَ تَسْتَعِیْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ کَثِیْرًا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ۔ (البخاری)

"خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ کیا بات ہے آپؐ اکثر قرض سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرمایا: آدمی جب مقروض ہوجاتا ہے تو اس کا حال یہ ہوجاتا ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے"

مذکورہ حدیث اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ قرضدار ہونا اخلاق کے لئے کس قدر نقصان دہ ہے۔ آپؐ ایسے شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کے ذمّہ قرض ہوتا اور قرض کی ادائیگی کے بقدر ترکہ میں مال نہ چھوڑتا۔ آپؐ کا یہ طریقہ لوگوں کو قرض کا خوف دلانے کے لئے تھا لیکن جب اللہ نے آپؐ کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اموالِ غنیمت عطا فرمائے تو آپؐ نے ایسے قرضوں کی ادائیگی کا خود اہتمام فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنُ ۔ "شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے بجز قرض کے"

(مسلم)

ان ہدایات کے پیشِ نظر ایک مسلمان کو شدید ضرورت کے بغیر قرض نہیں لینا چاہئے اور جب لے تو ہمیشہ ادائیگی ہی کی نیت رکھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ اَدَانَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَھَا یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ ۔ (البخاری)

"جس نے لوگوں کا مال قرض کے طور پر لیا اور اس کو ادا کرنا چاہا تو اس کا قرض اللہ ادا فرمائے گا، اور جس نے تلف کرنے کے ارادہ سے لیا تو اس کو اللہ تلف فرمائے گا"

پس جب مسلمان مجبوری کے بغیر جائز نوعیت کا قرض نہیں لے سکتا تو سودی قرض کس طرح لے سکتا ہے؟

زیادہ قیمت پر اُدھار بیع

یہاں یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی چیز نقد خریدنا جائز ہے اسی طرح باہمی رضامندی سے اُدھار خریدنا بھی جائز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس آہنی زرہ رہن رکھ کر اپنے گھر والوں کے لئے غلہ اُدھار خریدا تھا۔

لیکن اگر بائع اُدھار کی وجہ سے قیمت بڑھا دے جیسا کہ بہت سے تاجر قیمت بڑھا کر قسط وار ادائیگی کی شرط پر فروخت کرتے ہیں تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ صورت حرام ہے، اس بنا پر کہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جو زائد رقم وصول کی جاتی ہے وہ ایک طرح کا سود ہے، مگر جمہور علماء اس کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ یہ اصلاً مباح ہے اور اس کی حرمت کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے اور نہ اس میں سود سے کامل یگانگت پائی جاتی ہے نیز اس لئے بھی کہ مختلف وجوہ سے بائع قیمت میں اضافہ کر سکتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بشرطیکہ یہ قیمت کھلی نفع اندوزی اور صریح زیادتی کی حد تک نہ پہنچ جائے ورنہ ایسا کرنا حرام ہوگا۔

امام شوکانی کہتے ہیں :

" شافعیہ، حنفیہ، زید بن علی، مؤید باللہ اور جمہور کے نزدیک یہ صورت جواز کے عام دلائل کی بنا پر جائز ہے اور بظاہر یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے "

(نیل الاوطار، ج ۵، ص ۱۵۲)

بیع سلم

اس کے برعکس جواز کی صورت یہ ہے کہ طے شدہ رقم پیشگی بائع کے حوالہ کر دی جائے تاکہ مقررہ مدت کے گذر جانے پر اس کے عوض مال حاصل کیا جا سکے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "بیع سلم" کہتے ہیں۔ مدینہ میں اس کا عام رواج تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی اور شرعی تقاضوں کے پیشِ نظر اسے چند شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا، چنانچہ آپؐ نے فرمایا :

مَنْ اَسْلَفَ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ اِلٰى اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ۔ (رواہ الجماعۃ)

"جو شخص پیشگی رقم دے کر معاملہ طے کرنا چاہے وہ ناپ، وزن اور مدت متعین کر لے"

ایسی صورت میں نزاع پیدا نہ ہو سکے گی اور دھوکہ کا احتمال بھی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ مخصوص درختوں کے پھلوں کا پیشگی سودا کیا جائے کیونکہ اس میں بھی دھوکہ کا اندیشہ ہے، ممکن ہے کسی آفت کی وجہ سے ان درختوں کو پھل ہی نہ آئیں۔

معاملہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ مخصوص درخت یا مخصوص زمین کی پیداوار کی قید نہ لگائی جائے بلکہ صرف پیمانہ اور وزن کی تعیین کر کے معاملہ طے کر لیا جائے۔ لیکن اگر درخت یا زمین کے مالک سے صریح طور پر ناجائز فائدہ اٹھایا جائے یعنی ضرورت اسے سودا قبول کرنے پر مجبور کر دے تو اغلب یہ ہے کہ یہ حرام ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محنت اور سرمایہ کا تعاون

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق انسانوں کو اپنی بخششوں سے نوازا ہے چنانچہ کتنے ہی لوگوں کے اندر اہلیت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن ان کے پاس دولت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگوں کے پاس دولت ہوتی ہے لیکن صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کے پاس مال ہے وہ اپنا مال صاحبِ صلاحیت کے حوالہ کیوں نہیں کرتا کہ وہ محنت کے ذریعہ اس کو نفع بخش بنائے اور صاحبِ مال اپنے مال کے عوض منافع میں حصہ دار ہو، اس طرح دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اسلامی شریعت نے سرمایہ اور صلاحیت یا مال اور محنت کے درمیان تعاون سے روکا نہیں ہے بلکہ عدل کی بنیاد پر اور صحیح نہج پر تعاون کی صورت پیدا کی ہے۔ چنانچہ اگر صاحبِ مال اپنے ساتھی کے ساتھ شرکت کا معاملہ کرنا چاہتا ہو تو اسے شرکت کی ذمہ داری اس کے جملہ نتائج کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے۔ اسی بنا پر اسلامی شریعت نے اس قسم کے معاملہ میں جسے فقہاء "مضاربت" یا "قراض" کہتے ہیں یہ شرط عائد کی ہے کہ معاملہ کے دونوں فریق نفع اور نقصان میں شریک ہوں اور اس کا تناسب وہ آپس میں طے کر لیں مثلاً نصف یا ایک تہائی یا ایک چوتھائی ایک فریق کے لئے اور بقیہ حصہ دوسرے فریق کے لئے۔ اس طرح معاملہ طے ہو جانے کے بعد کاروبار میں نفع ہونے کی صورت میں معاہدہ کے مطابق وہ منافع تقسیم کر لیں گے۔ اور خسارہ ہونے کی صورت میں خسارہ منافع میں سے وضع کر لیا جائے گا لیکن اگر منافع سے زیادہ خسارہ ہوا تو یہ زائد خسارہ سرمایہ میں سے وضع کر لیا جائے گا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ صاحبِ مال کو اپنے سرمایہ میں سے خسارہ برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے شریکِ کار کو بھی اپنی محنت اور کوشش کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے اس معاملہ میں اسلام کا قانون۔ رہی یہ صورت کہ سرمایہ کے لئے نفع کی تحدید کی جائے اور اس کی ضمانت دی جائے کہ خواہ نفع ہو یا نقصان اسے مقررہ منافع ملتا ہی رہے گا تو یہ بات صریحاً عدل کے خلاف ہے اور صلاحیت و محنت کے مقابلہ میں سرمایہ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کے مترادف ہے۔ نیز یہ اُن قوانینِ حیات کے بھی خلاف ہے جو انسان کے لئے نفع کا بھی سامان کرتے ہیں اور نقصان کا بھی اور اس سے اس رُجحان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ کمائی یقینی طور پر حاصل ہو۔ اس کے لئے نہ محنت کرنے کی ضرورت ہو اور نہ خطرہ مول لینا پڑے۔ یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے خبیث سُود ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے یعنی اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک فریق کو زمین کے مخصوص حصّہ کا غلّہ ملے یا اس کے لئے غلّہ کی مقدار متعیّن کر لی جائے کیونکہ یہ معاملہ سُود اور جُوئے سے مشابہت رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پیداوار نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ سرے سے پیداوار ہی نہ ہو۔ ایسی صورت میں ایک فریق پوری طرح فائدے میں رہے گا اور دوسرا فریق پوری طرح گھاٹے میں۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت غیر منصفانہ ہے۔

مزارعت کی یہ فاسد شرطیں سمجھتا ہوں فقہاء کے اِس اجماع کی بنیاد پر ہے کہ مضاربت کے معاملہ میں نفع و نقصان کا لحاظ کئے بغیر ایک فریق کے لئے قطعی منافع کی شرط نہیں ہونی چاہیے۔ جس علّت کی بنا پر مضاربت کا معاملہ فاسد قرار پاتا ہے اسی طرح مزارعت (بٹائی) کا معاملہ بھی فاسد قرار پاتا ہے۔ چنانچہ فقہاء کہتے ہیں: "اگر ایک فریق مقررہ درہم کے نفع کی شرط عائد کرتا ہے اور کاروبار میں نتیجۃً اتنا ہی نفع حاصل ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورا نفع ایک ہی فریق لے جائے گا بلکہ امکان اس بات کا ہے کہ سرے سے نفع ہی نہ ہو۔ اور اگر زیادہ نفع حاصل ہوا تو جس نے مقررہ درہم کے نفع حاصل کرنے کی شرط پر معاملہ کیا ہے وہ گھاٹے ہی میں رہے گا۔"

(مغنی۔ ج ۵، ص ۳۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ علت اسلام کی رُوح کے ٹھیک مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے تمام معاملات محکم، واضح اور عدل پر مبنی ہیں۔

سرمایہ لگانے والوں کا اِشتراک

جس طرح انفرادی طور پر اپنی مرضی سے اپنے مال کو کسی مباح کام میں لگانا اور اس سے فائدہ اُٹھانا نیز اپنا مال کسی تجربہ کار اور باصلاحیت شخص کے حوالہ کر کے اس کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرنا جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ سرمایہ لگانے والے اصحاب کسی صنعتی، تجارتی فرم یا کسی اور کاروبار میں باہم اشتراک کر لیں۔ بہت سے کاروبار اور اسکیمیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے لئے بہت سے ہاتھوں، دانشوروں اور کافی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت باہمی تعاون اور اشتراک ہی کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ۔ (المائدۃ۔۲) "نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو"

اور ہر وہ عمل جو افراد یا معاشرہ کی بھلائی کا باعث یا شر کو دفع کرنے والا ہو وہ نیکی اور تقویٰ کا کام ہے بشرطیکہ اس کو نیک نیتی کے ساتھ انجام دیا جائے۔

اسلام اشتراک کو نہ صرف جائز بلکہ باعث برکت قرار دیتا ہے اور دنیا میں معونتِ الٰہی اور آخرت میں اجر کا وعدہ کرتا ہے بشرطیکہ جواز کے دائرہ میں رہ کر اور سُود، دھوکہ بازی، ظلم، لالچ اور خیانت سے پوری طرح اجتناب کرتے ہوئے شرکت میں کاروبار کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کاروباری شرکاء کے بارے میں فرمایا ہے:

يَدُ اللهِ عَلَى الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَ أَحَدُهُمَا "اللہ کا ہاتھ اشتراک کرنے والوں پر ہے بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کی خیانت نہ کریں لیکن اگر کوئی شریک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صَاحِبَهٗ رَفَعَهَا عَنْهُمَا۔ (الدار قطنی) کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے"

اللہ کے ہاتھ سے مراد اس کی توفیق، اعانت اور برکت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتا ہے:

اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا وَجَاءَ الشَّيْطٰنُ۔

"دو اشتراک کرنے والوں کے ساتھ تیسرا میں ہوں جب تک کہ ایک شریک دوسرے کی خیانت نہیں کرتا لیکن جب خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں اور شیطان وہاں پہنچ جاتا ہے"

(ابو داؤد والحاکم و رزین)

بیمہ کمپنیاں

کاروبار کی ایک جدید صورت بیمہ کمپنیاں ہیں۔ بیمہ کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً لائف انشورنس (بیمۂ زندگی)، حادثات کا بیمہ وغیرہ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور کیا اسلام اس کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ — اس کا جواب دینے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم ان کمپنیوں کی نوعیت معلوم کرلیں اور یہ جان لیں کہ بیمہ کرانے والے کا بیمہ کمپنی سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر کیا بیمہ کرانے والے کی حیثیت بیمہ کے ادارہ کے نزدیک ایک شریک کی ہوتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہر بیمہ کرانے والے شخص کو — جیسا کہ اسلام کی تعلیم ہے — نفع و نقصان میں شریک ہو جانا چاہئے۔ حوادث کے بیمہ میں بیمہ کرانے والا ایک مقررہ رقم سالانہ ادا کرتا ہے۔ جس کاروبار کا بیمہ کیا گیا ہو وہ اگر کسی حادثہ کی زد میں نہ آئے تو اس پوری رقم پر کمپنی قابض ہو جاتی ہے اور اس میں سے کچھ بھی واپس نہیں کرتی۔ البتہ حادثہ کی زد میں آنے کی صورت میں طے شدہ رقم معاوضہ کے طور پر ادا کرتی ہے۔ یہ صورت کاروبار اور اشتراک کے مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔

بیمۂ زندگی کی صورت یہ ہے کہ اگر دو ہزار گنی کا بیمہ کرالیا جائے اور پہلی قسط ادا کرنے پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موت واقع ہوجائے تو بیمہ کرانے والا پورے دو ہزار رگنی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی حیثیت کاروباری شریک کی ہوتی تو صرف اپنی قسط کی رقم اور اس کی نسبت سے منافع کا مستحق ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والا کمپنی کے قواعد کی پابندی نہ کرے اور اقساط کی ادائیگی سے قاصر رہے تو ادا شدہ رقم سے یا اس کے ایک حصہ سے اسے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بالکل فاسد ہے۔

رہی یہ بات کہ دونوں فریق اپنی رضامندی سے یہ معاملہ کرتے ہیں اور وہ خود اپنے مفاد کو اچھی طرح جانتے ہیں تو اس میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اسی طرح سُود کھانے اور کھلانے والے فریق بھی تو باہم رضامندی سے معاملہ طے کرتے ہیں اور دو جُوا کھیلنے والے بھی تو آپس کی رضامندی سے جُوا کھیلتے ہیں۔ ایسی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ وہ اپنا معاملہ واضح طور سے عدل کی بنیاد پر قائم نہیں کرتے کہ جس میں دھوکہ اور ظلم وزیادتی کا شائبہ تک نہ ہو اور نہ ایک فریق کو نفع کی ضمانت حاصل ہو اور دوسرے فریق کا نفع غیر یقینی ہو۔ اصل بنیادی چیز عدل ہے جس کو تمام معاملات میں اس طرح ملحوظ رکھنا چاہئے کہ نہ اپنے کو نقصان پہنچے اور نہ دوسروں کو۔

کیا بیمہ کمپنیاں امداد باہمی کے ادارے ہیں؟

بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان جب تعلق کی نوعیت شرکت کی نہیں ہے تو پھر اس کی نوعیت کیا ہے؟ کیا ان کے درمیان باہمی تعاون کا تعلق ہے؟ اور کیا یہ ادارے امداد باہمی کے ادارے ہیں جنہیں عطیہ دہندگان کے اشتراک سے چلایا جاتا ہو اور مالی اشتراک ایک دوسرے کی مدد کی غرض سے وہ کرتے ہوں؟

لیکن اس مقصد کے پیش نظر کہ تعاون کی صحیح صورت اختیار کی جائے اور مصیبت زدگان کی مدد کی جائے، جو مال جمع کیا جائے اس کے سلسلہ میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے :۔

۱۔ فرد مقررہ چندہ بھائی چارگی کی خاطر عطیہ کے طور پر ادا کرے اور اس فنڈ میں سے حسبِ ضرورت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاجت مندوں کی مدد کی جائے۔

۲۔ فنڈ سے استفادہ کے صرف جائز ذرائع اختیار کیے جائیں۔

۳۔ کسی شخص کا اس بنا پر عطیہ دینا جائز نہیں کہ حادثہ کی صورت میں اسے ایک معین رقم معاوضہ میں ملے گی بلکہ ادارہ کے فنڈ میں سے حسب گنجائش اسے اتنا دیا جائے کہ نقصان کی مکمل یا کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

۴۔ عطیہ بخشش ہے اور اس کو واپس لینا حرام ہے۔ لہٰذا جب کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس معاملہ میں شرعی احکام کو ملحوظ رکھا جائے۔

(الاسلام والمناهج الاشتراكية۔ از محمد غزالی، ص ۱۳۰)

ان شرائط کا انطباق صرف چند انجمنوں اور اداروں پر ہوتا ہے جو اس غرض سے قائم ہوئے ہیں جن کو افراد عطیہ کے طور پر اپنا ماہانہ اشتراک پیش کرتے ہیں جس کو واپس لینے کا انہیں اختیار نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہوتی ہے کہ حادثہ کی صورت میں انہیں معین رقم مل جانی چاہیے۔

رہ گئیں بیمہ کمپنیاں اور خاص طور سے بیمہ زندگی (Life Insurence) تو ان پر ان شرائط کا کسی طرح انطباق نہیں ہوتا:۔

۱۔ بیمہ کرانے والے (Policy Holders) عطیہ کی نیت سے (اقساط) ادا نہیں کرتے بلکہ اس کا خیال بھی ان کے دل میں نہیں آتا۔

۲۔ بیمہ کمپنیاں اپنا سرمایہ حرام سودی کاموں میں لگا کر نفع کماتی ہیں اور ایک مسلمان کے لئے سودی کام میں اشتراک جائز نہیں ہے۔ اس بات پر رخصت پسند اور تشدد پسند سب ہی متفق ہیں۔

۳۔ بیمہ کرانے والا معاہدہ کی مدت ختم ہو جانے پر تمام اقساط کی رقم واپس لے لیتا ہے اور اسے مزید رقم بھی ملتی ہے جو سود نہیں تو اور کیا ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح یہ بات بھی تعاون کی اسپرٹ کے خلاف ہے کہ کسی مالدار شخص کو جو قدرت رکھتا ہو عاجز محتاج کے مقابلہ میں زیادہ رقم دی جائے۔ یہ بات ضرور ہے کہ صاحبِ حیثیت آدمی بڑی رقم کا بیمہ کراتا ہے اس لئے وفات یا حادثہ کی صورت میں اسے زیادہ حصہ ملتا ہے لیکن تعاون کی اسپرٹ اس بات کی متقاضی ہے کہ محتاج کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا جائے۔

۴۔ جو شخص بیمہ کا معاہدہ ختم کرنا چاہے اسے ادا شدہ رقم کے بڑے حصہ کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس نقصان کے لئے شرعاً کوئی وجہِ جواز نہیں ہے۔

اصلاحات

ان تمام باتوں کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ حادثات کے بیمہ میں اصلاح کر کے اسے اسلامی معاملات سے قریب لایا جا سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عطیہ معاوضہ کی شرط پر دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ بیمہ کرانے والا کمپنی کو مالی عطیہ اس شرط پر دے کہ حادثہ کی صورت میں کمپنی اس کو معاوضہ دے جس سے اس کی اعانت ہو اور اس کی مصیبت میں تخفیف ہو۔ معاملہ کی یہ صورت بعض مسلکوں میں جائز ہے۔

اگر بیمہ کے معاملہ میں یہ اصلاح کر لی جائے اور بیمہ کمپنی کے معاملات سُود سے پاک ہوں تو میرا رجحان جواز کی طرف ہے۔ رہا بیمۂ زندگی تو میری رائے میں اس کی صورت شرعی معاملات سے بہت زیادہ بُعد رکھتی ہے۔

اسلام کا اِنشورنس سسٹم

ہم نے دیکھ لیا کہ اسلام موجودہ صورت میں بیمہ کمپنیوں کا مخالف ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام نفسِ بیمہ ہی کا مخالف ہے۔ نہیں بلکہ اسلام طریقہ اور ذریعہ کا مخالف ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر بیمہ کے لئے دوسرے طریقے اختیار کئے جائیں جو اسلامی معاملات کے منافی نہ ہوں تو اسلام اس کا خیر مقدم کرے گا۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نظام نے اسلام کے فرزندوں اور اس کی حکومت کے زیرِ سایہ رہنے والوں کو اجتماعی تکافل کے ذریعہ یا حکومت اور بیت المال کے ذریعہ بیمہ کی ضمانت دیدی ہے۔ اسلام کا بیت المال عوامی بیمہ کمپنی کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو اس کے اقتدار کے زیرِ سایہ رہنا چاہتا ہو۔

اسلامی شریعت حادثات اور مصائب میں افراد کی معاونت کرنے کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ جب کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو وہ صاحبِ امر کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کر سکتا ہے تاکہ وہ اس کی تلافی کا سامان کر سکے۔ اسی طرح مرنے کے بعد وارثوں کے لئے بھی ضمانت دی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُسْلِمٍ مِنْ نَفْسِهِ مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ۔ (متفق علیہ)	"میں ہر مسلمان سے اس کے نفس سے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہوں جو مسلمان مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے اور جو قرض یا چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تو قرض کی ادائیگی اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مجھ پر ہے"

مزید برآں اسلام نے اپنے فرزندوں کے بیمہ کے لئے جو سب سے بڑی چیز مشروع کی وہ زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروض) کا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض مفسرینِ سلف سے یہ منقول ہے کہ غارم وہ شخص ہے جس کا گھر جل گیا ہو یا جس کے مال یا کاروبار کو سیلاب بہا لے گیا ہو وغیرہ — اور بعض فقہاء اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ زکوٰۃ کی آمدنی سے ایسے شخص کو اتنا مال دیا جائے کہ اس کی سابقہ مالی پوزیشن بحال ہو جائے خواہ اسے ہزاروں کی رقم دینا پڑے۔

زراعتی زمین سے فائدہ اُٹھانا

مسلمان جب زرعی زمین کا شرعی طریقہ پر مالک ہو تو اسے زمین کی کاشت کرنے یا درخت لگا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ بغیر زراعت کے زمین کو بیکار چھوڑ دینا اسلام کے نزدیک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک ناپسندیدہ بات ہے کیونکہ ایسی صورت میں نعمتِ خداوندی کی ناقدری ہوتی ہے نیز یہ مال کا ضیاع بھی ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے۔ زمین کا مالک اس سے فائدہ اٹھانے کے مختلف طریقے اختیار کرسکتا ہے۔

زمین سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے

۱۔ خود زراعت کرے یا درخت لگائے اور اس کی آب پاشی اور نگہداشت کا اہتمام کرے یہاں تک کہ وہ برگ و بار لائے۔ یہ ایک پسندیدہ کام ہے اور جو انسان، پرندے اور حیوانات اس کھیتی سے فائدہ اُٹھائیں گے اس کا ثواب اسے ملے گا۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ خود زراعت کی خدمت انجام دیتے تھے۔

دوسرا طریقہ

۲۔ خود زراعت نہ کرسکتا ہو تو اپنی زمین ایسے شخص کو عاریۃً دیدے جو اپنے آلات، مزدوروں، بیج اور جانوروں کے ذریعہ کاشت کرسکتا ہو اور اس سے وہ کچھ نہ لے۔ اس طرح عاریۃً زمین دینا اسلام میں مطلوب ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ۔ (متفق علیہ)

"جس کے پاس زمین ہو وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو (بلا اُجرت کاشت کے لئے) دیدے"

بعض سلف کا مسلک مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر یہ ہے کہ زمین سے استفادہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ زمین کا مالک خود زراعت کرے اور دوسری یہ کہ بلا معاوضہ کسی شخص کو زراعت کے لئے دیدے۔ اس صورت میں زمین تو اپنے مالک ہی کی رہے گی لیکن اس کی پیداوار کاشت کرنے والے کو ملے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابنِ حزم نے اوزاعی کی طرف منسوب کرکے یہ روایت بیان کی ہے کہ عطار، مکحول، مجاہد اور حسن بصری کہتے تھے کہ زمین کو درہم و دینار کے عوض دے دینا درست نہیں ہے اور نہ کسی اور قسم کا معاملہ کرنا درست ہے بجز اس کے کہ زمین کا مالک خود کاشت کرے یا دوسرے شخص کو کاشت کے لئے بلا معاوضہ دیدے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اِن احادیث میں زمین کو بلا معاوضہ کاشت کے لئے دینے کی جو ہدایت کی گئی ہے وہ وجوب کا حکم نہیں رکھتی بلکہ مندوب اور مستحب ہے چنانچہ بخاری نے عمرو بن دینار سے روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے طاؤس سے پوچھا اگر میں مخابرہ (بٹائی) ترک کردوں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا: سب سے بڑے عالم حضرت ابنِ عباسؓ نے مجھے بتلایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت نہیں کی بلکہ اس طرح فرمایا ہے:

لَاَنْ یَمْنَحَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَاْخُذَ عَلَیْھَا خَرَاجًا مَعْلُوْمًا۔	"تمہارا اپنے بھائی کو بلا معاوضہ زمین دے دینا اس سے بہتر ہے کہ تم اس سے محصول وصول کرو۔"

(البخاری)

مزارعت (بٹائی)

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین کا مالک اپنی زمین کسی ایسے شخص کو دیدے جو اپنے آلات، بیج اور جانوروں کے ذریعہ اس کی کاشت اس شرط پر کرے کہ زمین کی پیداوار کا مقررہ حصہ جس پر وہ باہم متفق ہوں مثلاً نصف یا ایک تہائی اس کو ملے گا۔ زمیندار کا کاشتکار کو بیج، آلات اور جانور فراہم کرنا بھی جائز ہے۔ اس طریقہ کو مزارعت، مساقات اور مخابرہ کہتے ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کے ساتھ نصف پیداوار پر معاملہ کیا تھا۔

جو فقہاء اس قسم کی مزارعت کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح اور مشہور بات ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک عمل درآمد فرمایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے بعد خلفائے راشدین اور ان کے بعد والے بھی اس طریقہ پر عمل کرتے رہے۔ اور مدینہ کا توکوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کے لوگوں نے اس طریقہ پر عمل نہ کیا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی آپؐ کے بعد اس طریقہ پر معاملہ کرتی رہیں۔ ایسے ثابت شدہ معاملہ کو منسوخ قرار دینے کے لئے کوئی وجہِ جواز نہیں ہے۔

(مغنی۔ ج ۵، ص ۳۸۴)

فاسد مزارعت

مزارعت (بٹائی) کی ایک قسم وہ ہے جو عہدِ رسالت میں رائج تھی اور جس سے آپؐ نے صحابہ کو منع فرمایا کیونکہ اس میں ایک طرح کی مجہولیت پائی جاتی تھی اور دھوکہ دہی کا پہلو بھی تھا جس کی وجہ سے نزاع پیدا ہوسکتی تھی نیز یہ طریقہ صریحاً عدل کی رُوح کے خلاف تھا۔ چنانچہ زمیندار کاشتکاروں سے اس شرط پر معاملہ کرتے تھے کہ وہ زمین کے معینہ ایک چوتھائی حصہ کی پیداوار کے حقدار ہوں گے یا غلّہ کی مقررہ مقدار ان کو ملے گی اور باقی حصہ یا تو کاشتکار کو پورا ملے گا یا دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا مثلاً نصف نصف۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں عدل کا تقاضا یہ تھا کہ جملہ پیداوار میں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ دونوں فریق شریک ہوں اور یہ صورت صحیح نہیں تھی کہ ایک فریق کا حصّہ متعیّن ہو اور وہ تنہا فائدہ میں رہے اور دوسرا نقصان اُٹھائے کیونکہ ہوسکتا ہے زمین کے دوسرے حصّہ میں پیداوار ہی نہ ہو ایسی صورت میں ضروری تھا کہ دونوں کو پیداوار میں طے شدہ تناسب کے مطابق حصّہ ملے۔

بخاری نے رافع بن خدیج سے روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جن کے پاس زمین تھی وہ اکثر مزارعت کا معاملہ کرتے تھے۔ وہ زمین کو اس طرح کرایہ پر دیتے کہ اس کے ایک گوشہ کی پیداوار زمین کے مالک کے لئے مخصوص ہوتی۔ لیکن کبھی زمین کے مخصوص حصّہ میں پیداوار نہ ہوتی بلکہ بقیہ زمین میں ہوتی اور کبھی مخصوص حصّہ میں ہوتی اور بقیہ زمین میں نہ ہوتی۔ اس لئے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے منع کردیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخاری کی ایک دوسری حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا، ہم بٹائی پر دیتے ہیں یعنی ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر یا کھجور اور جَو کی مقررہ مقدار پر۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معاشرہ میں مکمل عدل قائم کرنے کے بے حد خواہشمند تھے اور اسے ان تمام باتوں سے دُور رکھنا چاہتے تھے جو نزاع کا باعث بن سکتی ہوں۔ زمین کے مالک اور کسان دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی کا معاملہ کریں اور نرمی برتیں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت (بٹائی) کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے" (ترمذی)

اسی لئے جب طاؤس سے کہا گیا کہ "اے ابو عبدالرحمٰن! اگر اس مخابرہ (بٹائی) کو ترک کر دیتے تو اچھا ہوتا کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے جواب دیا میں ان کی مدد کرتا ہوں اور انہیں دیتا ہوں" (ابن ماجہ)۔ ان کو صرف کمانے کی فکر نہیں تھی کہ خواہ محنت مزدوری کرنے والے بھوکے مر جائیں انہیں اس کی پرواہ نہ ہو بلکہ وہ ان کی مدد کرتے تھے اور انہیں عطا کرتے تھے ـــ یہ تھا حقیقی مسلم معاشرہ۔

بعض اوقات زمیندار زمین کو بغیر زراعت کے بے کار چھوڑ دینا پسند کرتے لیکن کسی کاشت کرنے والے کو تھوڑے معاوضہ پر دینے کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔ اسی لئے عمر بن عبدالعزیز نے اُمراء کو ہدایت کی تھی کہ زمین کو پیداوار کے چوتھائی یا تہائی یا پانچویں یا دسویں حصہ کی شرط پر دے دیں اور اس کو غیر آباد نہ چھوڑیں۔

زمین کو نقد کرایہ پر دینا

۴۔ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ زمین کاشت کرنے والے کو اس شرط پر دی جائے کہ وہ مالکِ زمین کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقد کی صورت میں طے شدہ کرایہ ادا کرے گا۔

اس طریقہ کو بہت سے مشہور فقہاء جائز کہتے ہیں لیکن دیگر فقہاء منع کرتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخین نے بیان کی ہے، اور رافع بن خدیجؓ، جابرؓ، ابوسعیدؓ، ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے بالکل منع فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو المحلی۔ ج ۸، ص ۲۱۲)

کرایہ سے مستثنیٰ صورت مزارعت (بٹائی) کی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاملہ کیا تھا اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی مزارعت کا معاملہ ہوتا رہا۔

جس شخص کی نظر اس مسئلہ کے تشریعی پہلو پر ہو وہ ابن حزم کے اس بیان سے اتفاق کرے گا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ اپنے کھیت کرایہ پر دیا کرتے تھے لیکن آپؐ نے ان کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ منسوخ شدہ چیز یعنی کرایہ پر دینا مباح ہے وہ سراسر غلط بات کہتا ہے اور اسے ہرگز صحیح ثابت نہیں کر سکتا بجز اس بات کے کہ پیداوار کا طے شدہ حصہ دینا روا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے کرایہ پر دینے کی ممانعت کے بعد خیبر میں بٹائی کا معاملہ کیا اور اپنی وفات تک اسی پر عمل درآمد فرمایا۔ (المحلی۔ ج ۸، ص ۲۲۴)

سلف کے ایک گروہ کا یہی مسلک ہے چنانچہ طاؤس جو یمن کے فقیہ اور جلیل القدر تابعی تھے سونے چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا مکروہ خیال کرتے تھے لیکن بٹائی یعنی ایک تہائی یا ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر زمین دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ جب بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا: ہمارے پاس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذؓ تشریف لائے تھے جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا۔ انہوں نے زمین کو ایک تہائی اور ایک چوتھائی پیداوار کی شرط پر (بٹائی پر) دیا تھا۔ اس وقت سے ہم یہ معاملہ کرتے چلے آرہے ہیں" گویا حضرت طاؤس کے نزدیک ممانعت جس چیز کی ہے وہ یہ ہے کہ کرایہ سونے چاندی (نقدی) کی شکل میں لیا جائے۔ رہی بٹائی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محمد بن سیرین، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ سے بھی یہی بات منقول ہے۔ البتہ تابعین کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینے کی ہر صورت ممنوع ہے خواہ نقد کی صورت میں ہو یا بٹائی کی صورت میں، لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کا موقف کمزور ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور حضرت معاذؓ نے بٹائی کا معاملہ کیا تھا جس سے بٹائی کا جواز ثابت ہے اور زمانہ سابق میں مسلمانوں کے لئے اسی کے مطابق عملاً قانون سازی کی جاتی رہی ہے البتہ زمین کو نقدی کی صورت میں کرایہ پر دینے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اور یہ بات معقول بھی ہے۔

قیاس متقاضی ہے کہ زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے

اسلام کے اصول اور صحیح و صریح نصوص کے پیش نظر قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ خالی زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔

(۱) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوار کے متعینہ حصہ مثلاً ایک قنطار یا دو قنطار کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور جائز صرف بٹائی کی صورت کو قرار دیا ہے یعنی پیداوار کا متناسب حصہ مثلاً چوتھائی، تہائی یا نصف یا ہماری تعبیر کے مطابق فی صد تناسب (Percentage) مقرر کر کے معاملہ کیا جائے تاکہ پیداوار کے حصول کی صورت میں دونوں شرکاء فائدے میں رہیں، اور کسی آفت کی وجہ سے نقصان کی صورت میں دونوں شرکاء نقصان میں بھی شریک رہیں۔ اس کے برخلاف ایک فریق کے حصہ کی تعیین کرنا تاکہ وہ قطعی طور پر فائدہ میں رہے اور دوسرے فریق کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس غیر یقینی صورت کے حوالہ کرنا کہ اس کے حصہ میں شاید پسینہ بہانے کے سوا کچھ نہ آئے سود اور جوئے کے معاملہ سے کس قدر مشابہ ہے!

اس کے پیش نظر جب ہم زمین کو نقدی کے عوض کرایہ پر دینے کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو اس میں اور مزارعت کی مذکورہ ممنوع شکل میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ زمین کے مالک کو کرایہ کی صورت میں اپنا نقد حصہ یقینی طور سے ملتا ہے لیکن مُستاجِر (کرایہ پر لینے والا) اپنی محنت و مشقت کو داؤں پر لگاتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ کمائے گا یا گھاٹے میں رہے گا اور پیداوار ہوگی بھی یا نہیں؟

(ب) مزید برآں جو شخص کرایہ پر کوئی چیز دیتا ہے وہ بالآخر اس کا مالک ہوتا ہے۔ اور کرایہ کا استحقاق اسے اس بنا پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ اسے فائدہ اٹھانے کے قابل بنا کر مستاجر کے حوالہ کرتا ہے اور اس کو استعمال میں لانے سے جو گھس (Depreciation) ہوتی رہتی ہے اس کے معاوضہ کا اسے حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن زمین کو کرایہ پر دینے کے لئے کسی قسم کی تیاری نہیں کرنا پڑتی۔ زمین میں اگانے کی صلاحیت تو زمیندار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور زراعت کے کام میں لانے سے زمین کی گھس نہیں ہوتی، نہ اسے آلات کی طرح زنگ لگتا ہے اور نہ وہ عمارتوں کی طرح بوسیدہ ہوتی ہے۔

(ج) یہ بھی حقیقت ہے کہ جب انسان مکان کرایہ پر لیتا ہے تو رہائش کے ذریعہ اس سے براہِ راست فائدہ اُٹھاتا ہے اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب کوئی مشین کرایہ پر لیتا ہے تو اس سے بھی اسی طرح فائدہ اُٹھاتا ہے لیکن زمین سے براہِ راست استفادہ نہیں کرتا اور نہ اس کا فائدہ اُٹھانا یقینی ہوتا ہے۔ زمین کا معاملہ مکان کی طرح نہیں ہے کہ وہ یقینی طور سے فائدہ اُٹھا سکے بلکہ جب وہ زمین کرایہ پر لیتا ہے تو فائدہ کی اُمید پر لیتا ہے اور کوشش اور محنت کر کے کبھی فائدہ اُٹھا پاتا ہے اور کبھی نہیں اُٹھا پاتا۔ لہٰذا زمین کے کرایہ کو مکان وغیرہ کے کرایہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵) صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو اُن کے پختہ ہونے سے پہلے کھیتوں اور باغوں میں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ "جب اللہ نے پھلوں سے محروم کر دیا ہو تو تم اپنے بھائی کا مال کس طرح اپنے لئے جائز کر لے سکتے ہو؟"

یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ پھلوں کے پختہ ہونے کا آغاز ہو گیا ہو لیکن ابھی ان کے صحیح سالم ہونے کی طرف سے اطمینان نہ کیا جا سکتا ہو۔ ممکن ہے وہ کسی آفت کی زد میں آجائیں اور پک نہ سکیں۔ لہٰذا خالی زمین جس کو کلہاڑا تک نہ لگایا گیا ہو اور نہ اس میں بیج ڈالے گئے ہوں کرایہ پر دینا کیونکر ممنوع نہ ہوگا؟ اصل میں صحیح اور عادلانہ شکل مزارعت ہی ہے جس میں معاملہ کے دونوں فریق نفع میں بھی شریک ہوتے ہیں اور نقصان میں بھی۔ (اس موضوع پر ملاحظہ ہو ابنِ حزم کی "المحلی" ج ۸، ابنِ تیمیہ کی "القواعد النورانیہ" اور ابوالاعلیٰ مودودی کی "ملکیۃ الارض فی الاسلام")

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے بیان کیا ہے کہ مزارعت ہی شریعت کے اصول اور طریقۂ عدل سے مطابقت رکھنے والی چیز ہے اور کرایہ کے مقابلہ میں مزارعت (بٹائی) کا معاملہ مبنی بر عدل اور اصولِ شریعت کے مطابق ہے کیونکہ اس صورت میں دونوں فریق نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں بخلاف کرایہ کے کہ اس شکل میں زمین کے مالک کو تو کرایہ مل جاتا ہے لیکن مستاجر کے حصہ میں کبھی پیداوار آجاتی ہے اور کبھی اسے محروم رہنا پڑتا ہے۔

(الحسبۃ فی الاسلام۔ از ابن تیمیہ، ص ۲۱)

ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:

"اُس مزارعت پر جو مبنی بر عدل ہے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں عمل کرتے رہے ہیں۔ مہاجرین میں سے آلِ ابوبکرؓ، آلِ عمرؓ، آلِ عثمانؓ، آلِ علیؓ وغیرہ اس پر عمل کرتے رہے اور اکابر صحابہؓ اس کے جواز کے قائل ہیں ابنِ مسعودؓ، اُبی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ وغیرہ اور یہی مسلک فقہائے حدیث احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، امام بخاری، داؤد بن علی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابنِ خزیمہ، ابوبکر بن منذر، محمد بن نصر مروزی کا ہے۔ نیز مسلمانوں کے عام ائمہ مثلاً لیث بن سعد، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف، محمد بن حسن وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کے ساتھ نصف پیداوار کی شرط پر معاملہ کیا تھا جس کو آپؐ نے اپنی وفات تک برقرار رکھا اور بعد میں بھی اس پر عمل درآمد ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کیا۔ ان کے ساتھ معاملہ اس شرط پر طے ہوا تھا کہ وہ اس کی آبادکاری پر اپنا مال خرچ کریں گے اور بیج بھی ان ہی کے ذمہ ہوں گے۔

اسی لئے ان علماء کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جو بیج کے بارے میں دونوں صورتوں کو جائز کہتے ہیں۔ ایک صورت یہ کہ بیج کاشت کرنے والے کی طرف سے ہوں اور دوسری صورت یہ کہ کاشت کرنے والے اور مالکِ زمین دونوں کی طرف سے ہوں۔ (الطرق الحکمیۃ۔ ص ۲۵۰)

مزارعت کے سلسلہ میں جتنی روایتیں آئی ہیں ان میں سے کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس میں زمین لگانے والے کا حصّہ نصف سے کم بتلایا گیا ہو بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ لہٰذا جس بات پر دل کو اطمینان ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین لگانے والے کا حصّہ نصف سے کم نہیں ہونا چاہئے چنانچہ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اسی طرح معاملہ کیا تھا۔

اصل میں یہ بات کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ زمین جیسی جامد چیز کا حصّہ انسان کے حصّہ سے زیادہ قرار پائے۔

جانوروں کے پالنے میں شرکت

ہمارے ملک میں اور خاص طور سے دیہاتوں کی فضا میں ایک اور معاملہ کیا جاتا ہے اور وہ ہے جانوروں اور مویشیوں کو پالنے میں اشتراک۔ ایک فریق پوری قیمت یا اس کا ایک جزء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادا کرتا ہے اور دوسرا فریق نگرانی کا کام انجام دیتا ہے۔ اس کے بعد دونوں فریق اس سے حاصل ہونے والی چیزوں اور منافع کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

شرکت کے اس معاملہ پر ہم اپنی رائے کے اظہار کیلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کی صورتوں کو بیان کریں:۔

۱۔ پہلی صورت:۔ خالص تجارتی مقصد سے فریقین کا اشتراک مثلاً بچھڑوں کو فربہ کرنے کے لئے پالنا یا گائے بھینس کو دودھ حاصل کرنے کی غرض سے پالنا وغیرہ۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فریق روپیہ لگائے، دوسرا فریق محنت یعنی نگرانی کا کام کرے۔ ان کے چارہ وغیرہ پر جو خرچ ہو وہ دونوں برداشت کریں اور فروخت کرنے کی صورت میں جو قیمت وصول ہو اس میں سے اخراجات وضع کر لئے جائیں اور جو منافع بچ جائے اس کو دونوں آپس میں حسب معاہدہ تقسیم کر لیں۔

یہ بات منصفانہ نہیں ہے کہ اخراجات صرف ایک فریق کے ذمہ ہوں اور منافع کی تقسیم کے وقت اس کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔

۲۔ دوسری صورت:۔ ایک فریق قیمت ادا کرے اور دوسرا فریق نگرانی کے ساتھ اخراجات بھی کرے۔ ان اخراجات کے عوض وہ مویشیوں کا دودھ حاصل کرے اور ان سے کھیتی اور آب پاشی وغیرہ کی خدمت لے۔ اس میں استحساناً کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ جانور اتنا بڑا ہو کہ اس کا دودھ حاصل کیا جا سکتا ہو اور اس سے کام لیا جا سکتا ہو۔ یہ بات صحیح ہے کہ دوسرا فریق جو اخراجات برداشت کرتا ہے اس کا ان اخراجات کے مقابلہ میں دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھانا مساوی حیثیت میں نہیں ہوتا اور اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے لیکن ہم نے استحساناً اس کو جائز کہا ہے اور نقصان کے اس معمولی اندیشہ کو کوئی اہمیت نہیں دی کیوں کہ اس قسم کی باتوں کو شریعت گوارا کرتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں رہن کے سلسلہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَ لَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا

"رہن رکھے ہوئے جانور پر اس کے اخراجات کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے۔ اور اخراجات سواری کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔ (البخاری) اور دودھ پینے والے کے ذمہ ہوں گے"۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے (چارہ وغیرہ کے) اخراجات کا معاوضہ اس کی سواری اور دودھ کو قرار دیا۔

جانور کے اخراجات اس کی سواری اور دودھ کے مقابلہ میں زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور کم بھی، لیکن تعامل کے پیش نظر جب رہن کے معاملہ میں اس صورت کو جائز قرار دیا گیا تو جانوروں سے متعلق شرکت کی مذکورہ صورت کو بھی لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر جائز قرار دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

مذکورہ حدیث سے ہم نے جو استنتاج کیا ہے وہ خاص ہماری رائے ہے۔ خدا کرے کہ یہ رائے صائب ہو۔

رہا چھوٹے بچھڑوں سے متعلق اشتراک جن سے نہ خدمت لی جا سکتی ہو اور نہ ان کا دودھ حاصل کیا جا سکتا ہو اور اس کی یہ صورت کہ ایک فریق قیمت ادا کرے گا اور دوسرا فریق اخراجات برداشت کرے گا تو اسلام کے قواعد اس کو مباح تسلیم نہیں کرتے کیونکہ جس فریق کے ذمہ اخراجات ہوں گے وہ گھاٹے میں رہے گا اور دوسرے فریق کا فائدہ ہی فائدہ ہو گا۔ ظاہر ہے کہ یہ مبنی بر انصاف نہیں ہے جبکہ اسلام تمام معاملات میں انصاف کو جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے۔ ہاں اگر اخراجات برداشت کرنیوالے فریق کے لئے انتفاع کی صورت پیدا ہوتے تک دونوں فریق اخراجات باہم تقسیم کر لیں تو ہماری رائے میں جائز ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھیل اور تفریح

اسلام واقعیت پسندانہ دین ہے۔ وہ انسان کو وہم و خیال کے دائرہ میں بند کر کے نہیں رکھتا بلکہ اسی زمین پر جو حقائق و واقعات کی زمین ہے رہنا سکھاتا ہے۔ وہ لوگوں کو آسمان میں پرواز کرنے والے فرشتے سمجھ کر معاملہ نہیں کرتا بلکہ کھانا کھانے والے اور بازار میں چلنے پھرنے والے انسان سمجھ کر معاملہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے لوگوں پر یہ فرضِ گراں عائد نہیں کیا ہے کہ اس کی ہر بات ذکر اور ہر خاموشی فکر ہو۔ سماعت وہ صرف قرآن کی کریں اور اپنے تمام فارغ اوقات مسجد میں گذاریں بلکہ وہ ان کی فطرت اور ان کے طبائع کا پورا پورا لحاظ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق ہی اس طور سے فرمائی ہے کہ جس طرح کھانا اور پینا تقاضائے فطرت ہے اسی طرح شاداں و فرحاں رہنا اور ہنسنا اور کھیلنا بھی اس کی سرشت میں داخل ہے۔

ہر وقت یکساں کیفیت نہیں رہتی

بعض صحابہؓ روحانیت کے غلبہ کے نتیجہ میں یہ خیال کرنے لگے تھے کہ انہیں ہمیشہ عبادت میں سرگرم رہنا چاہیئے اور دنیا کے فوائد و لذائذ سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیئے۔ کھیل اور تفریح سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں لینی چاہیئے بلکہ تمام تر توجہ آخرت اور اس کے تقاضوں کی طرف مبذول ہونی چاہیئے۔

اس سلسلہ میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ اُسیدیؓ کا قصہ سننے کے قابل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ موصوف فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت ابوبکرؓ ملے اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا، حنظلہ منافق ہوگیا۔ فرمایا سبحان اللہ! کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتے ہیں اور آپؐ جنّت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ایسا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب آپؐ کی صحبت میں نہیں رہتے تو عورتوں، بچوں اور کاروبار میں دل لگ جاتا ہے اور جنت و دوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، قسم بخدا! ہمارا بھی یہی حال ہے۔ حنظلہ کہتے ہیں پھر میں اور حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم آپؐ کی خدمت میں رہتے ہیں اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں لیکن جب آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں دل لگ جاتا ہے اور جنت و دوزخ کو ہم بھول جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری صحبت میں تم جو کیفیت محسوس کرتے ہو اگر اسی پر قائم رہتے اور (جنت و دوزخ کو) اسی طرح یاد رکھتے تو فرشتے آکر تم سے بستروں اور راستوں میں مصافحہ کرتے۔ لیکن اے حنظلہ! ہمیشہ یکساں کیفیت نہیں رہتی۔ (مسلم)

رسول انسان تھے

آپؐ کی حیاتِ طیبہ انسانی زندگی کے لئے نہایت شاندار نمونہ ہے۔ آپؐ خلوت میں خشوع و خضوع کے ساتھ اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے کہ آپؐ کے قدموں پر ورم آجاتا۔ آپؐ کا اُسوہ حق کے معاملہ میں یہ تھا کہ اللہ کی خاطر کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ کی زندگی ایک انسان ہی کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپؐ پاکیزہ چیزوں کو پسند فرماتے، خوش ہونا، مسکرانا اور ہنسی دل لگی کرنا آپؐ کے مزاجِ مبارک کی خصوصیات تھیں البتہ آپؐ کوئی ایسی بات نہ فرماتے جو خلافِ حق ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشی اور مسرت کو پسند فرماتے اور غم اور تکلیف کو ناپسند کرتے اور دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ۔ "خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں پریشانی اور غم سے۔"

(ابوداؤد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ جس طرح خوش طبعی فرماتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا کہ ایک بڑھیا حاضرِ خدمت ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے جنّت کی دعا کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا، جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔ یہ سُن کر وہ بڑھیا گھبرا گئی اور رونے لگی۔ آپؐ نے اس کا یہ حال دیکھ کر فرمایا: بڑھیا جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ اسے نئی خِلقت عطا فرمائے گا اور وہ نوجوان کنواری بن کر داخل ہوگی۔ آپؐ نے (اس کی تائید میں) یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا۔ (الواقعہ۔ ۳۵، ۳۷)

"ہم ان کو خاص طور پر نئی خلقت عطا کریں گے اور انہیں باکرہ بنائیں گے اپنے شوہروں کو محبوب رکھنے والیاں اور ہم عُمر۔"

دل اُکتا جاتے ہیں

اسی طرح صحابۂ کرامؓ جیسے پاکیزہ نفوس ہنستے کھیلتے اور دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ وہ اپنی فطرت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے نفس کو محظوظ کرتے اور راحتِ قلب کا سامان کرتے تاکہ تازہ دم ہو کر اور سبک رفتاری کے ساتھ کام کر سکیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "جسم کی طرح دل کو بھی تکان لاحق ہوتی ہے لہٰذا تکان کو ہلکا کرنے کے لئے عجائبِ حکمت بیان کرو۔" نیز فرمایا: "دلوں کو وقفہ وقفہ سے آرام دو کیونکہ دل کی ناخوشگواری اسے اندھا بنا دیتی ہے۔"

اور ابو درداءؓ کہتے ہیں: "میں اپنے نفس کو کسی قدر باطل سے دل لگی کرنے دیتا ہوں تاکہ اس سے حق پر چلنے میں مدد ملے۔"

غرضیکہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے میں جس سے انبساط کی کیفیت پیدا ہو کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس بات میں کوئی حرج ہے کہ مباح کھیل کے ذریعہ اپنے دل کو اور اپنے ساتھیوں کے دل کو بہلانے کا سامان کیا جائے بشرطیکہ اسے مستقل عادت نہ بنا لیا جائے کہ صبح و شام کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشغلہ یہی بن کر رہ جائے، اور جس کے نتیجہ میں آدمی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے لگے، نیز جہاں سنجیدگی اختیار کرنے کی ضرورت ہو وہاں ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے:

"بات چیت میں مذاق اسی قدر ہونا چاہئے جس قدر کہ کھانے میں نمک"

اسی طرح مسلمان کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ لوگوں کی عزت اور ان کی قدر و منزلت کا خیال نہ کرے اور ان کا مذاق اڑانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ۔	"اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں"

(الحجرات۔ ۱۱)

اور نہ یہ بات روا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ سے کام لے۔ اس سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا ہے:

وَیْلٌ لِّلَّذِیْ یُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ لِیُضْحِکَ مِنْہُ الْقَوْمُ فَیَکْذِبُ وَیْلٌ لَّہٗ، وَیْلٌ لَّہٗ۔	"تباہی ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ اس کے لئے تباہی ہے، اس کے لئے تباہی ہے"

(الترمذی)

جائز کھیل کی قسمیں

تفریح کی کتنی ہی قسمیں اور کھیل کے کتنے ہی طور طریقے ایسے ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے جائز قرار دیا ہے تاکہ ان کے بارِ خاطر کو ہلکا کرنے اور ان کے لئے تفریحِ طبع کا سامان ہو۔ یہ کھیل ایسے ہیں جو عبادات اور واجبات کی ادائیگی پر بلکہ ان کاموں میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے پر آمادہ کرتے ہیں نیز ان ورزشی کھیلوں کے ذریعہ ایسی ٹریننگ حاصل ہوتی ہے جو قوت میں اضافہ کا موجب ہے اور اس سے آدمی میدانِ جہاد کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ درج ذیل کھیل اسی قبیل کے ہیں:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دَوڑ میں مقابلہ

صحابہ کرامؓ دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایسا کرنے دیتے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے ان کو خوش کرنے کی خاطر اور صحابہ کو تعلیم دینے کی غرض سے دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑ میں میرا مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم بڑھ گیا تو آپؐ نے مسابقت میں مجھے ہرا دیا اور فرمایا، یہ اُس وقت کا بدلہ ہے" (احمد و ابوداؤد)

کُشتی لڑنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور پہلوان رکانہ کے ساتھ کُشتی لڑی اور اس کو کئی بار پچھاڑ دیا۔

فقہاء نے ان احادیث سے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ دوڑ میں مقابلہ کرنا جائز ہے خواہ مرد باہم دوڑ لگائیں یا محرم عورتوں یا اپنی بیویوں کے ساتھ لگائیں۔ دوڑ کا یہ مقابلہ اور کُشتی لڑنا وغیرہ وقار و شرف، علم و فضل اور عمر کی بزرگی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑے تھے تو آپؐ کی عُمر پچاس سے زیادہ تھی۔

تیر اندازی

ایک جائز فنی کھیل تیر اندازی اور نیزہ چلانا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو تیر اندازی میں مشغول دیکھتے تو ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور کہتے: "تیر چلاؤ اور میں تمہارے ساتھ ہوں" (بخاری)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے نزدیک تیر اندازی کھیل اور شوقیہ چیز نہیں تھی بلکہ یہ ایک قسم کی قوت تھی جس کی فراہمی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ "اور جہاں تک ہو سکے ان کے مقابلہ کے لئے قوت فراہم کرو۔"

(الانفال۔ ۶۰)

چنانچہ آپؐ فرماتے:

اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ۔ (مسلم) "سنو! قوت تیر اندازی میں ہے، سنو! قوت تیر اندازی میں ہے، سنو! قوت تیر اندازی میں ہے۔"

نیز فرماتے:

عَلَيْكُمْ بِالرَّمْيِ فَاِنَّهُ مِنْ خَيْرِ لَهْوِكُمْ۔ "تم تیر اندازی ضرور سیکھو کہ یہ بہترین کھیل ہے۔"

(البزار والطبرانی)

البتہ آپؐ نے پالتو جانوروں وغیرہ کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ بعض عرب زمانۂ جاہلیت میں اس کے عادی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو اس قسم کی حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنالے۔" (متفق علیہ)

آپؐ نے اس وجہ سے لعنت فرمائی ہے کہ اس سے حیوان کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس کی جان ضائع ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ مال کا ضیاع ہے اور انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی ذی روح کو تکلیف پہنچا کر اپنی تفریح کا سامان کرے۔

اور یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ عرب دو مینڈھوں یا دو بیلوں کو اشتعال دلا کر باہم سینگوں سے لڑاتے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتے لیکن انہیں یہ تماشا دیکھ کر خوشی ہوتی۔ علماء کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے نیز یہ ایک بے فائدہ کام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیزہ چلانا

تیراندازی کی طرح ایک کھیل نیزہ چلانا بھی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کو مسجد میں نیزہ کا کھیل کھیلنے کی اجازت دی تھی اور حضرت عائشہ رضؓ کو بھی اجازت دی تھی کہ ان کا کھیل دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے حبشیوں کو اس سے روکنا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر! انہیں چھوڑ دو۔" (بخاری و مسلم)

مسجد میں اس کھیل کی اجازت دے کر آپ نے بڑی فراخی کا ثبوت دیا تاکہ دین اور دنیا دونوں کو جمع کیا جا سکے۔ یہ محض کھیل نہیں تھا بلکہ ورزش بھی تھی اور ٹریننگ بھی۔ مذکورہ حدیث کے پیشِ نظر علماء کہتے ہیں کہ مسجد جماعتِ مسلمین کے معاملات کا مرکز ہے لہٰذا جو کام دین اور اہلِ دین کی منفعت کے ہوں ان کو اس میں انجام دینا جائز ہے۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ان کی مسجدیں کس طرح زندگی کے حقائق اور قوت سے خالی ہو گئی ہیں!

گھوڑے سواری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً۔ (النحل - ۸)

"اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور رونق کا کام دیں۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ۔ (البخاری)

"گھوڑوں کی پیشانیاں خیر سے بندھی ہوئی ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا:

اِرْمُوْا وَارْکَبُوْا۔ (مسلم) "تیر چلاؤ اور سواری کرو"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور ان سے کہو کہ وہ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر سوار ہو جائیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کا مقابلہ کرایا اور آگے نکل جانے والے کو انعام دیا" (احمد)

یہ گھوڑ دوڑ کی حوصلہ افزائی کے لئے تھا کیونکہ یہ ورزش بھی ہے اور ٹریننگ بھی۔

حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ حضرات عہدِ رسالت میں بازی لگاتے تھے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازی لگاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! قسم بخدا آپؐ نے ایک گھوڑے کی بازی لگائی تھی جس کا نام سبحہ تھا چنانچہ وہ لوگوں پر سبقت لے گیا اور یہ دیکھ کر آپؐ خوش ہو گئے۔ (احمد)

مباح بازی یہ ہے کہ انعام دوڑ میں حصہ لینے والے فریقین کی جانب سے نہ ہو بلکہ کسی اور کی جانب سے ہو یا صرف ایک فریق کی جانب سے ہو۔ لیکن اگر فریقین کی جانب سے انعام ہو کہ جو سبقت لے جائے گا اس کو انعام ملے گا تو یہ جُوا ہے جو ممنوع ہے۔ اور اس قسم کے گھوڑے کو جو جُوئے کے لئے استعمال کیا جائے آپؐ نے شیطانی گھوڑے سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی قیمت وغیرہ کو گناہ قرار دیا ہے۔ (احمد)

آپؐ نے فرمایا ہے: "گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمٰن کے لئے، دوسرا انسان کے لئے اور تیسرا شیطان کے لئے۔ تو جو گھوڑا رحمٰن کے لئے ہوتا ہے وہ اللہ کی راہ میں باندھا جاتا ہے اور جو شیطان کے لئے ہوتا ہے وہ جُوئے (ریس) کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جو انسان کے لئے ہوتا ہے اسے آدمی افزائشِ نسل کے لئے پالتا ہے اور وہ اس کی محتاجی کو دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شکار کرنا

ایک مفید تفریح جس کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے شکار کرنا ہے۔ اس سے آدمی فائدہ بھی اُٹھاتا ہے اور ورزش بھی ہوتی ہے نیز یہ کمائی کا ذریعہ بھی ہے۔ شکار خواہ تیر، نیزہ وغیرہ کسی آلہ کے ذریعہ کیا جائے یا شکاری کتّوں اور پرندوں کے ذریعہ دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ رہے شرائط تو ان کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا۔

اسلام نے شکار صرف دو حالتوں میں ممنوع قرار دیا ہے۔ ایک حج یا عُمرہ کے احرام کی حالت میں اور دوسرے حرمِ مکّہ کے اندر کیونکہ اسلام نے اس کو امن و سلامتی کا علاقہ قرار دیا ہے۔

چوسر کا کھیل

ہر وہ کھیل جس میں جُوا ہو حرام ہے۔ اور جُوا ہر وہ کھیل ہے جو نفع یا نقصان سے خالی نہ ہو۔ یہی وہ "مَیسِر" ہے جس کا ذکر قرآن نے شراب، تھانوں اور پانسوں کے ساتھ کیا ہے۔ حدیثِ نبوی ہے: "جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ ہم جُوا کھیلیں اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔" (متفق علیہ)

یعنی جُوئے کی طرف مجرّد بلانا بھی گناہ ہے جس کا کفّارہ یہ ہے کہ وہ صدقہ کرے۔

چوسر کا کھیل اسی قبیل سے ہے۔ جب اس کے ساتھ جُوا لگا ہوا ہو تو باتّفاق رائے حرام ہے۔ اور اگر اس میں جُوا شامل نہ ہو تو علماء کے ایک گروہ کے نزدیک حرام ہے لیکن بعض اسے حرام نہیں بلکہ مکروہ کہتے ہیں۔ جو علماء حرمت کے قائل ہیں ان کی دلیل بُریدہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِشِيْرِ فَكَاَنَّمَا صَبَغَ يَدَهٗ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَّدَمِهٖ۔ (مسلم و احمد و ابوداؤد)

"جس نے نردشیر (چوسر) کا کھیل کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لئے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔ "جس نے چوسر کا کھیل کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔ (احمد و ابو داؤد و ابن ماجۃ والموطا)

یہ دونوں حدیثیں صریح ہیں اور ہر چوسر کھیلنے والے پر منطبق ہوتی ہیں خواہ اس میں جوئے کا عنصر شامل ہو یا نہ ہو۔

امام شوکانی کہتے ہیں: منقول ہے کہ ابن مغفل اور ابن مسیب نے چوسر کے کھیل کو جو جوئے سے خالی ہو جائز کہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ احادیث کو جوئے کے کھیل پر محمول کیا ہے۔

شطرنج کا کھیل

کھیل کی ایک مشہور قسم شطرنج ہے جس کے حکم کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی جواز کا قائل ہے تو کوئی کراہت کا اور کسی کے نزدیک حرام ہے۔

جو فقہاء حرمت کے قائل ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن ناقدینِ حدیث نے ان احادیث کو رد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شطرنج کا وجود صحابہ کے زمانہ سے پہلے نہ تھا اس لئے جو حدیثیں بھی اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ باطل ہیں۔

صحابہؓ بھی اس معاملہ میں مختلف الرائے تھے۔ ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں: یہ چوسر سے بدتر ہے۔ اور حضرت علیؓ کہتے ہیں: یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔ (غالباً آپ کی مراد اُس شطرنج سے ہے جس میں جوا شامل ہو) اور بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے۔

لیکن بعض صحابہ اور تابعین سے اس کا جواز منقول ہے مثلاً ابنِ عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابنِ سیرینؒ، ہشام بن عروہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راقم السطور کی رائے بھی ان اصحاب ہی کے مسلک کے مطابق ہے یعنی اس معاملہ میں اصل جواز ہے اور کوئی نص ایسی وارد نہیں ہوئی ہے جو حرمت پر دلالت کرتی ہو۔ علاوہ ازیں اس میں ذہنی ورزش اور فکری تربیت کا سامان بھی ہے۔ اس لئے اس کو چوسر سے مختلف سمجھنا چاہئے اور اسی بنا پر ان اصحاب کا کہنا ہے کہ چوسر کی خصوصیت محظوظ ہونا ہے اس لئے وہ پانسوں سے مشابہ ہے لیکن شطرنج کی خصوصیت ذہانت و تدبیر ہے اس لئے وہ تیر اندازی سے مشابہ ہے۔

جو حضرات جواز کے قائل ہیں وہ تین شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں:

۱۔ اس کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر نہ ہونے پائے کیونکہ اس میں سب سے بڑا خطرہ نماز کے اوقات کی پابندی نہ کرنے ہی کا ہے۔

۲۔ اس میں جوا شامل نہ ہو۔

۳۔ کھیلنے والا کھیل کے دوران اپنی زبان کو فحش اور بدکلامی سے محفوظ رکھے۔

اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی پابندی نہ کی جائے تو یہ کھیل حرام ہوگا۔

گانا اور موسیقی

کھیل کی ایک قسم ایسی ہے جو نفس کے لئے باعث سکون، دل کے لئے خوش کن اور کانوں میں رس گھولنے والی ہے اور وہ ہے گانا۔ اسلام نے اس کو مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ فحش، بدکلامی یا گناہ پر ابھارنے والی باتوں پر مشتمل نہ ہو۔ اگر اس کے ساتھ ایسی موسیقی ہو جس سے جذبات برانگیختہ نہ ہوتے ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

خوشی کے مواقع پر اظہار مسرت کے لئے یہ چیزیں پسندیدہ ہیں مثلاً عید، شادی، مہمان کی آمد، ولیمہ، عقیقہ اور بچوں کی ولادت وغیرہ کے موقع پر۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت کی انصار کے ایک شخص سے شادی ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَهُمْ مِنْ لَهْوٍ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ۔

"اے عائشہ! ان کے ساتھ لہو (تفریح طبع) کا کوئی سامان نہیں ہے؟ کیونکہ انصار لہو کو پسند کرتے ہیں۔"

(البخاری)

ابن عباسؓ کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ نے اپنی ایک قرابت دار انصاریہ کی شادی کر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: دلہن کو تم نے روانہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا، جی ہاں! فرمایا: اس کے ساتھ کسی ایسی لڑکی کو نہیں بھیجا جو گائے؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا:

إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ: أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ۔

"انصار کو گانے کا شوق ہے اس لئے اگر تم اس کے ساتھ کسی ایسی لڑکی کو بھیج دیتے جو یہ گاتی: ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے۔ اللہ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی۔ تو اچھا ہوتا۔"

(ابن ماجۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ ان کے پاس تشریف لائے تو دو لڑکیاں ایام منیٰ میں گا بجا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹ گئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹا لیا اور فرمایا: "ابو بکر! انہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔" (متفق علیہ)

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں مذکورہ حدیث اور حبشیوں کے مسجد میں کھیل والی حدیث نیز حضرت عائشہؓ کے اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں کے کھیلنے کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب حدیثیں صحیحین کی ہیں اور اس بات کا صریح ثبوت ہیں کہ گانا اور کھیل حرام نہیں ہے اور یہ جواز پر دلالت کرتی ہیں:-

پہلی بات یہ ہے کہ یہ کھیل تھا اور حبشی رقص و لعب کے عادی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس فعل کا صدور مسجد میں ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی ارفدہ، اپنا کھیل جاری رکھو۔ جب کھیل کو جاری رکھنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ کس طرح حرام ہوگا؟

چوتھی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آپؐ نے روکنے سے منع فرمایا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ عید کا دن ہے یعنی وقتِ سرور ہے اور یہ اسبابِ سرور میں سے ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ آپؐ نے حبشیوں کے کھیل کا مشاہدہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دیر تک کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں اور بچوں کو کھیل دکھا کر اُن کے دلوں کو خوش کرنا حُسنِ اخلاق ہے اور زہد و تقشف کی سختی اختیار کرکے اس سے رُک جانے اور روکنے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

چھٹی بات یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے ابتداء میں یہ فرمایا کہ کیا تم اسے دیکھنا پسند کرتی ہو؟ (بخاری)

ساتویں بات یہ ہے کہ آپؐ نے گانا گانے اور دف بجانے کی لڑکیوں کو اجازت دی۔

امام غزالیؒ نے کتاب "السماع" میں اِن تمام باتوں کا ذکر کیا ہے۔

بہ کثرت صحابہ و تابعین سے روایت ہے کہ وہ گانا سُنتے تھے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ رہیں اس سلسلہ کی احادیث تو وہ سب مجروح ہیں اور کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ علماء اور فقہائے حدیث نے اس پر کلام نہ کیا ہو۔ قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں: گانے کی حُرمت سے متعلق کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ اور ابنِ حزم کہتے ہیں: اس سلسلہ کی تمام روایتیں باطل اور موضوع ہیں۔

اکثر گانے اور موسیقی کا استعمال عیش و عشرت کے موقع پر، شراب کی محفلوں اور شب بیداری کی مجلسوں میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے علماء اسے حرام یا مکروہ کہتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ گانا "لہو الحدیث" میں شامل ہے جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہوا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (لقمان - ٦)

"اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو "لہو الحدیث" خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے بھٹکا دیں اور اس راستہ کا مذاق اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

ابن حزم کہتے ہیں: جو شخص "لہو الحدیث" کا مرتکب ہو اس کا وصف آیت نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ کافر ہے بلا اختلاف جبکہ وہ اللہ کی راہ کو مذاق بنا لے۔ اور اگر وہ کوئی کتاب خرید کر لوگوں کو گمراہ کرے اور اللہ کی راہ کا مذاق اڑائے تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی مذمت کی ہے اس شخص کی ہرگز مذمت نہیں کی ہے جو "لہو الحدیث" کو گمراہ کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ کھیلنے کی غرض سے خریدے اور اس سے خوش طبعی کا سامان کرے۔

ابن حزم نے ان لوگوں کی تردید میں جو کہتے ہیں کہ گانا جب حق نہیں ہے تو وہ لازماً گمراہی ہے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے لہٰذا جس نے گانا اس نیت سے سنا کہ اس سے گناہ کے کام میں مدد ملے تو وہ فاسق ہے اور جس نے خوش طبعی کی نیت سے سنا تاکہ اطاعتِ الٰہی کے کاموں کو تقویت پہنچے اور نیکی کے کاموں سے دلچسپی پیدا ہو تو اس کا یہ فعل حق ہے اور جو شخص نہ اطاعت کی نیت سے سنے اور نہ معصیت کی نیت سے تو وہ لغو کے حکم میں ہے جو معاف ہے۔ ایسے شخص کا معاملہ اس شخص کا سا ہے جو تفریحاً باغ کی سیر کے لئے نکل پڑے یا اپنے دروازہ کے پاس تماشبین بن کر بیٹھ جائے۔

تاہم گانے کے معاملہ میں درجِ ذیل قیود کو لازماً ملحوظ رکھنا چاہئے:۔

۱۔ گانے کا موضوع اسلام کی تہذیب اور اس کی تعلیم کے خلاف نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر گانے میں شراب کی تعریف کی گئی ہو یا اس کے پینے کی ترغیب موجود ہو تو ایسے گانے کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گانا بھی حرام ہوگا اور سننا بھی، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

٢- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گانے کا موضوع اسلام کی ہدایت کے خلاف نہیں ہوتا لیکن گانے کا طریقہ ایسا ہوتا ہے جو اس کو دائرۂ حلّت سے نکال کر دائرۂ حرمت میں لے آتا ہے مثلاً ناز وادا کے ساتھ گانا، غیر اخلاقی انداز اختیار کرنا نیز جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والے فتنہ پرور اور شہوت انگیز طور طریقے اختیار کرنا وغیرہ۔

٣- جس طرح دین ہر چیز میں غلو اور زیادتی کا مخالف ہے حتیٰ کہ عبادت کے معاملہ میں بھی، اسی طرح لہو کے معاملہ میں بھی وہ زیادتی کا مخالف ہے۔ اس میں زیادہ وقت صرف کرنا صحیح نہیں جبکہ وقت سرمایۂ حیات ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جائز چیزوں میں اسراف کرنے سے واجبات کی ادائیگی کے لئے وقت کا حرج ہوجاتا ہے اس لئے بجا طور پر کہا گیا ہے، "میں نے اسراف کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس حق ضائع ہو رہا تھا"

٤- بعض گانے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ سننے والا خود اپنے نفس سے فتویٰ پوچھ سکتا ہے۔ اگر گانا ایسا ہو کہ جس سے اس کے جذبات برانگیختہ ہو رہے ہوں اور اس کو فتنہ پر ابھارا جا رہا ہو نیز روحانیت کے مقابلہ میں حیوانیت کا غلبہ ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور اس دروازہ کو بند کرنا چاہئے جس سے فتنہ کی ہوا اس کے دل، دین اور اخلاق کی طرف چلے۔

٥- اس بات پر سب کا اتّفاق ہے کہ گانے کے ساتھ اگر کوئی حرام چیز شامل ہو جائے مثلاً محفلِ شراب یا عیاشی اور بداخلاقی کے قسم کی کوئی چیز تو ایسی صورت میں گانا حرام ہوگا۔ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَيَشْرِبَنَّ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اِسْمِهَا يُعْزَفُ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتُ يَخْسِفُ اللهُ بِهِمُ الْاَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ۔ (ابن ماجۃ)

"میری اُمت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔ اُن کے سروں پر ساز بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گانا گائیں گی۔ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور خنزیر بنائے گا"۔

ضروری نہیں کہ یہ مسخ شکل و صورت ہی کا ہو بلکہ یہ نفس اور رُوح کا بھی ہو سکتا ہے یعنی انسان کے قالب میں بندر کا نفس اور سور کی رُوح ہوگی۔ ۵۸

جُوا شراب کا ساتھی ہے

اسلام نے جہاں مختلف قسم کے کھیل جائز ٹھہرائے ہیں وہاں ہر ایسے کھیل کو حرام قرار دیا ہے جس میں جُوا شامل ہو یعنی کھیل نفع یا نقصان سے خالی نہ ہو۔

جُوئے کو جس طرح کسبِ مال کا ذریعہ بنانا جائز نہیں اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ اس کو کھیل اور تفریح اور وقت گذاری کا ذریعہ بنایا جائے۔

---

۵۸ واضح رہے کہ مؤلف نے گانے کو جو مباح قرار دیا ہے وہ ایسی شرائط کے ساتھ مشروط ہے جو نہایت کڑی ہیں۔ ہمارے ملک میں جو گانے مروج ہیں یعنی جو فلمی گانے ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ نشر کئے جاتے ہیں وہ نہ مذکورہ شرائط کے مطابق ہیں اور نہ ان کے جواز کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ فحش اور بے حیائی کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور اخلاق کے لئے حد درجہ تباہ کن ہیں۔ علاوہ ازیں بے شرمی کی انتہا یہ ہے کہ خوش گلو عورتیں گانا گا کر مردوں کو محظوظ اور مسحور کرتی ہیں جبکہ اسلام اخلاق و عفت کے معاملہ میں اس قدر حساس ہے کہ اسے عورتوں کا لوچ کے ساتھ بات کرنا بھی گوارا نہیں ہے چنانچہ قرآن نے اس کی صراحت کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ اسی طرح اجنبی عورت کی آواز سے محظوظ ہونے کو اسلام زنا سے تعبیر کرتا ہے لہٰذا اس قسم کے گانوں کی حرمت بالکل واضح ہے ——— مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس حُرمت کی پُشت پر حکمتِ بالغہ اور عظیم مقاصد کارفرما ہیں :۔

۱۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان اکتسابِ مال کے سلسلہ میں سُننِ الٰہی کا متبع ہو اور نتائج کو اسباب کے ذریعہ حاصل کرے۔

جُوا ۔ جس کی ایک قسم لاٹری ہے ۔ انسان کو بخت و اتفاق اور خالی آرزوؤں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے۔ عمل، جدّ و جہد اور ان اسباب پر بھروسہ کرنا نہیں سکھاتا جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ اسلام انسان کے مال کو محترم ٹھہراتا ہے اور اس کو لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یا تو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضامندی سے ہبہ یا صدقہ کرے۔ رہا قمار کے ذریعہ مال حاصل کرنا تو وہ باطل طریقہ پر مال کھانے کے مترادف ہے۔

۳۔ اس سے جُوا کھیلنے والوں کے درمیان بُغض و عداوت پیدا ہوتی ہے اگرچہ کہ وہ زبانی طور سے رضامندی کا اظہار کرتے ہوں کیونکہ ان کا معاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی خاموشی غیظ و غضب لئے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ وہ نقصان اُٹھا چکا ہوتا ہے۔

۴۔ بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جُوا کھیلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس امید پر کہ شاید ابکی بار نقصان کی تلافی ہو گی۔ اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذّت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع بٹورنے پر آمادہ کرتی ہے۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور دونوں جُوا کھیلنے والے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو پاتے۔ جُوئے بازوں کی دوامی مصیبت کا راز یہی ہے۔

۵۔ بنابریں یہ شوق جس طرح فرد کے لئے خطرہ کا باعث ہے اسی طرح سماج کے لئے بھی شدید خطرہ کا باعث ہے۔ یہ ایسا شوق ہے جس میں وقت اور محنت کی بربادی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ کھیل جوئے بازوں کو بالکل معطّل کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ زندگی کی نعمت سے فائدہ تو اُٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمّہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔ قمار باز ہمیشہ اپنے رب کی عائد کردہ ذمّہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں، نیز اپنے نفس، اپنے خاندان اور اپنی ملّی ذمّہ داریوں سے بھی بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے دین، اپنی عزّت اور اپنے وطن کو بھی اپنے مفاد کی خاطر بیچ دیں۔

قرآن نے شراب اور جوئے کو ایک حکم میں جمع کر کے کس قدر حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ دونوں چیزیں فرد، خاندان، وطن اور اخلاق سب کے لئے یکساں طور سے مضر ہیں۔ قمار باز کا معاملہ شرابی سے بہت مشابہ ہوتا ہے بلکہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر پایا جاتا ہو۔ قرآن کا یہ بیان کتنا حقیقت افروز ہے کہ یہ شیطان کا عمل ہے۔ قرآن نے اس کا ذکر تھانوں اور پانسوں کے ساتھ کیا ہے اور اسے گندگی قرار دے کر اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔

(المائدہ ۔ ۹۰)

"اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہیں مبتلا کر کے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لاٹری ایک قسم کا جُوا ہے

جسے لاٹری کہا جاتا ہے وہ بھی جُوے ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کو معمولی خیال کرنا اور "رفاہی انجمنوں اور انسانی اغراض" کے نام پر اسے جائز قرار دینا صحیح نہیں۔ جو لوگ لاٹری کو اس قسم کے مقاصد کے لیے جائز قرار دیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حرام رقص اور حرام آرٹ کے ذریعہ مذکورہ مقاصد کے لیے عطیات جمع کرے۔ ہم تو ان لوگوں سے یہی کہیں گے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا۔ "اللہ پاک ہے اور پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے"

(حدیث)

جو لوگ اس قسم کے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ معاشرہ میں خیر اور ہمدردی کے محرکات کا خاتمہ ہو گیا ہے اور نیکی کی حقیقت باقی نہیں رہی لہٰذا مال جمع کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہ گئی ہے کہ جُوئے اور ممنوع قسم کے کھیل تماشہ کو ذریعہ بنایا جائے۔ لیکن اسلام معاشرہ کے لیے ایسے طریقے تجویز نہیں کرتا بلکہ انسان کے معاملہ میں وہ خیر کا پہلو اختیار کرتا ہے اور پاکیزہ مقصد (Noble cause) کے لیے وہ ذریعہ بھی پاکیزہ ہی اختیار کرتا ہے۔ وہ ذریعہ ہے نیکی کی دعوت، انسانیت کی ترغیب اور اللہ اور آخرت پر ایمان کے داعیات کا۔

سینما بینی

بہت سے مسلمان پوچھتے ہیں کہ سینما اور تھیٹر وغیرہ کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ سینما جانا مسلمان کے لیے جائز ہے یا حرام؟

اس میں شک نہیں کہ سینما اور اس قسم کی دوسری چیزیں تفریح کا نہایت اہم ذریعہ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دوسرے ذرائع کی طرح ان کو بھی خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سینما فی نفسہٖ کوئی حرج کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا حکم اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو کس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہماری رائے میں سینما حلال اور طیب ہے بلکہ درج ذیل شرائط کی تکمیل کی صورت میں پسندیدہ اور مطلوب بھی ہو سکتا ہے۔

اولاً وہ مناظر جن کی نمائش کی جاتی ہے بے حیائی اور فسق سے پاک ہوں نیز یہ مقاصد اسلام کے عقائد، شریعت اور اس کے آداب کے منافی نہ ہوں۔ اگر پیش کی جانے والی کہانیاں سفلی جذبات کو اُبھارنے والی یا گناہ کی ترغیب دینے والی یا جرم پر آمادہ کرنے والی یا غلط افکار کی اشاعت کرنے والی یا باطل عقائد کی ترویج کرنے والی ہوں تو ایسی فلمیں حرام ہوں گی۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہ ہوگا کہ ان کو دیکھے یا ان کی ترغیب دے۔ ؎

ثانیاً کسی دینی یا دُنیوی ذمہ داری سے غفلت نہ برتی جائے۔ خاص طور سے پنج وقتہ نماز کا خیال رکھا جائے جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ پکچر دیکھنے کی غرض سے کسی فرض کو ــــ مثلاً مغرب کی نماز کو ــــ ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ. (الماعون) "تباہی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔"

؎ ہمارے ملک میں سینما گھروں میں جو فلمیں دکھائی جاتی ہیں ان میں شاذ ہی کوئی فلم ایسی ہوگی جو ان غلط اور باطل مقاصد سے پاک ہو۔ عام طور سے فلموں میں عورتوں کی بھرپور نمائش کی جاتی ہے اور وہ رقص و سرود کے ساتھ اہم پارٹ ادا کرتی ہیں۔ سینما کے عشقیہ، حیا سوز اور مخرب اخلاق گانوں نے تو پوری فضا کو متعفن کر کے رکھ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج معاشرہ کے اخلاقی بگاڑ کا بہت بڑا ذریعہ یہ انسانیت سوز فلمیں اور پکچر ہیں اس لئے ان کے جواز کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ البتہ کوئی فلم اگر واقعی ان قباحتوں سے پاک ہو اور کوئی مفید مقصد رکھتی ہو تو اس کو ناجائز قرار دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ مؤلف کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ سینما فی نفسہٖ ایک جائز چیز ہے بشرطیکہ اس کو خیر کے مقصد کے لئے استعمال کیا جائے ــــ مترجم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ نماز سے غافل ہونا اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے کے ہم معنی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے. قرآن نے شراب اور جوئے کی حرمت کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہیں۔

ثالثاً سینما جانے والے کو چاہئے کہ اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کرے تاکہ فتنہ اور شبہات سے اپنا دامن بچا سکے. خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ وہ تاریکی کے پردہ میں پکچر دیکھ رہا ہو۔ اس سے پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ :

لَاَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَاْسِ اَحَدِکُمْ بِمَخِیْطٍ مِنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمَسَّ اِمْرَأَۃً لَا تَحِلُّ لَہٗ ۔	"تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی کا چبھویا جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے"

(البیہقی والطبرانی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی روابط

اسلام نے معاشرہ کے افراد کے درمیان تعلقات کو دو بنیادوں پر قائم کیا ہے :-

ایک باہمی اخوت جو ایک دوسرے کے درمیان مضبوط بندھن کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسرے حقوق اور حرمتیں جن کا اسلام تحفظ کرتا ہے یعنی ہر فرد کے خون، آبرو اور مال کا احترام۔ اسلام ہر اُس قول، عمل اور برتاؤ کو حرام قرار دیتا ہے جو اِن بنیادی چیزوں کو نقصان پہنچانے والی یا ان کو متاثر کرنے والی ہوں۔ اور نقصان خواہ مادّی ہو یا تہذیبی جس درجہ کا ہوگا اسی کی مناسبت سے حرمت کا درجہ بھی متعین ہوگا۔ درج ذیل آیات میں مثلاً ان حرام چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو باہمی اخوت اور انسانی حرمتوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

"مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ نہ ایک دوسرے پر طعن کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بدترین نام فسق ہے اور جو باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ تجسس نہ کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۔ (الحجرات ۔ ۱۰ تا ۱۲)

پسند کرے گا؟ تم تو اس سے گھن ہی کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقین جانو کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا ہے"۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں یعنی ان کے اندر انسانی اخوت کے ساتھ دینی اخوت بھی جمع ہو گئی ہے۔ اس اخوت کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن کر نہ رہیں بلکہ باہم متعارف ہوں، ایک دوسرے سے کٹیں نہیں بلکہ جڑیں، آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں بلکہ مل جل کر رہیں، باہم بغض و عداوت نہ رکھیں بلکہ محبت کریں اور اختلاف نہ کریں بلکہ متحد ہو کر رہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ۔ (البخاری وغیرہ)

"باہم حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے پیٹھ موڑو، نہ آپس میں بغض رکھو بلکہ اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو"۔

کسی مسلمان سے ترکِ تعلق جائز نہیں

اسی بنا پر اسلام نے مسلمان بھائی کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ کرنا، اس کا بائیکاٹ کرنا یا اس سے بے رخی برتنا حرام ٹھہرایا ہے۔ اگر دو مسلمانوں کے درمیان بغض پیدا ہو جائے تو ان کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دی گئی ہے۔ اس کے بعد ان کو لازماً صلح صفائی کی کوشش کرنا چاہیے۔

چنانچہ قرآن نے مومنین کے جو اوصافِ حمیدہ بیان کئے ہیں ان میں سے ایک وصف یہ ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (المائدۃ ۔ ۵۴)

"جو مومنوں پر نرم ہوں گے"۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ وَاِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ

(ابوداؤد)

"مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرے۔ اس کے بعد اسے چاہئے کہ ملاقات کرے اور اسے سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے اور اگر وہ جواب نہ دے تو گناہ کا مستحق ہوگا اور سلام کرنے والا ترکِ تعلق کے گناہ سے بری ہوگا۔"

اگر کسی قرابت دار سے جس کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے قطع رحمی کی جائے تو اس کی حرمت اور زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔

(النساء-۱)

"اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو۔ یقین جانو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

(متفق علیہ)

"رحم عرش میں معلق ہو کر کہتا ہے: جس نے مجھے جوڑا اس کو اللہ جوڑے گا اور جس نے مجھے کاٹا اللہ اس کو کاٹے گا۔"

نیز فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (البخاری)

"قاطع (قطع رحمی کرنے والا) جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

بعض علماء نے قاطع سے قطع رحمی کرنے والا اور دیگر علماء نے قاطعُ الطریق (رہزن) مراد لیا ہے اور دونوں تقریباً یکساں ہیں۔

صلہ رحمی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے ساتھ برابری کا معاملہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ وہ جُڑے تو یہ جُڑے اور وہ اچھا سلوک کرے تو یہ اچھا سلوک کرے۔ یہ تو امرِ طبیعی ہے بلکہ جو چیز واجب ہے وہ یہ کہ رشتہ داروں کو وہ جوڑے اگرچہ کہ وہ اس سے ترکِ تعلق کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا۔

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو برابری کا معاملہ کرتا ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع رحمی کرنے والے کو جوڑتا ہے"

(البخاری)

یہ اس صورت میں ہے جب کہ ترکِ تعلق اور بائیکاٹ اللہ کے لئے، اس کی راہ میں اور حق کی خاطر نہ ہو ورنہ ایمان کی مضبوطی کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ محبت بھی اللہ ہی کے لئے ہو اور بغض بھی اللہ ہی کے لئے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے اپنے تین ساتھیوں سے جنہوں نے غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی پچاس دنوں تک ترکِ تعلق کیا۔ ان سے سلام کلام کا سلسلہ بند رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما کر ان کی توبہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواجِ مطہرات سے چالیس دن تک علٰحدگی اختیار فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے سے ترکِ تعلق کیا یہاں تک کہ انتقال ہو گیا کیونکہ اس نے ایک حدیثِ رسولؐ کو خاطر میں نہیں لایا جس میں مردوں کو اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکیں۔ (احمد)

لیکن اگر ترکِ تعلق اور بغض دنیوی اغراض کے لئے ہو تو یہ نہایت حقیر چیز ہے۔ ایک مسلمان کس طرح اپنے مسلمان بھائی سے بغض رکھ سکتا ہے جبکہ اس کے نتیجہ میں اسے اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت سے محروم ہونا پڑے۔ صحیح حدیث میں ہے:

تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِكُلِّ عَبْدٍ

"جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل ہر ایسے بندے کی مغفرت فرماتا ہے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلًا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيَقُوْلُ: اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا (مسلم)

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو سوائے اس شخص کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض و عداوت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں، انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں"۔

اور جس کا حق ہو اس کے پاس اس کے بھائی کا معذرت کرنا کافی ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کی معذرت کو قبول کر لے اور جھگڑا ختم کر دے۔ معذرت قبول نہ کرنا اور اسے رد کر دینا حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ قیامت کے دن آپ کے پاس حوض پر نہ پہنچ سکے گا۔ (الطبرانی)

باہم صلح صفائی

جن کے درمیان ناچاقی ہو ان کو آپس میں صلح صفائی کر لینی چاہئیے کہ یہ اُخوت کا تقاضا ہے۔ اس کی ذمہ داری معاشرہ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اسلامی معاشرہ ایک دوسرے کا کفیل اور معاون ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ تماشبین بن کر اپنے بعض فرزندوں کو اس حال میں چھوڑ دے کہ وہ باہم لڑتے جھگڑتے رہیں اور ان کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکتی رہے یا عداوت کی خلیج وسیع ہوتی رہے۔ معاشرہ کے اصحاب الرائے اور اہل لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خالصتہً حق کے لئے اور خواہشاتِ نفس سے بچتے ہوئے اس معاملہ میں مداخلت کریں اور تعلقات کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (الحجرات۔۱۰)

"لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس طرح اصلاح کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور بغض و خصومت کے خطرناک ہونے سے آگاہ فرمایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

اَلَا اُدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا اَقُوْلُ اِنَّهَا تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ۔

"کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ نماز، روزہ اور صدقہ سے بڑھ کر فضیلت والا کام کونسا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیے یا رسول اللہ! فرمایا: لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنا کیونکہ تعلقات کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے۔ بالوں کو مونڈنے والی نہیں بلکہ دین کو مونڈنے والی ہے۔"

دوسروں کا مذاق نہ اُڑایا جائے

سورۂ حجرات کی مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے جو برادرانہ تعلقات اور انسانی حُرمت پر اثر انداز ہوتی ہیں:-

۱- اس سلسلہ کی پہلی چیز لوگوں کا مذاق اُڑانا ہے۔ کسی مومن کے لئے جو اللہ اور آخرت کا امیدوار ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کا مذاق اُڑائے یا اس کی تضحیک کرے یا اسے ہدفِ ملامت بنالے۔ اس میں کبرِ خفی، غرور اور لوگوں کی تحقیر کا جذبہ شامل ہوتا ہے اور یہ حرکت اس معیارِ خیر سے جو اللہ کے پاس ہے جہالت برتنے کے مترادف ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔

(الحجرات - ۱۱)

"نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی خوبی ایمان و اخلاص اور تعلق باللہ میں ہے نہ کہ شکل و صورت اور جاہ و مال میں۔ حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ۔ (مسلم)

"اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"

لہٰذا کسی مرد یا عورت کا اس بنا پر مذاق اُڑانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ وہ جسم یا خلقت کی کسی خرابی میں یا مالی افلاس میں مبتلا ہے؟

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کھل گئی۔ اُن کی پنڈلیاں بہت دُبلی پتلی تھیں۔ بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَتَضْحَکُوْنَ مِنْ دِقَّۃِ سَاقَیْہِ؟ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُمَا اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ جَبَلِ اُحُدٍ۔ (الطیالسی واحمد)

"کیا تم ان کی پنڈلیوں کے دُبلا ہونے پر ہنستے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔"

قرآن نے بیان کیا ہے کہ کس طرح مجرم مشرکین صالح مومنین کا اور خاص طور سے کمزور مسلمانوں مثلاً بلال، عمار وغیرہ کا مذاق اُڑاتے تھے اور قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ کس طرح حساب کے دن معیار بدل جائیں گے۔ جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں اُن ہی کا مذاق اُڑایا جائے گا۔

آیت میں صراحت کے ساتھ عورتوں کو مذاق اُڑانے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ عام طور سے عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑانے کی عادی ہوتی ہیں۔

طعن و تشنیع کرنا

۲۔ اس سلسلہ کی دوسری حرام چیز طعن و تشنیع ہے۔ جو شخص لوگوں میں عیب نکالتا ہے وہ گویا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیزہ سے انہیں زخمی کرتا ہے بلکہ کبھی تو طعن و تشنیع نیزہ کے طعن (زخمی کرنے) سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہے کیونکہ نیزہ کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا ہے: وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (یعنی ایک دوسرے کو طعن نہ دو) لیکن قرآن نے اَنْفُسَكُمْ کہہ کر مومنوں کی جماعت کو نفسِ واحد سے تعبیر کیا ہے کیونکہ سب ایک دوسرے کے کفیل اور معاون ہیں لہٰذا جس نے اپنے بھائی کو طعن کیا اس نے درحقیقت اپنے ہی نفس کو طعن کیا۔

بُرے لقب سے پکارنا

۳۔ بُرے لقب سے پکارنا بھی طعن و تشنیع ہی کی ایک قسم ہے جو حرام ہے۔ یعنی کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا جو اسے ناپسند ہو اور جس کے ذریعہ اس کا مذاق اُڑایا جائے اور اس پر طعن کیا جائے۔ انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے بھائی کو ایسے لقب سے پکارے جو اس کے لئے باعثِ اذیت ہو۔ یہ سراسر زیادتی ہے اور آداب اور ذوقِ سلیم کے خلاف ہے۔

بدگمانی

۴۔ اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ کے اندر قلوب کی صفائی اور باہمی اعتماد ہو۔ شکوک و شبہات اور وہم و گمان کی فضا نہ ہو۔ اسی لئے مذکورہ آیت میں جو چوتھی حرام چیز بیان کی گئی ہے وہ ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ "اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں"

(الحجرات۔۱۲)

یہ ظن جو باعثِ گناہ ہے بدگمانی ہے۔ اور مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی وجہِ جواز اور کسی واضح دلیل کے بغیر بدگمان ہو جائے۔ لوگوں کو اصلاً بے قصور سمجھنا چاہئے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بدگمانی کے وسوسوں میں پڑ کر ان پر تہمت لگانے کا موقع نہیں پیدا کرنا چاہئے۔ ارشادِ نبوی ہے :

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ "بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے"

(البخاری)

انسان بشری کمزوری کے باعث بعض لوگوں کے سلسلہ میں شک و گمان سے اپنے کو بالکل بچا نہیں سکتا خاص طور سے ان لوگوں کے بارے میں جن سے تعلقات کشیدہ ہوں لیکن اسے ان خیالات کے آگے سپر نہیں ڈالنا چاہیئے اور نہ ان کے پیچھے چلنا چاہئے۔ یہی مطلب ہے اِس حدیث کا کہ :

اِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ۔ (الطبرانی) "جب بدگمانی پیدا ہو تو اسے صحیح خیال نہ کرو"

تجسّس

۵۔ دوسروں کے بارے میں بداعتمادی کے نتیجہ میں باطنی طور پر آدمی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ظاہری طور پر تجسّس کرنے لگتا ہے لیکن اسلام معاشرہ کے ظاہر اور باطن دونوں کو پاک صاف رکھنا چاہتا ہے اسی لئے بدگمانی کی ممانعت کے ساتھ تجسّس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اکثر ایک چیز دوسری چیز کا سبب بنتی ہے۔

لوگوں کی حرمت کو تجسّس کے ذریعہ زائل کرنا اور ان کی مخفی باتوں کے پیچھے پڑنا ہرگز جائز نہیں اگرچہ کہ وہ ذاتی طور پر گناہ کے مرتکب ہو رہے ہوں جب تک کہ وہ اسے چھپاتے رہیں اور کھلے بندوں گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

ابو ھیثم کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن عامر سے کہا ہمارے پڑوسی شراب پیتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ پولیس کو بلا کر انہیں گرفتار کراؤں۔ انہوں نے کہا ایسا نہ کرو بلکہ انہیں نصیحت اور تنبیہ کرو۔ ابو ھیثم نے کہا میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتے اس لئے میں انہیں پولیس کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔ عقبہ نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ سَتَرَ عَوْرَةً فَكَاَنَّمَا اسْتَحْيَا مَوْءُوْدَةً فِيْ قَبْرِهَا ۔ "جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے گویا زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو زندگی بخشی "

(ابوداؤد والنسائی وابن حبان والحاکم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عیوب ٹٹولنے کو منافقین کی خصلت قرار دیا ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے منبر پر چڑھ کر باوازِ بلند فرمایا:

يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ ۔ (الترمذی وابن ماجۃ)

"اے لوگو جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ابھی جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو اذیت نہ دو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیب کے درپے ہوگا اور اللہ کسی کے عیب کے درپے ہو تو اسے رسوا کر کے رہے گا اگرچہ کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو"

لوگوں کی حرمتوں کے تحفظ ہی کی غرض سے آپؐ نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکنے کی شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے:

مَنِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ يَّفْقَؤُوْا عَيْنَهٗ ۔ (متفق علیہ)

"جس نے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جھانکا اس کے گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں"

اسی طرح لوگوں کی باتیں ان کی مرضی کے بغیر اور ان سے چھپا کر سننا بھی حرام قرار دیا ہے:

مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (البخاری وغیرہ)

"جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں درآنحالیکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ انڈیل دیا جائے گا"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے واجب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی سے ملنا چاہتا ہو وہ اس کے گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے اور سلام نہ کرے۔

تجسس کرنے اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑنے کی ممانعت کا حکم عام ہے جو حکام اور محکوم دونوں کو شامل ہے۔ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْكِدْتَ تُفْسِدُهُمْ۔ (ابوداؤد وابن حبان)

"اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑو گے تو ان میں بگاڑ پیدا کرو گے۔"

اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ الْأَمِيْرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيْبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ۔ (ابوداؤد)

"امیر جب لوگوں میں شک شبہ کی باتیں تلاش کرنے لگتا ہے تو ان کے اندر بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔"

غیبت

۶۔ چھٹی چیز جس کی سورۂ حجرات کی مذکورہ آیت میں ممانعت کر دی گئی ہے غیبت ہے۔ آپؐ نے غیبت کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے:

أَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيْلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُوْلُ۔ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔

(مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی)

"جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اُسے ناگوار ہو عرض کیا گیا اگر اس میں وہ بات موجود ہو تو؟ فرمایا اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی ورنہ تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔"

انسان کو عام طور سے جو باتیں ناگوار ہوتی ہیں وہ عموماً اس کی خلقت، اخلاق، نسب وغیرہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ کے لئے صفیہ کا پستہ قد ہونا کافی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ۔ (ابوداؤد والترمذی والبیہقی)

"تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر میں ملایا جائے تو اس کا پانی متغیر ہو جائے۔"

غیبت دوسروں کو گرانے کی خواہش اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت کو مجروح کرنا ہے۔ یہ خست اور بزدلی کی علامت ہے کیونکہ یہ پیچھے سے حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ غیبت ایک منفی نوعیت کا کام ہے کیونکہ جس کو کوئی کام نہیں ہوتا وہ دوسروں کی غیبت کرتا ہے۔ اس بنا پر قرآن نے غیبت کی جو شناعت بیان کی ہے اور جس بلیغ انداز میں اس سے نفرت دلائی ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔ (الحجرات - ۱۲)

"اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تم تو اس سے گھن ہی کرتے ہو۔"

انسان کسی بھی انسان کا گوشت کھانے سے طبعاً نفرت کرتا ہے لہٰذا جب اپنے بھائی کا گوشت ہو اور وہ بھی مردہ بھائی کا تو اس سے کس قدر گھن آئے گی؟!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآنی تصویر کو ذہنوں میں اتارنے کی برابر کوشش کرتے رہے چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد دوسرے شخص نے اس کے بارے میں توہین آمیز بات کی۔ آپؐ نے فرمایا: خلال کرلو۔ اس نے عرض کیا خلال کس وجہ سے کروں؟ میں نے گوشت تو کھایا نہیں ہے۔ فرمایا:

إِنَّكَ أَكَلْتَ لَحْمَ أَخِيكَ۔ (الطبرانی)

"تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بدبودار ہوا چلی۔ آپؐ نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ؟ هٰذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (احمد)

"جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔"

غیبت کے سلسلہ میں رخصت کے حدود

ان نصوص سے ثابت ہے کہ اسلام میں فرد کی ذاتی حرمت نہایت مقدس ہے لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں جن کو علمائے اسلام نے حرام غیبت سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اس استثناء سے بقدر ضرورت ہی فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس سلسلہ کی ایک بات یہ ہے کہ مظلوم کو ظالم کی شکایت کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ، وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا عَلِيمًا۔ (النساء - ۱۴۸)

"اللہ بدگوئی پر زبان کھولنے کو پسند نہیں کرتا اِلّا یہ کہ کوئی شخص مظلوم ہو۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی متعین شخص کے بارے میں کاروبار میں شرکت یا اپنی بیٹی کے نکاح یا کوئی اہم ذمہ داری اس کے سپرد کرنے کی غرض سے سوال کرے۔ ایسے موقع پر دو متعارض باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ دین میں خیرخواہی واجب ہے اور دوسرے یہ کہ غیرموجود شخص کی عزت کا تحفظ بھی واجب ہے لیکن چونکہ پہلی چیز اہم اور مقدس ہے اس لئے اس کو دوسری چیز پر ترجیح دی جانی چاہیئے۔ فاطمہ بنت قیس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پیغام دینے والوں کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے ایک کے بارے میں فرمایا کہ "وہ مفلس ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں" اور دوسرے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارے میں فرمایا: "وہ عورتوں کو بہت مارتا ہے"۔

اسی طرح استفتار کے لئے اس کا جواز ہے اور منکر کے ازالہ کے لئے کسی کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے بھی۔

اگر کسی شخص کا نام یا لقب یا وصف ایسا ہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہو لیکن وہ اسی نام سے مشہور ہو مثلاً اَعرج (لنگڑا)، اَعمش (کمزور نگاہ والا)، ابنِ فلانہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اسے اس نام سے پکارنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح گواہوں اور حدیث کے راویوں پر جرح کرنا بھی جائز ہے۔

ان صورتوں کے جواز کے سلسلہ میں دو باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ایک ضرورت اور دوسرے نیت۔

۱۔ جب تک غیر موجود شخص کے سلسلہ میں ناگوار بات کا تذکرہ کرنے کی شدید ضرورت محسوس نہ ہو اس وقت تک اس دائرہ میں قدم رکھنا صحیح نہیں اور جب تک اشارہ کنایہ سے کام چلتا ہو تصریح نہ کی جائے۔ اسی طرح جب تک عمومیت اختیار کی جاسکتی ہو تخصیص نہ کی جائے، اور کوئی ایسی بات ہرگز نہ کی جائے جو فی الواقع اس شخص میں موجود نہ ہو ورنہ بہتان ہوگا جو حرام ہے۔

۲۔ ان تمام باتوں کے سلسلہ میں فیصلہ کن چیز نیت ہے۔ انسان خود دوسروں کے مقابلہ میں محرکات کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ نیت ہی کے ذریعہ غیبت و تنقید اور نصیحت اور برائی کی تشہیر وغیرہ کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مومن اپنے نفس کا نہایت سختی کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے۔

اسلام کے نزدیک غیبت سننے والا بھی گناہ میں شریک ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی مدد کرے اور اس کی طرف سے مدافعت کرے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ الْغِیْبَةَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (احمد)

"جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ نہ ہونے دے اللہ پر حق ہے کہ اسے آگ سے نجات بخشے"۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ فِي الدُّنْيَا رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"جو شخص دنیا میں اپنے بھائی کی عزت کو بچائے گا اللہ قیامت کے دن اس کے چہرہ کو آگ سے بچائے گا۔"

(الترمذی)

لیکن جو شخص یہ حوصلہ نہ رکھتا ہو اور اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرنے والی زبانوں کو روک نہ سکتا ہو اسے چاہئے کہ ایسی مجلس سے نکل جائے اور ایسے لوگوں سے اعراض کرے جب تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ نہیں جاتے ورنہ عجب نہیں کہ اس کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (ورنہ تم بھی ان ہی جیسے ہو) کے مطابق ان غیبت کرنے والوں میں ہو جائے۔

چغلخوری

۷۔ غیبت سے مشابہت رکھنے والی ایک عادت چغلخوری ہے جسے اسلام نے شدید طور پر حرام ٹھہرایا ہے۔ چغلخوری یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں کوئی بات سُنے تو باہمی تعلقات کو خراب کرنے اور فساد پیدا کرنے کی غرض سے وہ بات اس شخص تک پہنچا دے۔ قرآن نے مکّی دور کے اوائل ہی میں اس بُری خصلت کی مذمت کی تھی۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ، هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ۔

"ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا اور بے وقعت ہے۔ جو طعنے دیتا اور چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔"

(القلم - ۱۰، ۱۱)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

"جنت میں چغلخور داخل نہ ہوگا۔"

(متفق علیہ)

نیز فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَيْبَ۔ (احمد)

"اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلخوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں اور بے قصوروں میں عیب کے خواہاں ہوتے ہیں۔"

اسلام جھگڑوں کے تصفیہ اور باہم صلح صفائی کی غرض سے اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے بارے میں بدگوئی کی ہو تو اصلاح کرنے والا شخص اسے چھپائے اور اپنی طرف سے اچھی بات کا اضافہ کرے۔ حدیث میں ہے:

لَيْسَ بِكَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَقَالَ خَيْرًا اَوْ نَمٰى خَيْرًا۔

"وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے اچھی بات کہے یا اچھی بات (ان میں سے کسی کی طرف) منسوب کرے۔"

اسلام ان لوگوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے جو بری بات سن کر مکر و فساد کی غرض سے فوراً اسے اِدھر سے اُدھر پہنچا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اس بات پر اکتفا نہیں کرتے کہ انہوں نے جو کچھ سنا ہے اسے بیان کر دیں بلکہ اسے نمک مرچ لگا کر پیش کرتے ہیں اور اپنی طرف سے مزید باتیں گڑھ کر بھی پیش کرنے لگتے ہیں۔

ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوسرے شخص کی برائی کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا، تم چاہو تو ہم تمہارے معاملہ میں غور کریں گے۔ اگر تم جھوٹے ہو تو آیت اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کرو) میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں سے ہو اور اگر سچے ہو تو آیت هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ (جو طعنے دیتا ہے اور چغلخوری کرتا ہے) میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں سے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تم سے درگذر کریں گے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ درگذر ہی کیجیئے۔ میں اب دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عزّت کی حُرمت

۸ ۔ ہم نے دیکھ لیا کہ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ کس طرح لوگوں کی عزت و آبرو کا تحفظ کیا ہے بلکہ کس طرح اس کو درجۂ تقدیس تک پہنچایا ہے ۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خانۂ کعبہ کی طرف دیکھ کر کہا: "تیری عظمت اور تیری حُرمت کا کیا کہنا لیکن مومن کی حُرمت تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔" (ترمذی)

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے جمِّ غفیر میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ وَدِمَاءَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا ۔	"تمہارے مال، تمہاری عزت اور تمہارے خون تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینہ اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔"

اسلام کی نظر میں فرد کی عزت اس قدر عزیز ہے کہ جو بات اس کو ناگوار ہو سکتی ہو اس کا ذکر اس کی غیر موجودگی میں کرنے کی اجازت نہیں دیتا اگرچہ کہ وہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہو۔ اور جب وہ ایسی بات کو گوارا نہیں کرتا تو بے بنیاد باتوں اور افترا پردازیوں کو کیونکر گوارا کرے گا؟ ایسی صورت میں تو وہ گناہِ کبیرہ بن جائے گا۔ حدیث میں ہے:

مَنْ ذَکَرَ امْرَأً بِشَیْئٍ لَیْسَ فِیْہِ لِیُعِیْبَہٗ بِہٖ حَبَسَہُ اللّٰہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ حَتّٰی یَأْتِیَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ فِیْہِ ۔ (الطبرانی)	"جس نے کسی شخص کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تاکہ اس میں عیب نکالا جائے تو اللہ اسے جہنم کی آگ میں روکے گا یہاں تک کہ وہ اپنی بات صحیح ثابت کر دکھائے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

تَدْرُوْنَ اَرْبَی الرِّبَا عِنْدَ اللّٰہِ؟ قَالُوْا	"جانتے ہو اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟ صحابہ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ فَاِنَّ اَرْبَی الرِّبَا عِنْدَ اللّٰہِ اِسْتِحْلَالُ عِرْضِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ۔ (ابن ابی حاتم، وابن مردویہ والبیہقی)

عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک مسلمان کی عزت کو حلال کر لینا ہے۔

پھر آپ نے آیت وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۔ الاحزاب ۵۸ ۔ (جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو جبکہ وہ بے قصور ہوں اذیت دیتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔) تلاوت فرمائی۔

عزت پر حملہ کرنے کی بدترین صورت یہ ہے کہ عفت مآب مومن عورتوں پر بے حیائی کے ارتکاب کی تہمت لگائی جائے جس سے ان کو اور ان کے خاندان والوں کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور ان کا مستقبل خطرہ میں پڑ جاتا ہے نیز اس سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شمار سات مہلک کبیرہ گناہوں میں کیا ہے اور قرآن نے اس پر سخت وعید سنائی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (النور- ۲۳، ۲۴)

"جو لوگ پاکدامن، غافل، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ وہ دن جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔"

خون کی حرمت

۹- اسلام نے انسانی زندگی کو مقدس اور انسانی جانوں کو محترم ٹھہرایا ہے۔ انسانی جان پر زیادتی کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کفر کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔

(المائدہ - ۳۲)

"کہ جس نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اُس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر دیا"

یہ اس لئے کہ پوری نوعِ انسانی ایک خاندان کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک شخص پر زیادتی درحقیقت نوعِ انسانی پر زیادتی ہے۔ یہ حرمت اس صورت میں اور شدید ہو جاتی ہے جبکہ مقتول مومن ہو۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔

(النساء - ۹۳)

"اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔

(مسلم والنسائی والترمذی)

"دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں کمتر درجہ کا ہے"

اور فرمایا:

لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔ (البخاری)

"مومن دین کی گنجائشوں کے اندر رہتا ہے جب تک کہ قتلِ حرام کا مرتکب نہیں ہوتا"

نیز فرمایا:

كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا الرَّجُلُ يَمُوتُ مُشْرِكًا أَوِ الرَّجُلُ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا۔

(ابوداؤد وابن حبان والحاکم)

"ہر گناہ کے بارے میں اللہ سے مغفرت کی توقع کی جا سکتی ہے سوائے اس شخص کے جس کی موت شرک پر ہو یا وہ شخص جس نے مومن کو عمداً قتل کیا ہو"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیات و احادیث کے پیشِ نظر ابن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ غالبًا ان کے نزدیک توبہ کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ افراد کے حقوق لوٹائے جائیں، یا انہیں راضی کر لیا جائے۔ لیکن مقتول کے حق کو لوٹانے یا اس کو راضی کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

اور دیگر علماء کا کہنا ہے کہ سچی توبہ مقبول ہے اور وہ شرک تک کو مٹا دیتی ہے لہٰذا جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہو اس سے توبہ کر لی جائے تو وہ کیونکر قبول نہ ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ـ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ـ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ـ (الفرقان۔ ۶۸ تا ۷۰)

"جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہیں پکارتے اور نہ کسی نفس کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ بجز اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر عملِ صالح کیا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا مغفرت فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔"

قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے قتال کو ایک قسم کا کفر اور جاہلیت کا کام قرار دیا ہے۔

اہلِ جاہلیت ایک اونٹنی یا ایک گھوڑے کی خاطر جنگ اور خونریزی کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ (متفق علیہ) "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔"

لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ (متفق علیہ) "میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نیز فرمایا: "جب دو مسلمان ایک دوسرے پر ہتھیار اُٹھاتے ہیں تو وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ایک شخص دوسرے کو قتل کرتا ہے تو دونوں جہنم میں داخل ہوتے ہیں کسی نے کہا یا رسول اللہ! قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آجاتا ہے لیکن مقتول کیوں جہنم میں داخل ہوگا؟ فرمایا: وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔" (متفق علیہ)

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے کام سے منع فرمایا ہے جو موجبِ قتل یا باعثِ جنگ ہو خواہ یہ صورت ہتھیار کے ذریعہ اشارہ کرنے سے کیوں نہ پیدا ہوتی ہو:

لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ (البخاری)

"تم میں سے کوئی شخص ہتھیار سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ نہ کرے۔ کیا معلوم شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔"

نیز فرمایا "جس نے اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے باز آجائے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔" (مسلم)

بلکہ آپؐ نے فرمایا: "مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے۔"

گناہ کا مستحق صرف قاتل ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ شخص بھی ہوگا جو قول یا فعل سے اس میں شریک ہو۔ وہ اپنی شرکت کے بقدر اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا حتیٰ کہ جو شخص قتل کے موقع پر موجود ہو وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا۔ حدیث میں ہے: "کوئی شخص ایسی جگہ موجود نہ رہے جہاں کسی شخص کو قتل کیا جا رہا ہو کیونکہ جو لوگ اس موقع پر موجود ہوں اور اس کو بچانے کی کوشش نہ کریں ان پر لعنت نازل ہوتی ہے۔"

معاہد اور ذمی کے خون کی حرمت

جن نصوص میں مسلمان کے قتل و قتال کی حرمت بیان کی گئی ہے وہ ایک اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے لئے قانون اور ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلم کا خون حلال ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت ہر انسانی جان محترم ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا تحفظ ضروری ہے بشرطیکہ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ برسرِ جنگ نہ ہوں۔ اور اگر وہ معاہد یا ذمی ہوں تو ان کی جان کا تحفظ بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ ان پر زیادتی کرے۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلامؐ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔ (البخاری)

"جس نے کسی معاہد (جس سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہوگی۔"

دوسری روایت میں ہے:

مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ۔ (النسائی)

"جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔"

خون کی حرمت کب زائل ہوتی ہے؟

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ (الانعام - ۱۵۱)

"اور کسی نفس کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔"

یہ حق درج ذیل جرائم میں سے کسی جرم کے ارتکاب کی صورت میں قائم ہوتا ہے:

۱۔ ظلماً قتل کرنے کی صورت میں۔ جس شخص کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ قتل کے جرم کا مرتکب ہوا ہے اس سے قصاص لینا واجب ہے یعنی جان کے بدلہ جان وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ۔ البقرة - ۱۷۹ (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔)

۲۔ کھلے بندوں زنا کا ارتکاب اس طور سے کہ چار صالح اشخاص عیاناً ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لیں اور اس کی گواہی دیں بشرطیکہ وہ نکاح کے جائز طریقہ سے واقف ہو۔ اگر وہ خود حاکم کے سامنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چار مرتبہ اس کا اقرار کرے تو وہ گواہی کے قائم مقام ہوگا۔

۳۔ دینِ اسلام میں داخل ہوجانے کے بعد اس سے نکل جانا اور اس خروج کے ذریعہ علانیہ اسلامی جماعت کو چیلنج کرنا۔ اسلام کسی کو اس دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کرتا لیکن وہ اس بات کو بھی برداشت نہیں کرتا کہ آدمی دین کے ساتھ کھیلنے لگے۔

حدیث میں ہے:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَىٰ ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔ (متفق علیہ)

"مسلمان کا خون حلال نہیں بجز تین صورتوں کے۔ جان کے بدلہ جان، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب اور دین کو ترک کرکے جماعت سے الگ ہونے والا"۔

لیکن ان صورتوں میں اس حق کے نفاذ کی ذمہ داری صاحبِ امر کی ہے۔ افراد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ خود اس حق کو نافذ کریں تاکہ امن کو خطرہ لاحق نہ ہو اور لاقانونیت پیدا نہ ہوجائے نیز ہر شخص اپنے کو قاضی اور قانون کے نفاذ کا ذمہ دار نہ سمجھ لے۔ البتہ قتلِ عمد کی صورت میں جبکہ قصاص لینا واجب ہے اسلام نے مقتول کے وارثوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ حاکم کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے قصاص لے سکتے ہیں تاکہ ان کے دل ٹھنڈے ہوں اور انتقام کی آگ بجھ جائے اور اس ارشادِ الٰہی کی تعمیل ہو:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ، إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا۔ (الاسراء۔ ۳۳)

"جو شخص ظلماً قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے اختیار دیا ہے لہٰذا وہ قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس کی مدد کی گئی ہے"۔

خودکشی

قتل کے سلسلہ میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں اُن کے پیشِ نظر اس جرم میں خودکشی بھی شامل ہے۔ لہٰذا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس نے خودکشی کی خواہ کسی ذریعہ سے کی ہو اس نے ایک نفس کو قتل کر دیا جس کا ناحق قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

انسان اپنی زندگی کا آپ مالک نہیں ہے کیونکہ وہ زندگی کے ایک خلیہ کا بھی خالق نہیں ہے۔ زندگی تو اللہ کی امانت ہے لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس معاملہ میں کسی زیادتی کا مرتکب ہو کہ وہ اس کا خاتمہ کر دے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ "اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔"

(النساء۔ ۲۹)

اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان شدائد کا مقابلہ مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ کرے۔ کسی مصیبت سے گھبرا کر یا کسی امید کے بر نہ آنے کی صورت میں زندگی سے فرار کی راہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ مومن مجاہدہ کے لئے پیدا ہوا ہے بیٹھ رہنے کے لئے نہیں اور اس کی تخلیق کشمکش کے لئے ہوئی ہے فرار کے لئے نہیں۔ اس کا ایمان اور اس کا اخلاق کارگاہِ حیات سے فرار اختیار کرنے سے ابا کرتے ہیں۔ اس کے پاس ایسا ہتھیار ہے جو کبھی خراب نہیں ہوتا اور ایسا ذخیرہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ ہتھیار ایمانِ محکم ہے اور وہ ذخیرہ اخلاق کی پختگی کا ہے۔

جو شخص اس جرمِ شنیع کا مرتکب ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم اور اس کے غضب کا مستحق ہوگا۔ آپ نے فرمایا:

"جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں اُن میں ایک شخص تھا جو زخمی ہو گیا اور جزع فزع کرنے لگا۔ اسی حالت میں اس نے چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے اس قدر خون بہہ پڑا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنے نفس کے معاملہ میں جلد بازی کی لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔" (متفق علیہ)

یہ مثال ہے ایسے شخص کی جو زخم کی تاب نہ لا کر خودکشی کر بیٹھا اور جنت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ کاروبار میں تھوڑے بہت نقصان یا امتحان میں ناکام ہو جانے کی بنا پر خودکشی کر بیٹھتے ہیں ان کا معاملہ کس قدر شدید ہوگا؟ کمزور ارادہ کے لوگوں کو یہ وعید سُن لینی چاہیئے جو حدیث نبوی میں بیان ہوئی ہے:

مَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰی سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَوَجَّأُ بِهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا۔ (متفق علیہ)

”جس نے اپنے کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گرتا رہے گا، اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے ہاتھ سے زہر کھاتا رہے گا، اور جس نے لوہے کی کسی چیز سے خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوہے کی اس چیز سے اپنے کو زخمی کرتا رہے گا۔“

مال کی حرمت

۱۰ - اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان جس قدر چاہے مال جمع کرے بشرطیکہ یہ جمع کرنا جائز طریقہ پر ہو اور آمدنی میں اضافہ کے ذرائع بھی جائز ہی اختیار کئے جائیں۔

بعض مذاہب میں یہ جو کہا گیا ہے کہ:

”دولت مند آسمان کی بادشاہی میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے۔“

تو اس کے مقابلہ میں اسلام کہتا ہے:

نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔ (احمد) ”صالح مال صالح آدمی کے لئے بہترین چیز ہے۔“

اسلام جہاں فرد کے لئے جائز ملکیت کا قائل ہے وہاں وہ بذریعۂ قانون اس کی حفاظت کا سامان بھی کرتا ہے، نیز اخلاقی ہدایات کے ذریعہ بھی غصب، چوری اور مکر و فریب کے ذریعہ دوسروں کے مال میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادتی کرنے سے روکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان، مال اور آبرو کی حرمت ایک ہی سیاق میں بیان فرمائی ہے اور چوری کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔ فرمایا: "چور مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا" (متفق علیہ)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔ (المائدہ - ۳۸)

"اور چور مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کئے کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کی رضا کے بغیر اس کا ایک عصا بھی لے لے" (ابن حبان)۔ اور ارشادِ خداوندی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ (النساء - ۲۹)

"اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ لین دین ہو آپس کی رضامندی سے"

رشوت حرام ہے

رشوت بھی لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھانے کی ایک صورت ہے۔ رشوت یہ ہے کہ مال صاحبِ اقتدار یا سرکاری ملازم کو پیش کیا جائے تاکہ وہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ کرے یا اس کا کام کر دے یا اس کے حریف کے کام کو مؤخر کر دے وغیرہ۔

اسلام نے حکام اور ان کے معاونین کے لئے رشوت ستانی کو حرام ٹھہرایا ہے۔ نہ رشوت دینا جائز ہے اور نہ اس کا قبول کرنا۔ اسی طرح دونوں کے درمیان واسطہ بننا بھی ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

"آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ۔۱۸۸)

نہ کھاؤ اور نہ ان کو حاکموں کے آگے اس غرض سے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً حق تلفی کر کے کھانے کا موقع مل جائے۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ۔ (احمد والترمذی وابن حبان)

"اللہ کی لعنت ہے حکومت کے معاملات میں رشوت دینے والے پر بھی اور رشوت لینے والے پر بھی۔"

حضرت ثوبان فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ وَالرَّائِشَ۔ (احمد والحاکم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"

رشوت لینے والا اگر ظلم کرنے کی غرض سے رشوت لیتا ہے تو اس کے جرم کی سنگینی ظاہر ہی ہے۔ اور اگر عدل کرنے کی غرض سے لیتا ہے تو عدل کرنا اس کی ذمہ داری ہے اس کے عوض مال قبول کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو یہود کی طرف بھیجا تاکہ وہ خراج کی مقدار مقرر کریں۔ یہود نے کچھ مال کی ان کے لیے بھی پیش کش کر دی لیکن انہوں نے کہا: "تم نے رشوت کی جو پیشکش کی ہے وہ حرام ہے۔ ہم رشوت نہیں کھاتے۔" (مالک)

رشوت ستانی کی یہ حرمت اور اس گناہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اسلام کے سخت احکام قابلِ تعجب نہیں ہیں کیونکہ کسی بھی سماج میں رشوت کا عام ہونا ظلم و فساد کے عام ہونے کے مترادف ہے۔ رشوت لے کر خلافِ حق فیصلے کیے جاتے ہیں اور جس کا کام بعد میں ہونا چاہئے اس کا پہلے اور جس کا پہلے ہونا چاہئے اس کا بعد میں کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ سماج میں فرائض کی انجام دہی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسپرٹ پیدا ہونے کے بجائے مفاد پرستی کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

حکام کے آگے ہدیئے پیش کرنا

اسلام رشوت کو حرام قرار دیتا ہے خواہ اس کی کوئی صورت اور کوئی نام ہو۔ رشوت کو ہدیہ کے نام سے پیش کرنے سے اس کی حرمت حلّت میں تبدیل نہیں ہو جاتی۔ حدیث میں ہے:

مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔

"جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کر دیا اور اس کے معاش کا بھی انتظام کر دیا اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی"

(ابوداؤد)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے تو انہوں نے جواب دیا: "آپؐ کے لئے ہدیہ تھا اور ہمارے لئے رشوت ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک والی کو قبیلۂ ازد کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کچھ مال اپنے لئے روک رکھا اور کہا، یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ میرے لئے ہدیہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر برہم ہوئے اور فرمایا: "اگر تم سچے ہو تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھے رہتے اور پھر دیکھ لیتے کہ ہدیہ تمہارے پاس آتا ہے یا نہیں" پھر فرمایا:

مَا لِیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا اِلَیَّ هَدِیَّةٌ۔ اَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اُمِّهٖ لِیُهْدٰی لَهٗ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَتَی اللّٰهَ یَحْمِلُهٗ، فَلَا یَاْتِیَنَّ اَحَدُکُمْ

"کیا بات ہے کہ جس شخص کو میں عامل مقرر کرتا ہوں وہ کہتا ہے یہ تمہارے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہدیہ ہے۔ وہ اپنی ماں کے گھر میں نہ بیٹھا رہا کہ ہدیہ اس کے پاس آجاتا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز بغیر حق کے لے گا وہ اللہ کے ہاں اس مال کو اپنے اوپر لادے ہوئے آئے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِبَعِيْرٍ لَهٗ رِغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٍ تَيْعَرُ . ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ بَيَاضُ اِبِطَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ۔

(متفق علیہ)

تو دیکھو تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اپنی گردن پر اونٹ، گائے یا بکری کو اُٹھائے ہوئے نہ آئے اس حال میں کہ یہ جانور چیخ رہے ہوں گے پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ آپؐ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور فرمایا، خدایا میں پہنچا چکا۔"

امام غزالی فرماتے ہیں:

"ان شدید احکام کے پیشِ نظر قاضی اور والی کو چاہئے کہ وہ خود کو اپنے ماں باپ کے گھر میں فرض کرلے۔ منصب سے معزولی کی صورت میں اسے اپنی ماں کے گھر میں رہتے ہوئے جو کچھ ملتا اس کو منصب پر رہتے ہوئے حاصل کرنا جائز ہوگا۔ اور جس کے بارے میں اسے یہ معلوم ہو کہ یہ منصب کی بنا پر مل رہا ہے تو اس کا لینا حرام ہوگا۔ رہے احباب کے وہ ہدیئے جن کے بارے میں اِشکال محسوس ہو کہ معزولی کی صورت میں اسے ملتے یا نہیں تو وہ مشتبہ ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔"

(احیاء علوم الدین۔ کتاب الحلال والحرام۔ ص ۱۲۷)

رفعِ ظلم کے لئے رشوت

جس شخص کی حق تلفی ہو رہی ہو اور بجز رشوت کے کوئی صورت اس کے حصول کی نہ ہو یا اس پر ظلم کیا جا رہا ہو اور سوائے رشوت کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ صبر سے کام لیا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے رفعِ ظلم اور حصولِ حق کی بہتر صورت پیدا فرما دے، لیکن اگر اس مجبوری کی بنا پر اسے رشوت دینا پڑے تو گناہ رشوت لینے والے کے سر ہوگا، دینے والے پر نہیں ہوگا بشرطیکہ اس نے دوسرے تمام ذرائع سے کام لیا ہو اور وہ بے سود رہے ہوں نیز وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رشوت دے کر ظلم کو دُور کرنا یا اپنا حق وصول کرنا چاہتا ہو نہ کہ دوسروں کی حق تلفی کرنا۔

بعض علماء اس سلسلہ میں ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص میرے پاس سے اپنے بغل میں صدقہ کا مال دبائے نکل جاتا ہے حالانکہ وہ اس کے لئے آگ ہے۔" حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب اس کے لئے آگ ہے تو آپ اسے کس طرح دیتے ہیں؟ فرمایا: "کیا کروں، وہ اس طرح مانگتے ہیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے اور اللہ عزّ وجلّ کو یہ بات پسند نہیں کہ میں بخل سے کام لوں۔" (ابو یعلیٰ، احمد)

جب اصرار کے دباؤ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو مال دیا کرتے تھے اور یہ جانتے ہوئے دیا کرتے تھے کہ یہ لینے والے کے حق میں آگ ہے تو ظلم کو دفع کرنے اور اپنا تلف شدہ حق وصول کرنے کی ضرورت کا دباؤ قبول کرنا کیونکر جائز نہ ہوگا؟

اپنے مال میں اِسراف کرنا حرام ہے

جس طرح دوسروں کے مال کی حُرمت ہے اسی طرح انسان کے اپنے مال کی بھی حُرمت ہے۔ اسے نہ ضائع کرنا چاہیئے اور نہ اسراف سے کام لے کر اِدھر اُدھر بکھیر دینا چاہیئے۔ افراد کے مال میں اُمت کا حق ہے اور تمام مالکوں کے بعد وہی اس کی مالک ہے۔ اسی لئے اسلام نے اُمت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ نادان لوگوں کے مال کو روکے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ (النساء - ۵)

"اور اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا ہے نادانوں کے حوالہ نہ کرو البتہ اس سے انہیں کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے بھلے طریقہ پر بات کرتے رہو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُمّت سے مخاطب ہو کر کہا ہے اَمْوَالَکُمْ (تمہارے مال) حالانکہ بظاہر یہ ان کے مال نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقتہً افراد کا مال مجموعی طور پر اُمّت کا مال ہے اس لئے اَمْوَالَکُمْ فرمایا۔

اسلام انصاف اور اعتدال کا دین ہے اور اُمّتِ مسلمہ اُمّتِ وَسط ہے اور مسلمان ہر معاملہ میں اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسراف اور تبذیر سے منع فرمایا ہے۔ نیز بخل اور تنگی کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (الاعراف۔۳۱)

"اے بنی آدم! ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنی زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیو البتہ اسراف نہ کرو۔ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اِسراف یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ نے حرام ٹھہرائی ہیں ان میں خرچ کیا جائے خواہ کم خرچ کیا جائے یا زیادہ۔ مثلاً شراب، مخدّراتِ عقل، سونے چاندی کے برتن وغیرہ۔ یا اپنے نفس اور دیگر لوگوں پر مال اُڑایا جائے حالانکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)، یا جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس میں بے دریغ اتنا خرچ کیا جائے کہ ہاتھ خالی ہو جائے۔

امام رازیؒ آیت يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ (البقرۃ۔۲۱۹) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خرچ کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے چنانچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خطاب کر کے فرمایا: "رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔" (اسراء۔۲۶)، اور فرمایا: "نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو۔" (اسراء۔۲۹)، نیز فرمایا: جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اِسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ تنگی سے۔" (فرقان۔۶۷) ـــ اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: "جب تم میں سے کسی شخص کے پاس مال ہو تو وہ اپنے نفس سے ابتدا کرے پھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو اس کے زیرِ کفالت ہوں ان پر اور ان کے بعد دوسرے لوگوں پر خرچ کرے۔" (مسلم) نیز فرمایا:
"بہترین صدقہ وہ ہے جو آدمی کو غنی رہنے دے۔" (طبرانی) ـــ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں:
"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک شخص انڈے کے بقدر سونا لے آیا۔
اور عرض کیا اسے صدقہ میں قبول فرمائیے۔ قسم بخدا! میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔
آپ نے اس سے اعراض فرمایا لیکن وہ شخص پھر سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: لاؤ اور اس کو
غصہ کی حالت میں لے کر اس کی طرف اس طرح پھینک دیا کہ اگر کسی کے لگ جاتا تو اس کے چوٹ
آجاتی۔ پھر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنا سارا مال لے کر آجاتا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے
ہاتھ پھیلاتے بیٹھ جاتا ہے۔ صدقہ وہ ہے جو غنیٰ کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے کیا جائے۔ اسے
لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" (ابوداؤد، حاکم) ـ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں
کے لئے ایک سال کی خوراک ذخیرہ کر کے رکھتے تھے۔ (بخاری) ـــ دانشور کہتے ہیں: فضیلت
افراط و تفریط کے درمیان ہے ـــ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا فضول خرچی ہے
اور بہت کم خرچ کرنا بخل ہے اور بہترین صورت اعتدال کی ہے اور یہی مطلب ہے
قُلِ الْعَفْوَ کا ـــ اس دقیق نکتہ کو ملحوظ رکھنے پر شریعتِ محمدیہ کا دارومدار ہے، کیونکہ
یہود کی شریعت پوری طرح سخت گیری پر مبنی ہے اور نصاریٰ کی شریعت پوری طرح
سہل انگاری پر۔ شریعتِ محمدیہ ہی ان تمام امور میں متوسط ہے۔ اسی لئے وہ ان سب
کے مقابلہ میں کامل ترین شریعت ہے۔"

(تفسیر رازی۔ ج ۶، ص ۵۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلمین سے تعلّقات

دین کے مخالفین کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں اگر ہم اسلام کی تعلیمات کو اجمالاً بیان کرنا چاہیں تو قرآن کریم کی دو آیتیں ہی کافی ہیں جو اس معاملہ میں ایک جامع دستور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (الممتحنہ - ۸، ۹)

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ ایسے لوگوں سے جو دوستی کریں گے وہی ظالم ہوں گے۔"

پہلی آیت میں اُن غیر مسلمین کے ساتھ جو مسلمانوں کے دشمن یا ان سے برسرِ جنگ نہیں ہیں نہ صرف عدل وانصاف کی بلکہ حسنِ سلوک اور "بِرّ" کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ "بِرّ" ایک جامع لفظ ہے جو ہر قسم کے خیر اور بھلائی کو شامل ہے۔ گویا "بِرّ" عدل سے زائد چیز ہے۔

آیت کے الفاظ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ (اللہ تمہیں نہیں روکتا) سے حسنِ سلوک کے مطلوب ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہ اسلوب اس بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات آ سکتی تھی کہ دین کے مخالفین حسنِ سلوک اور عدل وغیرہ کے مستحق نہیں ہیں۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے واضح کر دیا گیا کہ اللہ مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک، دوستی اور عدل کرنے سے نہیں روکتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات سے روکتا ہے جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ جنگ ہوں اور ان کے خلاف جارحیت اختیار کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی رعایت

اسلام جہاں اپنے مخالفین کے ساتھ عدل اور حسنِ سلوک کرنے سے نہیں روکتا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یہاں تک کہ وہ بُت پرست مشرک ہی کیوں نہ ہوں وہاں وہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ خصوصی رعایت برتتا ہے خواہ وہ دارالاسلام میں رہتے ہوں یا اس سے باہر چنانچہ قرآن یَآ اَھْلَ الْکِتَابِ (اے اہلِ کتاب!) اور یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ (اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی تھی) کہہ کر ان سے خطاب کرتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اصلاً آسمانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان رشتہ اور قرابت ہے یعنی اس دینِ واحد کے اصولوں میں اتفاق ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین رہا ہے:

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ۔

"اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کو تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔"

(الشوریٰ - ۱۳)

اور مسلمانوں سے اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ اللہ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں اس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہے۔ اہلِ کتاب جب قرآن پڑھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی کتابوں اور ان کے پیغمبروں کی اس میں کس قدر تعریف کی گئی ہے۔

مسلمان جب اہلِ کتاب سے بحث کریں تو انہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے جن سے نفرت و عداوت کے جذبات پیدا ہوتے ہوں:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ "اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر احسن طریقہ سے سوائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا آمَنَّا بِالَّذِيْ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَ إِلٰهُنَا وَ إِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ (العنکبوت۔۴۶)

ان لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔ اور کہو ہم ایمان لائے اُس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی۔ ہمارا اِلٰہ اور تمہارا اِلٰہ ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مسلم ہیں"

اس سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسلام نے اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے میں شرکت اور ان کا ذبیحہ کھانے کی اجازت دی ہے اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ زوجیت کا رشتہ سکون و مودّت کا باعث ہوتا ہے۔ یہ ہے عام اہلِ کتاب کے ساتھ اسلام کا روادارانہ سلوک اور خاص طور سے نصاریٰ کو تو اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں قریبی جگہ دی ہے :

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّا نَصٰرٰى، ذٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔
(المائدہ۔۸۲)

"تم ایمان لانے والوں کی دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے"

ذمّی (اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہری)

مذکورہ ہدایات تمام اہلِ کتاب کے سلسلہ میں ہیں خواہ وہ کہیں رہتے ہوں لیکن جو اہلِ کتاب اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ مقیم ہوں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اصطلاحاً ان کو ذمّی کہا جاتا ہے۔ ذمّہ یعنی عہد۔ یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے ساتھ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت کا یہ عہد ہے کہ وہ اسلام کے زیرِ سایہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ جدید اصطلاح میں اسلامی حکومت کے "شہری" ہیں اور قرنِ اوّل سے لے کر آج تک مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کے حقوق و فرائض وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں بجز اُن امور کے جو عقیدہ و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اسلام ان کو ان کے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دیتا ہے۔ ذمیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید سُنائی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے:

مَنْ اٰذیٰ ذِمِّیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ۔ (الطبرانی)	"جس نے ذمی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔"
مَنْ اٰذیٰ ذِمِّیًّا فَاَنَا خَصْمُهٗ وَمَنْ کُنْتُ خَصْمُهٗ خَصَمْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (الخطیب)	"جس نے ذمی کو اذیت دی اس کے خلاف میں مقدمہ لڑوں گا اور جس کے خلاف میں مقدمہ لڑوں گا وہ قیامت کے دن ضرور مغلوب ہوگا۔"
مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ حَقًّا اَوْ کَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَیْئًا بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ فَاَنَا حَجِیْجُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (ابوداؤد)	"جس نے معاہد (جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو) پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دیا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا۔"

ان غیر مسلم شہریوں کے حقوق اور حرمتوں کا لحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء برابر کرتے رہے اور فقہائے اسلام نے فقہی اختلافات کے باوجود ان حقوق اور حرمتوں سے پورا پورا اتفاق کیا ہے۔

مالکی فقہ کے عالم شہاب الدین قرافی کہتے ہیں:

"ذمیوں کے عہد نے ہم پر کچھ حقوق عائد کئے ہیں کیونکہ وہ ہماری ہمسائیگی، حفاظت اور امان میں آگئے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دینِ اسلام نے امان عطا کی ہے لہٰذا جو شخص ان پر کسی قسم کی زیادتی کرے گا خواہ وہ معمولی حد تک ہو مثلاً ان سے بری بات کہنا یا ان میں سے کسی کی غیبت کرنا یا انہیں کسی قسم کی اذیت پہنچانا یا اس طرح کی باتوں میں تعاون کرنا تو وہ اللہ، اس کے رسول اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینِ اسلام کے عطا کردہ امان کو تلف کرنے کا ذمّہ دار ہوگا"۔

(کتاب الفروق للقرافی)

ابن حزم ظاہری کہتے ہیں:

"جو ذمّی ہو اور اہلِ حرب ہمارے ملک میں داخل ہو کر اس پر حملہ کرنا چاہیں تو ہم پر واجب ہے کہ مسلح ہو کر ان کا مقابلہ کریں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہے اس کی حفاظت کرتے ہوئے مرجانا پسند کریں لیکن اس کو دشمنوں کے حوالہ نہ کریں کیونکہ ذمّی بنا لینے کے معاہدہ سے بے اعتنائی برتنے کے مترادف ہے"۔

(مراتب الاجماع لابن حزم)

غیر مسلمین سے موالات کے تعلّقات اور اس کا مطلب

ممکن ہے بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ غیر مسلمین کے ساتھ نیکی، دوستی اور حسنِ معاشرت کے تعلقات کس طرح پیدا کئے جا سکتے ہیں جبکہ قرآن خود کفار کے ساتھ دوستی کا تعلق پیدا کرنے اور انہیں اپنا حلیف اور دوست بنانے کی ممانعت کرتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ ۔ (المائدہ۔ ۵۱، ۵۲)	"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے ان کو اپنا دوست بنائے گا تو اس کا شمار بھی ان ہی میں۔ اللہ ظالموں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ ان ہی میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے کہ ہر یہودی، نصرانی یا کافر پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کا اطلاق ہو ورنہ یہ بات ان آیتوں اور نصوص کے متناقض ہوگی جن میں خیر پسند لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں دوستانہ تعلقات کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اہل کتاب کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ اور کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ زوجیت کا تعلق قرآن کے نزدیک باعثِ مودّت و رحمت ہے۔ اور نصاریٰ کے بارے میں قرآن کا بیان ہے کہ تم انہیں اپنا قریبی دوست پاؤ گے۔

جن آیتوں میں موالات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن اور مسلمانوں سے برسرِ جنگ ہوں۔ ان کی مدد اور پشت پناہی کرنا، انہیں رازدار بنانا اور ملی مفاد کے خلاف انہیں اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس کی صراحت دوسری آیتوں میں کی گئی ہے، مثلاً سورۂ آلِ عمران میں فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۔ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ۔ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ ۔

(آلِ عمران ۔ ۱۱۸، ۱۱۹)

"اے ایمان والو! اہلِ ایمان کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ جو بات تمہارے لئے باعثِ زحمت ہو وہ ان کو محبوب ہے۔ ان کا بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے اپنے احکام واضح کر دیئے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ یہ تم ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔"

اس آیت میں ایسے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو مسلمانوں سے نفرت و عداوت کو دل میں چھپاتے ہیں لیکن ان کی گفتگو سے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

"جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تم ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے جو اللہ اور اس کے رسول کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۔ (المجادلۃ - ۲۲)

مخالف ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے، ان کے بھائی ہوں یا اہلِ خاندان "

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا مطلب محض کفر کرنا نہیں ہے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۔ (الممتحنۃ - ۱)

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آچکا ہے اس سے وہ انکار کر چکے ہیں۔ وہ رسول کو اور تم کو اس بنا پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو "

یہ آیت مشرکینِ مکہ کے ساتھ موالات کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کی تھی اور مسلمانوں کو ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا تھا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ موالات کے تعلقات کسی حال میں جائز نہ تھے اس کے باوجود قرآن نے ان لوگوں سے دوستی کی امید منقطع کرنے کے لئے نہیں کہا اور نہ ان سے قطعی طور پر مایوسی کا اعلان کیا بلکہ مسلمانوں سے کہا کہ وہ حالات کی تبدیلی اور دلوں کی صفائی کے لئے پُر امید رہیں، چنانچہ اسی سورہ میں چند آیتوں کے بعد فرمایا ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (الممتحنۃ - ۷)

" عجب نہیں کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت ڈال دے جن سے تمہاری دشمنی ہے۔ اللہ بڑی قدرت والا ہے اور وہ غفور و رحیم ہے "

قرآن کی اس تنبیہ کے نتیجہ میں دشمنی کی حدّت کم ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَبْغِضْ عَدُوَّكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا ۔ (الترمذی والبیہقی)

"اپنے دشمن سے بغض کسی قدر کم رکھو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا دوست بن جائے"

البتہ دشمنوں سے موالات کی حرمت اس صورت میں مؤکد ہو جاتی ہے جبکہ وہ ایسے قوی ہوں کہ اُن سے لوگ توقعات رکھتے ہوں اور ڈرتے بھی ہوں۔ منافق اور دل کے مریض ایسے لوگوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ان کے کام آتے ہیں اس امید پر کہ کل کو یہ بات ان کے حق میں سُود مند ثابت ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۔ (المائدۃ ۔ ۵۲)

"تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے وہ ان ہی لوگوں میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہ مصیبت کے چکّر میں نہ پھنس جائیں۔ مگر بہت ممکن ہے کہ اللہ تمہیں فتح بخشے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے تو یہ جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس پر نادم ہوں گے"

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا، الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۔

(النساء ۔ ۱۳۸، ۱۳۹)

"منافقوں کو یہ خوشخبری سُنا دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جو اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں؟۔ عزّت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے"

مسلمان — حکّام ہوں یا رعایا — فنّی امور میں جو دین سے متعلق نہیں ہیں مثلاً طب، صنعت، زراعت وغیرہ میں غیر مسلموں سے تعاون حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ کہ ان کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان تمام امور میں خود کفیل ہوں۔

سیرتِ نبوی میں ہمیں یہ واقعہ ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک عبداللہ بن اُرَیقط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی خدمات ہجرت کے موقع پر رہبری کے لئے حاصل کی تھیں۔ علماء کہتے ہیں: رہبری سے زیادہ خطرناک بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ خاص طور سے مدینہ کی ہجرت کا معاملہ تو بڑا ہی خطرناک تھا لیکن جب آپ نے اس سلسلہ میں ایک کافر کی خدمات حاصل کر لیں تو اس سے واضح ہوا کہ کسی کے کافر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کسی معاملہ میں بھی بھروسہ نہ کیا جائے۔ جو علماء اس کے قائل ہیں ان میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام غیر مسلمین اور خاص طور سے اہلِ کتاب کا تعاون جنگی معاملات میں حاصل کر سکتا ہے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کی طرح ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں مقرر کر سکتا ہے۔

زہری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض یہودیوں سے جنگ کے موقع پر تعاون حاصل کیا تھا اور ان کے لئے مالِ غنیمت میں حصہ مقرر کیا تھا۔ اور صفوان بن اُمیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے تھے حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کا تعاون حاصل کیا جائے اس کے بارے میں مسلمانوں کی رائے اچھی ہو، اگر مسلمانوں کو اس پر بھروسہ نہ ہو تو ایسے شخص کا تعاون حاصل کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب ہم کسی ایسے مسلمان کا تعاون حاصل کرنے سے احتراز کرتے ہیں جو لوگوں کو خوفزدہ کرتا ہو یا افواہیں پھیلاتا ہو تو کافر سے بدرجۂ اولیٰ احتراز کرنا چاہئے۔ (مغنی - ج ۸، ص ۴۱۴)

مسلمان کا غیر مسلم کو ہدیہ دینا، اس کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے بدلہ میں ہدیہ دینا جائز ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم بادشاہوں کے ہدیئے قبول فرمائے تھے۔ (احمد، ترمذی)

حدیث کے حفاظ کہتے ہیں: ایسی حدیثیں بہ کثرت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کا ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "نجاشی نے مجھے کپڑے کا جوڑا اور ریشم بھیجا ہے" (احمد، طبرانی)

اسلام انسان کا انسان ہونے کی حیثیت سے احترام کرتا ہے اور اگر وہ اہلِ کتاب میں سے ہو نیز معاہد یا ذمی بھی ہو تو ایسا شخص اسلام کی نظر میں کہیں زیادہ لائقِ احترام ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ جانے لگا تو آپؐ اس کے لئے کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ، یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ فرمایا: "کیا وہ انسان نہیں ہے؟" (بخاری)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ہر انسان لائقِ احترام ہے اور ہر ایک کا ایک مقام ہے۔

اسلام کی رحمتِ عامّہ جانوروں کو بھی شامل ہے

غیر مسلموں کے ساتھ بدسلوکی اور اذیت دہی کس طرح جائز ہو سکتی ہے جبکہ اسلام ہر ذی رُوح پر رحم کرنے کی ہدایت کرتا ہے یہاں تک کہ بے زبان جانور کے ساتھ بھی سنگدلانہ برتاؤ اسے ناپسند ہے۔

اسلام نے تیرہ سو سال پہلے جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کی تعلیم دی تھی۔ اس کے نزدیک جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ایمان کی ایک شاخ ہے اور ان کو اذیت پہنچانا اور سنگدلی برتنا آدمی کو دوزخ کا مستحق بناتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص نے ایک کُتے کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے بے دم ہو رہا تھا۔ وہ کنویں میں اُتر گیا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر لایا اور اس کتے کو پلا دیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ نے اس کی اس خدمت کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اجر ہے؟ فرمایا:

فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (البخاری) "ہر تر جگر (جاندار) کے ساتھ سلوک کرنا باعثِ اجر ہے"۔

اس روشن پہلو کے ساتھ جو مغفرت اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے پہلو کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جو اللہ کے غضب اور اس کے عذاب کا موجب ہے۔ فرمایا:

دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا فَلَا هِیَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِیَ تَرَکَتْهَا

"ایک عورت کو اس وجہ سے آگ میں داخل کر دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا۔ نہ اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ چھوڑ دیتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔ — تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالے۔"

(البخاری)

حیوان کی حیوانیت کا احترام بھی آپؐ اس درجہ فرماتے تھے کہ گدھے کے چہرہ پر داغ دینا بھی آپؐ نے گوارا نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا تھا تو بڑی ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا:

وَاللّٰهِ لَا أَسِمُهُ إِلَّا فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنَ الْوَجْهِ۔ — "واللہ، میں تو چہرہ کو چھوڑ کر بہت دُور داغ دیتا ہوں۔"

(مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک گدھا آپؐ کے سامنے سے گذرا جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيمَةَ فِي وَجْهِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا۔ — "تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرہ پر داغ دے یا اس کے چہرہ پر مارے۔"

(ابو داؤد)

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے تیر اندازی سیکھنے کے لئے مرغی کو ہدف بنا لیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا۔ — "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی رُوح کو ہدف بنالے۔"

اور عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔ — "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔"

(ابو داؤد والترمذی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اِخْصَاءِ الْبَھَائِمِ نَھْیًا شَدِیْدًا۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو خصی کرنے کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔"

(البزار)

اہلِ جاہلیت جانوروں کے کان چیرا کرتے تھے. قرآن نے اس کی مذمت کی اور اسے وحیِ شیطانی سے تعبیر کیا۔

ذبیحہ کی بحث میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اسلام اس بات کا کس قدر خواہش مند ہے کہ ذبح کرنے کا سب سے زیادہ راحت رساں طریقہ اختیار کر کے ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے تیز چھری کو استعمال کرنے، اس کو جانور کی نظر سے چھپانے اور دوسرے جانور (!) کے سامنے اس کو ذبح نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

جانور پر اسلام کی اس درجہ عنایت جو تصور سے بالاتر ہے، ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ ج ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
نمبر............

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اسلام میں حلال وحرام

مصنف : علامہ یوسف القرضاوی

مترجم : شمس پیرزادہ

ادارہ اشاعت الاسلام اردو بازار کراچی

Rs. 120/-